متعہ اور اسلام
مصنف
اشرف العلماء شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی قدس سرہ العزیز
بزم اشرف العلماء پاکستان
لاہور • سرگودھا • جہلم

متعہ اور اسلام

عمدۃ الاذکیا شرف العلماء ابو الحسنات

مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی زید مجدہم

بزم اشرف العلماء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	متعہ اور اسلام
مصنف	اشرف العلماء، شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی قدس سرہ
تاریخ اشاعت	ربیع الثانی 1434ھ فروری 2014ء
ضخامت	288 صفحات
موضوع کتاب	حرمت متعہ
قیمت	

اہتمام طباعت :

بزم اشرف العلماء پاکستان

(مرکزی دفتر، سلانوالی ضلع سرگودھا) 0302- 62 23 736

مراکز ترسیل:

بزم شیخ الاسلام،

جامعہ رضویہ احسن القرآن دینہ، جہلم 0320-58 50 951

دار الاسلام، لاہور 0321-94 25 765

جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام سرگودھا 0345-78 67 732

مرکزی جامع مسجد عیدگاہ، جھنگ صدر

اکرام کیسٹ ہاؤس، داتا دربار لاہور 0300- 460 98 60

حصہ اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّي عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْكَامِلِيْنَ وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِالْاِحْسَانِ اِلٰی يَوْمِ الدِّيْنِ﴾

﴿اَمَّا بَعْدُ﴾

﴿فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا﴾ (الفرقان ٥٤)

اللہ تعالیٰ نے آدم وحوا علیہما السلام کو پیدا فرمانے کے بعد نسل انسانی کا اجراء فرمایا اور خاوند بیوی کے درمیان ایسا مقدس رشتہ قائم فرمایا جس نے ان دونوں کو ہستی واحد اور ایک جان دو قالب کی طرح بنایا جس کے بعد خاوند کے ماں باپ بیوی کے ماں باپ کی مثل قرار پائے اور بیوی کے ماں باپ خاوند کے لئے مثل ماں باپ کے ٹھہرائے گئے بیوی کی اولاد خاوند پر مثل اپنی اولاد کے ٹھہرائی اور خاوند کی اولاد بیوی پر مثل اپنی اولاد کے ٹھہرائی جیسے کہ کلام مجید کے واضح ارشادات اس پر دلالت کرتے ہیں بیوی کی والدہ کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَاُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ﴾ (النساء ۲۳)

اور بیوی کی بچیوں کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ﴾ (النساء ۲۳)

اولاد پر باپ کی منکوحہ کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (النساء ۲۲)

اور باپ پر بیٹے کی بیوی اور بہو کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَحَلَائِلُ اَبْنَائِكُمْ﴾ (النساء ۲۳)

الغرض مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ ازدواجی تعلق کا دارومدار محض شہوت رانی پر نہیں بلکہ یہ

مقدس رشتہ اور تعلق ہے اور دور رس نتائج کا حامل ہے ایک دفعہ نکاح منعقد ہو جائے تو حتی الامکان اس تعلق کو برقرار رکھنا ضروری ہے بلا وجہ مرد کا طلاق دینا یا عورت کا خلع کرانا نگاہ شرع میں سخت ناپسندیدہ ہے۔

گناہ طلاق اور خلع

"فروع کافی جلد دوم" میں علامہ کلینی نے متعدد روایات ایسی درج کی ہیں جن سے طلاق کا اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے ہاں انتہائی مبغوض ہونا اور موجب لعنت ہونا واضح ہوتا ہے۔

(1) ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان اللہ عز و جل یحب البیت الذی فیہ العروس ویبغض البیت الذی فیہ الطلاق وما من شیء ابغض الی اللہ عز وجل من الطلاق﴾

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ اس گھر کو پسند فرماتا ہے جس میں شادی شدہ عورت نکاح کر کے لائی گئی ہو اور اس گھر کو ناپسند فرماتا ہے اور اس سے بغض رکھتا ہے جس میں طلاق ہو اور کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں طلاق سے زیادہ مبغوض اور قابل نفرت نہیں ہے۔

(۲) ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سمعت ابی یقول ان اللہ تعالی یبغض المطلاق﴾

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو مبغوض رکھتا ہے جو بکثرت طلاق دینے والا ہے۔

(۳) ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ما من شیء مما احلہ اللہ ابغض الیہ

من الطلاق وان الله یبغض المطلاق الذواق﴾

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں حلال فرمودہ اشیاء میں سے کوئی چیز طلاق سے بڑھ کر مبغوض اور ناپسندیدہ نہیں ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ طلاقیں دینے والے شخص اور ذائقے بدلنے والے شخص کو ناپسند فرماتا ہے

(۲) امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

﴿فقال رسول الله ﷺ ان الله یبغض او یلعن کل ذواق من الرجال او ذواقة من النساء﴾

تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ بغض رکھتا ہے یا لعنت فرماتا ہے اس مرد پر جو نئی لذت حاصل کرنے کے لئے پہلی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور اس عورت پر جو نئے خاوند سے لذت اٹھانے کے لئے پہلے خاوند سے علیحدگی اختیار کرتی ہے (خلع یا مبارات وغیرہ اختیار کرتی ہے)۔

(فروع کافی جلد دوم صفحہ ۲۷۹، ۲۸۰)

اسی مضمون کی روایات کتب اہل سنت والجماعت میں بھی بکثرت موجود ہیں صرف ایک روایت درج کی جاتی ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

﴿ایما امراءة سالت زوجها طلاقا فی غیر ما باس فحرام علیها رائحة الجنة﴾

(مشکوۃ باب الخلع والطلاق ۲۸۳ بحوالہ ترمذی ج ۱ ص ۱۴۲، ومسند احمد ج ۲ ص ۲۱۸، وابوداؤد ج ۱ ص ۲۲۱، وابن ماجہ ص ۱۴۸، والدارمی ج ۲ ص ۱۶۲)

جو عورت اپنے خاوند سے بلا ضرورت طلاق کا مطالبہ کرتی ہے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے الغرض فریقین کی روایات سے یہ بات قطعی طور پر محقق ہے کہ طلاق اور خلع بلا ضرورت

سخت ناپسندیدہ ہے۔

کلام مجید نے ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾ (البقرۃ ۲۲۹) میں اس شرط کے ساتھ خلع کو مشروط ٹھہرایا کہ اگر زوجین کو یہ خطرہ لاحق ہو کہ وہ دونوں حدود اور احکام خداوند تعالیٰ پر قائم نہ رہ سکیں گے تب عورت کچھ فدیہ دے دے تو اس میں حرج نہیں یہ واضح کر دیا کہ اس قسم کے خطرہ کے اندیشہ کے بغیر خلع اور فدیہ دینا حرج سے خالی نہیں ہے اختلافات پیدا ہو جانے پر وقوع طلاق سے قبل حتی المقدور مصالحت کا ذکر کر کے بھی کلام مجید نے طلاق کے مبغوض اور ناپسندیدہ ہونے کو واضح کر دیا ہے ارشاد خداوندی ملاحظہ ہو۔

مصالحتی کوشش

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا﴾ (النساء ۳۵)

اگر تم (اے حکام) خاوند اور بیوی کے درمیان اختلاف اور ازدواجی تعلقات کے بگڑنے کا خطرہ محسوس کرو تو ایک حکم اور ثالث خاوند کی طرف سے اور اس کے اہل کی طرف سے اور دوسرا عورت کی طرف سے اور اس کے اہل کی طرف سے مقرر کرو، اگر وہ دونوں اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا۔

عورت کی طرف سے نشوز

اور عدم موافقت کا خطرہ درپیش ہو تو فوراً طلاق دینے اور فارغ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے۔

﴿وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَ

اضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا﴾ (النساء ۳۴)

اور جن کی نافرمانبرداری کا تم کو خوف ہو تو ان کو نصیحت کرو اور ان کو بستروں میں علیحدہ چھوڑ دو اور ان کو مارو پیٹو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرلیں تو ان پر بے جا زیادتی نہ کرو۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ حتی الامکان اس رشتہ کا برقرار رکھنا ضروری ہے اور اس کا منقطع کرنا منشاء ایزدی کے خلاف ہے۔

طلاق رجعی کے بعد

اگر بالفرض اختلاف ونشوز کا انجام طلاق کی صورت میں ظاہر ہو لیکن طلاق ایسی ہو جس میں رجوع ہوسکتا ہے تو خاوند اور بیوی کے تعلقات بحال کرنے کا موقع دیتے ہوئے فرمایا۔

﴿وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ﴾ (البقرۃ ۲۲۸)

ان کے خاوندوں کو ان کی طرف رجوع کا زیادہ حق ہے یعنی بجائے نئے خاوند کے اگر سابقہ خاوند اس عورت کو دوبارہ بیوی بنا کر رکھنا چاہے تو پہلا حق اس کا ہے اگر عورت سابقہ خاوند کی طرف رغبت رکھتی ہے تو اس کے ورثا کو رکاوٹ ڈالنے کا کوئی حق نہیں۔

﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ﴾ (البقرۃ ۲۳۲)

تو انہیں نہ روکو اس سے کہ وہ اپنے پہلے خاوندوں کے ساتھ نکاح کریں اس حکم خداوندی سے بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالی کا منشا یہی ہے کہ خاوند نئی نئی عورتیں عقد میں نہ لاتا رہے اور نہ ہی عورت نئے نئے خاوند بناتی رہے۔

منکوحات کی تحدید اور امتیاز نوع انسانی

ا۔ بقاء نوع انسانی کے لئے جہاں نکاح اہم ضرورت تھی اور اس کا جائز رکھنا منشاء ایزدی کے عین مطابق تھا وہاں عام حیوانات اور اشرف المخلوقات میں فرق کا ملحوظ رکھنا بھی لازمی تھا لہذا اسب

سے پہلے تو منکوحات کی تحدید فرمادی گئی ارشاد ربانی ہے۔

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ (النساء۳)

پس نکاح کرلو ان عورتوں سے جو تم کو پسند آجائیں دو دو تین تین چار چار سے چار سے زیادہ کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیکر پھر ان میں باہم عدل و انصاف نہ کر سکنے کی صورت میں صرف ایک پر اکتفاء کرنے کا حکم دیا۔

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء۳)

اگر تمہیں اندیشہ لاحق ہو کہ متعدد بیویوں میں انصاف نہ کرسکو گے تو پھر ایک کے ساتھ نکاح پر اکتفا کرو یا پھر حرائر اور آزاد عورتوں کی بجائے لونڈیوں کے ساتھ ازدواجی مقاصد کی تکمیل کرلو کیونکہ ان میں باہمی مساوات لازمی نہیں ہے۔

﴿اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾ (النساء۳)

یہ بات ناانصافی سے بچنے کے لئے زیادہ اقرب اور مناسب ہے اس کے برعکس سانڈ اور فعل حیوانی اور موشات کے نہ ایک دوسرے پر واجب الاداحقوق اور نہ ہی انصاف وعدالت کی پابندی اور نہ ہی تحدید اناث۔ لہذا انسانیت کا شرف وفضل اس امر کا مقتضی ہے کہ مردوں کے لئے عورتوں کی حد معین ہو۔

۲۔ نکاح کے لئے حق مہر لازمی ہے۔

﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ﴾ (النساء۲۴)

ان حرام عورتوں کے علاوہ سب عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں کہ تم مال خرچ کر کے ان کی خواستگاری کرو اور اس کے علاوہ عورت کے لئے نان ونفقہ، لباس، بستر اور مکان و رہائش گاہ بھی لازم ہے فرمان باری تعالی ہے۔

﴿وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (البقرة۲۳۳)

خاوند پر بیویوں کے لئے نفقہ اور پوشاک ولباس معروف ومناسب طریقہ پر مہیا کرنا لازم ہے اور امر خداوند تعالیٰ ہے۔

﴿وَاَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ﴾ (الطلاق ٦)

ان کو وہیں ٹھہراؤ جہاں تم ٹھہرو اور سکونت اختیار کرو اور شیعہ سنی کی کتب تفاسیر اور کتب احادیث میں بصراحت یہ احکام واضح کردئے گئے ہیں۔ لہذا انسان کو دوسرے حیوانات پر اس لحاظ سے بھی امتیاز حاصل ہے کہ وہ منافع بضع حاصل کرنے کے لئے اور مقصد نکاح کی تکمیل کے لئے ان امور کا بھی التزام کرے۔ محض فریقین کی رضامندی یا فقط حق مہر کا لزوم کافی نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ ایسے امور نہیں جن میں انسان کو کوئی امتیاز حاصل ہو جائے باہمی تراضی اور رضامندی تو حیوانات میں بھی ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی جانور بھی کچھ نہ کچھ پیشگی دے ہی دیتے ہیں مرغ دانہ دنکا تلاش کر کے مرغی کو آواز دیتا ہے اور جب وہ اس کو کھالیتی ہے تو مرغ جلدی اس کا بدلہ وصول کرلیتا ہے پھر مرغ میں اور انسان میں کیا فرق ہوا لہذا اس رشتہ کا تقدس اس امر کا مقتضی ہے کہ مرد بیوی کی جملہ ضروریات کا اس طرح کفیل ہو جیسے کہ اپنی ضروریات کا کیونکہ وہ اس مقدس رشتہ کے بعد بمنزلہ شیءِ واحد کے ہیں بلکہ ناگزیر وجوہ سے رشتہ نکاح منقطع ہو جانے پر بھی ایام عدت میں فی الجملہ خرچ اور مسکن لازم ہے کیونکہ اس کا تعلق بھی اسی ازدواجی مقدس رشتے سے ہے۔

۳۔ خاوند اور بیوی کے درمیان وراثت کا جاری ہونا بھی اس رشتہ کے تقدس اور ان کے یک جان اور دو قالب ہونے کی دلیل ہے ارشاد خداوندی ہے۔

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ﴾ (النساء ١٢)

یعنی بیوی کے ترکہ میں سے خاوند کے لئے نصف ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو اور اولاد ہونے کی صورت میں خاوند کو چوتھائی حصہ ملے گا۔

﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ﴾ (النساء ١٢)

اور بیوی کے لئے تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی (1/4) حصہ ہوگا اگر تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر ان کو آٹھواں حصہ ملے گا جہاں نسبی اور خونی رشتہ کو موجب وراثت قرار دیا گیا ہے وہاں اس کسبی رشتہ کو بھی موجب وراثت قرار دیا گیا ہے جس سے اس رشتے کا تقدس واضح ہے اور اس کا دوام واستمرار مطلوب عند الشرع ہونا ظاہر ہے

متعہ اسلام، قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ کی روح کے خلاف ہے

اس کے برعکس متعہ میں نہ نان ونفقہ لازم، نہ رہائش گاہ اور مکان مہیا کرنے کی پابندی نہ تعداد ممتوعات کا تعین۔ بلکہ ہزاروں سے بھی جائز نہ عدل وانصاف اور مساوات لازم نہ خلع اور طلاق کی ضرورت نہ مصالحت اور ثالثی کی گنجائش نہ نشوز اور نافرمانبرداری سے روکنے کے لئے مار پیٹ کی رخصت اور نہ ہی دوران عقد متعہ زوجین میں سے کسے کے مرنے پر وراثت جاری ہوتی ہے اسی طرح نہ دوران عدت نفقہ وغیرہ لازم۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ عقد عظمت انسانی کے مطابق نہیں اور اسے ایک مقدس رشتہ کے طور پر نہیں بلکہ حیوانات کی طرح محض شہوت رانی اور ہوائے نفسانی اور خواہشات ردیہ رذیلہ کی تکمیل کے لئے اختیار کیا گیا ہے اس پر کسی ثواب اور درجہ کا ترتب تو دور کی بات ہے یہ بذات خود منشاء ایزدی کے خلاف ہے قران مجید اور سنت رسول ﷺ اور روح اسلام کے سراسر منافی ومخالف ہے اور اللہ تعالی کی نگاہ میں مبغوض ترین فعل اور موجب لعنت عمل ہے یہ صرف مرد اور عورت کے لئے ہر روز نئی لذت چکھنے اور اور ذائقہ بدلنے کے لئے تیار کردہ ایک پروگرام ہے اور قوم کے بچوں بچیوں کو بے راہ رو اور غلط کار بنانے کے لئے ایک شیطانی چال ہے۔ ﴿نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَالِكَ﴾

ان تمہیدی کلمات کے بعد ہم اب اس فعل وعمل اور نظریہ وعندیہ کی حرمت قرآن مجید

احادیث رسول ﷺ اور دلالت عقل وخرد سے ثابت کرتے ہیں۔

متعہ کی حرمت از روئے قرآن مجید

اہل سنت والجماعت اور روافض کے درمیان اگر کوئی دلیل متفق علیہ ہو سکتی ہے تو وہ صرف اور صرف کلام مجید ہے اگر چہ جمہور روافض کے نزدیک یہ قرآن اصلی نہیں اور اس میں تحریف اور تقدیم وتاخیر موجود ہے تاہم مجبوراً ان کو جو کچھ اس میں ہے تسلیم کرنا پڑتا ہے اور امام مہدی علیہ السلام کے ظہور تک مجبوراً انہیں اس قرآن مجید کے احکام پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔ مگر بعد میں بقول ان کے، اصلی امام مع اصلی قرآن کے ظہور پزیر ہوگا۔ لہذا اس وقت یہ قرآن نا قابل اعتبار ہوگا۔ لیکن بہر حال اس وقت تک تو یہی کلام مجید واجب العمل ہے۔ لہذا اس کی روشنی میں مسئلہ متعہ وغیرہ کی تحقیق وتدقیق ضروری ہے۔

ا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا﴾ (النساء۳)

شیعی ترجمہ مقبول

تو عورتوں میں سے جو تم کو پسند آئیں دو دو تین تین چار چار سے نکاح کرلو پھر اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ ان کے مابین بھی عدالت نہ کر سکو گے تو منکوحہ ایک ہی ہو یا لونڈیاں جو تمہاری ملکیت میں ہوں یہ بات ناانصافی سے بچنے کیلئے اقرب ہے۔

وجہ استدلال

جملہ حلال اور پسندیدہ عورتوں میں سے صرف دو یا تین یا چار کے ساتھ نکاح کو حلال

ٹھہرایا گیا ہے حالانکہ متعہ میں عورتوں کی تعداد متعین نہیں حتیٰ کہ ہزار عورتوں کی ساتھ بھی بیک وقت متعہ شیعہ صاحبان کے نزدیک درست ہے لہٰذا ممتوعہ عورتیں ماطاب لکم من النساء میں داخل نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی عقد متعہ کو نکاح شرعی قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ اس میں آخری حد جواز چار ہے اور متعہ میں یہ حد نہیں۔

نیز اندیشہ ناانصافی اور عدم مساوات کا ہو تو اس صورت میں ایک عورت کے ساتھ نکاح حلال ہے یا لونڈیوں اور مملوکہ باندیوں پر اکتفا کا حکم ہے حالانکہ متعہ میں مساوات اور عدل و انصاف لازم نہیں لہٰذا اس کا استثناء بھی لازم تھا یعنی اگر ناانصافی کا خطرہ درپیش ہو تو نکاح نہ کرو بلکہ متعہ کرلو یا ایک پر اکتفا کرو یا پھر صرف مملوکہ باندیوں کے ساتھ مباشرت پر اکتفا کرو۔ علی الخصوص جب کہ ایک بیوی کے ہوتے ہوئے بھی نان نفقہ وغیرہ میں ناانصافی ہو سکتی ہے اور لونڈیوں کا خرچ اور لباس وغیرہ بھی لازم ہے اس میں کوتاہی ہو سکتی ہے اور عقد متعہ میں صرف اجرت لازم ہے اور اس کی ادنیٰ مقدار بھی متعین نہیں حتیٰ کہ ایک مٹھی گندم یا مسواک پر بھی متعہ ہو سکتا ہے لہٰذا اس میں ناانصافی اور ظلم و زیادتی کا احتمال بہت کم بلکہ کالعدم تھا تو اس کا ذکر ازحد ضروری تھا لہٰذا اس کو نظر انداز کرنا اور صرف دو صورتوں پر اکتفا کرنا دلیل حصر و تخصیص ہے۔

لہٰذا اس آیت مبارکہ کا صریح مفہوم اور واضح معنی اس امر کی بین دلیل ہے کہ قرآن مجید متعہ کی نفی کرتا ہے اور اس کو قطعاً جائز نہیں رکھتا۔

۲۔﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ (النور ۳۳)

شیعی ترجمہ مقبول

اور جن کو تم میں سے نکاح میسر نہ ہو ان کو عفت برتنی چاہیے یہاں تک کے اللہ تعالیٰ ان

کو اپنے فضل سے غنی کر دے۔

وجہ استدلال

نکاح کے لوازمات میں مہر کے ساتھ ساتھ نان ونفقہ اور لباس ور ہائش کا بندوبست بھی داخل ہیں لہذا ان لوازمات کا متحمل نہ ہونے کی صورت میں عورتوں سے الگ رہنے اور خواہشات نفس پر قابو رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور یسار اور وسعت مالی کا انتظار کرنے کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ متعہ میں قلیل ترین اجرت ہی سے کام چل سکتا تھا۔

نہ نان ونفقہ نہ لباس و پوشاک اور بستر وغیرہ کا بوجھ نہ مکان نہ رہائش کی کلفت ایسی صورت میں استعفاف اور پاک دامنی کا حکم اور خواہشات نفس پر کنٹرول اور زنا سے اجتناب کا حکم دینے کا کیا معنی؟ صاف صاف بتا دیا جاتا کہ نکاح کی طاقت نہ ہو تو متعہ کر لو اور اس کی طاقت نہ ہو تو کسی بھائی سے وقتی طور پر لونڈی بطور عاریت لے لیا کرنا لہذا ایسی ضرورت کے وقت بھی متعہ اور تحلیل فرج کا نام نہ لینا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ ان کا شرعا کوئی وجود نہیں اور عنداللہ ان کی کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔

ملا محسن فیضی "تفسیر صافی ج ۲ص ۵۲" میں لکھتا ہے۔

﴿المشهور فی تفسیر ها لیجتهدوا فی قمع الشهوة وطلب العفة بالریاضة لتسکین شهوتهم کما قال النبی ﷺ یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاءه﴾

شیعی مترجم مقبول حاشیہ قرآن میں اس کا ترجمہ کرتے لکھتا ہے۔

"تفسیر صافی" میں ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں یہ امر مشہور ہے کہ جن لوگوں کو نکاح کا سامان یا ذریعہ میسر نہ ہو انہیں لازم ہے کہ شہوت کے قلع قمع کرنے میں بہت کوشش کریں۔ اور

طبیعت کے جوش کو ساکن کرنے کے لئے اور عفیف رہنے کے لئے زیادہ عبادت بجالائیں جب کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا اے نوجوانوں! تم میں سے جسے شادی کرنے کی استطاعت ہو وہ ضرور شادی کرے اور جسے اسباب نکاح میسر نہ ہوں تو اسے لازم ہے کہ روزے رکھا کرے کہ روزہ رکھنا قاطع شہوت ہے۔ (صفحہ نمبر ۵۶۵، حاشیہ نمبر ۵)

۳۔ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (النساء ۲۵)

شیعی ترجمہ مقبول

اور جو تم میں سے اتنا مقدور نہ رکھتا ہو کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرلے جو تمہارے قبضے میں ہوں اور اللہ تمہارے ایمان سے خوب واقف ہے تم ایک دوسرے کے ہم جنس ہو پس ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو اور ان کی مہر نیکی کے ساتھ ان کو دے دو (وہ) عفیفہ ہوں نہ بدکاریں اور نہ چوری چھپی آشنائی کرنے والیاں پھر جب وہ نکاح میں آجائیں اور بدکاری کریں تو ان کو آزاد عورتوں کی بہ نسبت آدھی سزا دی جائے گی یہ تجویز (یعنی لونڈیوں کے ساتھ نکاح کا جائز رکھنا) ان کے لئے ہے جو تم میں سے زحمت تجرد سے ڈرتے ہیں اور صبر کرنا تمہارے لئے بہت ہی اچھا ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

(مقبول ترجمہ، صفحہ نمبر ۹۷)

''العنت'' کا ترجمہ زحمت تجرد کرنے کے بعد حاشیہ میں لکھتا ہے ''العنت'' کے معنی ہیں جوڑنے کے اور ہڈی کے ٹوٹ جانے کے اور استعارۃً ہر مشقت اور ضرر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے یہاں مطلب یہ ہے کہ ایسے گناہ سے ڈرتا ہو جس کا ارتکاب غلبہ شہوت سے ہو جائے۔

وجہ استدلال

جس شخص میں آزاد عورت کے ساتھ نکاح کی قدرت و استطاعت نہیں اس کے لئے مومن لونڈیوں کے ساتھ ان کے مالکوں کی اجازت سے اور مناسب اجرت اور حق مہر دے کر نکاح کرنا جائز رکھا گیا ہے تاکہ زنا کا ارتکاب نہ کر بیٹھے۔ اگر متعہ یا بطور عاریت فرج کا استعمال جائز ہوتا تو قطعاً خوف زنا کے پیش نظر لونڈیوں کے ساتھ نکاح جائز نہ رکھا جاتا کیونکہ متعہ میں صرف اجرت لازم ہے اور عاریت الفرج میں اجرت بھی لازم نہیں بلکہ صرف مالک کا بار احسان۔ کہ میں نے اپنی لونڈی تجھ پر حلال کر دی اور بس۔ لہذا ان دونوں صورتوں کے جائز ہوتے ہوئے لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے اور اجرت و حق مہر دینے کی پابندی کیوں ہوتی؟ متعہ میں اجرت دینا پڑتی ہے تو عقد میں بھی حرہ اور آزاد عورت کو لایا جاتا ہے نہ کہ لونڈی کو کہاں آزاد عورت کا مقام اور کہاں لونڈی جس کی نہ صحیح ترتیب و تہذیب نہ حرمت و عزت نہ معاشرہ میں کوئی خاص مقام اور پھر اولاد پیدا ہوگی تو لونڈی والے کی غلام ہو جائے گی اور بغیر قیمت ادا کئے ان کو آزاد نہیں کرا سکے گا ایسی صورت میں حرہ عورت کے ساتھ متعہ کا جواز بہت بڑی نعمت ہوتا جس میں سوائے اجرت کے کوئی خرچہ وغیرہ بھی لازم نہ ہوتا اور اولاد بھی رقیق و غلام نہ بنتی لہذا متعہ کا ذکر نہ کرنا اور لونڈی کے فرج کا بطور عاریت حاصل کرنے کا ذکر بھی نہ کرنا جو نکاح اور حق مہر کے لزوم سے زیادہ سود مند صورت تھی اس امر کا واضح و بین ثبوت ہے کہ متعہ اور عاریت فرج کا قرآن کی نگاہ میں کوئی جواز نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قطعاً یہ فعل جائز نہیں ورنہ ایسی مجبوری

اور اضطرار والے موقع پر اس کا ذکر ضرور کیا جاتا اور جب نہیں اور قطعاً نہیں تو معلوم ہوا کہ از روئے قاعدہ (السکوت فی معرض البیان بیان) حلال طریقے پر عقد کی دو صورتیں ہیں یا حرہ عورت کے ساتھ نکاح اور اس کی استطاعت نہ ہو تو کسی کی مومنہ لونڈی کے ساتھ نکاح اس کے علاوی تیسری صورت عقد کی موجود نہیں ہے اور نہ حلال و روا ہے علاوہ ازیں اللہ تعالی نے فرمایا۔

﴿وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (النساء)

اور اگر صبر سے کام لو اور لونڈیوں سے نکاح بھی نہ کرو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے آزاد عورت سے تو نکاح کی طاقت نہیں تھی اور لونڈیوں سے نکاح نہ کرنا بھی بہتر تا کہ اولا د رقیق اور غلام نہ بن جائے اپنی لونڈی ہوتی تو دوسروں کی لونڈی سے نکاح کی ضرورت نہ ہوتی لہذا نہ آزاد عورت سے نکاح نہ اپنی لونڈی موجود رہی دوسروں کی لونڈی سے نکاح والی صورت تو اس سے بھی اجتناب بہتر۔ تو ایسی صورت میں متعہ اور عاریت الفرج جیسی آسان صورت اور نعمت خداوندی کا ذکر نہ کیا جانا اور صرف صبر کی تلقین کرتے جانا بھی اس امر کی بین دلیل ہے کہ وہ صورتیں شرعا درست نہیں ہیں ورنہ ادھر ترغیب دلا کر زنا سے بچنے کی تلقین ضرور کی جاتی۔

﴿قال الله تعالى: وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّاوَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ﴾ (النساء۲۴)

اور ان حرام عورتوں کے علاوہ سب تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں کہ تم ان کی خواستگاری کرو اپنے مال خرچ کر کے درآنحالیکہ تم پاکدامنی حاصل کرنے والے ہو، محض شہوت رانی تمہارا مقصد نہ ہو۔

وجہ استدلال

اس آیت مبارکہ میں محرمات کے علاوہ دیگر تمام عورتوں کا حلال ہونا بیان کر دیا گیا ہے

مگر اس صورت میں کہ مال خرچ کر کے ان کی خواستگاری کی جائے لہذا جس عورت میں محض مالک کا حلال کہہ دینا کافی سمجھا گیا ہو تو اس کی حرمت بھی واضح ہوگئی جس کو روافض نے عاریت یا تحلیل فرج کا نام دے رکھا ہے دوسرا اس خواستگاری کا مقصد احصان اور نفس کا تحفظ ہو محض مادہ منویہ کا ظرف خالی کرنا اور فقط حرارت نطفہ سے تسکین حاصل کرنا مقصود نہ ہو اور یہ امر ظاہر ہے کہ متعہ میں صرف اور صرف گرم پانی نکالنا اور اس کی حرارت اور ہیجان سے تسکین حاصل کرنا مقصد ہوتا ہے اور بالخصوص لواطت کا بھی یہی مقصد ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ خود روافض کے نزدیک متعہ موجب احصان نہیں ہوتا ورنہ زنا کا مرتکب ہونے کی صورت میں اس کو رجم کیا جاتا حالانکہ ہزار بار متعہ کرنے کے باوجود اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں عورتوں کے ساتھ متعہ کے باوجود اس شخص کو زنا کی صورت میں سنگسار نہیں کیا جا سکتا اور اس طرح عورت سینکڑوں مردوں کے ساتھ متعہ کرے پھر بھی محصنہ نہیں اس لئے بصورت زنا سنگسار نہیں ہو سکتی جب تک مستقل نکاح نہ کرلے لہذا واضح ہو گیا ہے کہ محصنین میں وہی لوگ داخل ہیں جن کا مقصد نکاح شرعی کے قلعہ میں نفس کو پابند کر کے اسے عفیف بنانا ہو جیسا کہ محصنات میں بھی وہی عورتیں ہیں جو مستقل نکاح کے ذریعے اپنے آپ کو عفیف بنا چکی ہوں کنواری عورت خواہ جتنی مرتبہ زنا کرے اس کو رجم نہیں کیا جا سکتا اس کو صرف سو کوڑے ہی لگائے جائیں گے اور یہی حکم متعہ کا بھی ہے لہذا یہ لوگ مسافحین میں داخل ہیں نہ کہ محصنین میں ۔ اور ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ﴾ میں تحریم کا تعلق ان عورتوں کے نکاح کے ساتھ تھا لہذا ﴿أُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ میں حلت کا تعلق بھی محرمات کے علاوہ دیگر عورتوں کے نکاح سے ہوگا اور قاعدہ یہ ہے کہ نفی و اثبات قیود کی طرف راجع ہوتے ہیں لہذا حلال وہی نکاح ہوگا جو موجب احصان ہو اور متعہ ایسا عقد نہیں جو موجب احصان ہو لہذا حلت کا بھی اس سے تعلق نہیں ہو سکتا بلکہ صرف اور صرف نکاح دائمی ہی حلال ٹھہرے گا۔

ف: اسی ضمن میں ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ﴾ کا معنی و مفہوم بھی واضح ہو جائے گا۔ کہ جب تمہارے لئے حق مہر کے ذریعے اور اموال صرف کر کے عورتوں کی خواستگاری اور ان سے نکاح حلال کر دیا گیا ہے تو اس حلال فعل پر عمل کی صورت میں مترتب نتائج واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم ان کے ساتھ نکاح کے ذریعے نفع اندوز ہو جاؤ وران سے لذت جماع حاصل کرلو تو نکاح میں ان کو مقرر حق مہر پورا پورا وہ جو اللہ کی طرف سے فرض کیا ہوا ہے محض نکاح کے حلال ٹھہرانے پر تو مہر دینا لازم نہیں تھا بلکہ صرف نکاح سے بھی پورا مہر لازم نہیں آتا تھا جب تک حقیقتاً یا حکماً مباشرت نہ پائی جائے اس لئے فرمایا کہ جب تم نے ان سے نفع حاصل کرلیا ہے تو ان کو ان کا مقرر حق دو مثلاً زنا حرام ہے مگر جب کوئی اس کا ارتکاب کرے گا تو سزا کا مستحق ہوگا اس طرح نکاح محرمات کے ماسوا سے حلال ہے۔

اور مہر دینا لازم مگر اس وقت جب اس عقد سے کوئی منفعت بھی حاصل کرلے نہ کہ محض عقد سے پورا مہر لازم ہو جائے گا حتی کہ اگر قبل از مباشرت طلاق ہو جائے تو نصف مہر لازم ہوگا۔

کما قال الله تعالى: ﴿فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ﴾ الحاصل اس آیت کریمہ میں ﴿اُحِلَّ لَكُمْ مَاوَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ پر مترتب ہونے والے ایک اور نتیجہ اور متفرع ہونے والے ایک اور حکم کا بیان ہے جس پر ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ﴾ کی فاء صراحتہً دلالت کر رہی ہے۔ یعنی جن عورتوں کے ساتھ حق مہر کے ذریعے نکاح تمہارے لئے حلال ٹھہرایا ہے۔ جب تم ان سے جماع کے ساتھ متمتع ہو جاؤ تو پورا پورا حق مہر ان کو دو یہی معنی اس آیت کریمہ کا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے جیسے کہ ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور نحاس نے اپنے ناسخ میں نقل کیا ہے۔

﴿عن ابن عباس رضی الله تعالى عنهما فی قوله تعالى فما استمتعتم به

منهن فاتوهن اجورهن فريضة "يقول اذا تزوج الرجل منكم المرأة ثم نكحها واحدة فقد وجب صداقها كله والاستمتاع هو النكاح وهو قوله واتوا النساء صدقاتهن نحلة "﴾ (تفسیر در منثور جلد ۲ صفحہ ۱۳۹)

کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کریمہ ﴿فما استمتعتم﴾ الآیہ کی تفسیر میں یوں منقول ہے کہ جب تم میں سے ایک شخص عورت کے ساتھ عقد کرے اور پھر ایک دفعہ اس سے مباشرت کرے تو پورا حق مہر اسے ادا کرنا لازم ہوگا اور اس استمتاع سے مراد جماع و مباشرت ہے اور یہ فرمان اللہ تعالیٰ کے اس دوسرے ارشاد کے بالکل مطابق ہے یعنی ﴿"آتُوا النِّسَآءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً"﴾ کہ عورتوں کو ان کے حق مہر بطور عطیہ دو۔

نوٹ:۔ شیعہ صاحبان حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات کو بڑی اہمیت دیتے ہیں کیا ہم توقع رکھ سکتے ہیں کہ یہ روایت بھی شرف قبولیت پائے گی

سوال:۔ استمتاع کا لفظ جو قرآن مجید میں وارد ہوا ہے وہ عرف خاص اور اطلاقات شرع میں عقد متعہ کے معنی میں ہے اور اصل یہ ہے کہ کلمات قرآن کو معانی شرعیہ پر محمول کرنا چاہیے لہذا متعہ کا جواز قرآن مجید سے ثابت ہو گیا

جواب اول:۔ بیشک اصل یہی ہے کہ کلمات قرآنی کو معانی شرعیہ پر محمول کرنا چاہیے لیکن اس وقت جب اس کا سیاق وسباق اس سے مانع ہو اور اس آیت کریمہ سے پہلے ﴿"مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ"﴾ موجود ہے جو اس معنی کے منافی اور ممانع ہے جیسے کہ وجہ استدلال میں بیان کیا جا چکا ہے۔

جواب دوم:۔ معنی شرعی کا مراد ہونا خود شیعی قواعد و ضوابط کے خلاف ہے ورنہ لازم آئے گا کہ محض عقد متعہ کی صورت میں پوری اجرت ادا کرنی لازم ہو حالانکہ شیعہ مذہب میں عورت نے بغیر عذر شرعی کے جتنے دن مرد کی خواہش پوری نہ کی اتنے دن کی اجرت کی حقدار نہیں ہوگی اور اگر

عورت اور اس کے اقارب رکاوٹ بنے رہے اور یونہی مدت عقد گزر گئی تو وہ عورت ایک پائی کی بھی حقدار نہ ہوگی جیسے کہ دوسری جگہ مفصل طور پر اسے بیان کیا گیا ہے اور اگر مباشرت اور جماع کے ذریعے تمتع اور نفع اندوزی مراد لی جائے تو یہ شرعی معنی نہیں بلکہ لغوی ہے لہذا جواز متعہ پر اس سے استدلال باطل ہوگیا رہا لغوی معنی کا مراد ہونا تو وہ نکاح دوام کے منافی نہیں ہے بلکہ اس میں بھی پورا حق مہر ادا کرنا اسی وقت لازم ہوتا ہے جب مباشرت حقیقی یا حکمی پائی جائے بلکہ نکاح دوام میں صرف ایک بار جماع سے پورا حق مہر ادا کرنا لازم ہوتا ہے جبکہ متعہ میں محض ایک مرتبہ جماع سے پوری اجرت ادا کرنی لازم نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے بعد عمداً کوتاہی کرنے پر بقیہ اجرت کا استحقاق ختم ہو جائے گا تو اس طرح استمتاع مطلق پر اجرت وحق مہر کی ادائیگی کا لزوم نکاح دوام مراد ہونے کا مرجح بن جائے گا نہ کہ عقد متعہ مراد ہونے کا قرینہ مرجحہ۔

سوال:۔ قول باری تعالی میں ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ﴾ وارد ہے اور اجرت کا لفظ حق مہر پر نہیں بولا جاتا اور نہ نکاح دوام میں اس کا استعمال ہوتا ہے بلکہ عوض مالی کو نکاح دوام کی صورت میں مہر یا صدقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے لہذا ثابت ہوا کہ یہاں پر متعہ شرعی معنی میں ہے تو اس آیت کریمہ سے اسکا جواز ثابت ہوگیا۔

جواب:۔ سراسر غلط توہم اور بے بنیاد شبہ ہے کہ لفظ اجرت حق مہر کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ اس آیت کے ذرا بعد لونڈیوں کے ساتھ ان کے موالی کی اجازت سے نکاح کرنے کی رخصت دیتے ہوئے میں فرمایا۔

﴿فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (النساء ۲۵) یعنی ان کے ساتھ ان کی موالی کی اجازت سے نکاح کرلو اور انہیں ان کی اجرتیں (حق مہر) معروف طریقہ پر ادا کردو۔ اس طرح حضرت شعیب علیہ السلام سے بطور حکایت کلام مجید میں وارد ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔

﴿اِنِّی اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَکَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ﴾ (القصص)

میں یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کروں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال تک اپنی خدمات بطور اجرت (حق مہر) پیش کرو لہذا یہاں بھی حق مہر کو اجرت کے ساتھ تعبیر فرمایا گیا ہے نیز خود سرور عالم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا۔

﴿اِنَّا اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْ آتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ﴾ (احزاب ۵۰)

اے نبی ﷺ ہم نے آپ کے لئے آپ کی وہ بیویاں حلال ٹھہرائی ہیں جن کی اجرتیں یعنی حق مہر آپ دے چکے لہذا نصوص قرآنیہ سے یہ دعوی باطل ہو گیا کہ حق مہر کو اجرت سے تعبیر نہیں کیا جاتا علاوہ ازیں مسلمہ قاعدہ ہے کہ علاقات مجاز میں جامعیت و واقعیت اور اطراد و انعکاس ہوتا ہے جہاں ایک جگہ ایک علاقہ اور مناسبت کے تحت لفظ کو حقیقت کی بجائے مجازی طریقہ پر استعمال کیا جائے تو اس مناسبت کے تحت دوسری جگہوں میں بھی اس کو استعمال کیا جا سکتا ہے اور یہاں مجاز بالمشاکلت والا علاقہ موجود ہے جس طرح متعہ میں مرد کو عورت کے اندام مخصوص کو استعمال کرنے کے عوض مال ادا کرنا پڑتا ہے نکاح میں بھی مال ادا کرنا پڑتا ہے تو اس صوری مشاکلت اور مناسبت کے تحت اجرت کا لفظ حق مہر پر بھی استعمال ہو گیا لہذا اس میں استحالہ و امتناع کا توہم سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔

سوال :۔ حضرت عبداللہ ابن عباس ابن جبیر ابی ابن کعب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہم نے اس آیت کریمہ کو اس طرح پڑھا ہے۔

﴿فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى﴾

یعنی جن عورتوں سے مدت مقررہ تک استمتاع کرو اور مدت کا تعین صرف عقد متعہ میں ہوتا ہے لہذا عقد متعہ قرآن مجید سے ثابت ہو گیا ملا فتح اللہ کاشانی نے تفسیر منہج الصادقین جلد ۲

صفحہ ۳۸۴ پر کہا۔

''وایں صریح است در ارادۂ عقد متعہ'' وکذا فی مجمع البیان وبرہان متعہ ص ۱۲ تا ۱۶۔ تجلیات صداقت ص ۲۹۸۔

اور علامہ فتح اللہ کاشانی نے منہج صفحہ ۲۸۷ پر کہا'' درقراءت شاذہ ابن عباس وابن مسعود وابی ابن کعب وغیر ایشاں چنیں وارد است کہ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی﴾ وایں قراءت نص است بر صحت متعہ زیرا کہ ﴿اَجَلٍ مُّسَمًّی﴾ یعنی مدت معین در غیر متعہ نمی باشد۔

جواب:۔ اولاً یہ امر ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید تواتر کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اخبار احاد اور قراءت شاذہ کے ساتھ اس کا ثبوت نہیں ہو سکتا اور اس قراءت کا شاذ اور خلاف متواتر ہونا خود شیعی علما کے نزدیک مسلم ہے جس طرح کے عبادت مذکورہ بالا میں تصریح ہے اور قراءت شاذہ کا قرآن نہ ہونا بھی شیعی علماء کے نزدیک مسلم ہے تو پھر اس استدلال کو نص قرآنی سے استدلال کہنا سراسر دھوکہ بازی ہے اور فریب کاری۔

قرآن کریم صرف تواتر سے ثابت ہوتا ہے

اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر اسے ذرا مفصل بیان کرتا ہوں شیعی علامہ ابوالحسن شعرانی نے تفسیر منہج الصادقین کے مقدمہ میں اس ضمن میں مفید اور کارآمد بحث کی ہے اور اپنے اکابر کی زبانی اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے لہذا قارئین کرام اس کی زبانی شیعی نقطہ نظر سنیں

''علمائے اہل سنت وشیعہ متفق اند کہ قرآن باید کہ بتواتر ثابت شود وآنچہ در اخبار آحاد وارد باشد قرآن نیست''

یعنی علمائے اہل سنت اور علمائے شیعہ کا اس پر اجماع واتفاق ہے کہ قرآن تواتر سے

ساتھ ثابت ہونا چاہیے اور وہ جو اخبار واحاد میں وارد ہوتا ہے وہ قرآن نہیں ہے۔

مزید علامہ حلی کے تذکرہ باب القراءت اور نہایۃ الاصول اور دیگر علماء کی کتب سے نقل کرتے ہوئے کہا۔

(ک 21) ''گویند ایں قول براجماع است کسی اثبات قرآن را بخبر واحد جائز ندانستہ'' یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قول اجماعی ہے اور کسی نے قرآن مجید کا خبر واحد کے ساتھ ثابت کرنا جائز نہیں سمجھا سید ابوالقاسم الخوئی نے ''تفسیر البیان'' کے مقدمہ میں کہا۔

﴿اطبق المسلمون بجميع نحلهم ومذاهبهم على ان ثبوت القرآن ينحصر طريقهٗ بالتواتر﴾ (مقدمہ شعرانی، صفحہ ۴۷۳)

تمام مذاہب اور مکاتب فکر کے علماء باہمی اختلاف ونزاع کے باوجود اس امر پر متحد و متفق ہیں کہ قرآن مجید کا طریقہ ثبوت صرف اور صرف تواتر ہی ہے اور یہ حقیقت بھی مسلم کہ ﴿اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ قراءۃ شاذہ ہے تو ان دونوں مسلمہ امور سے واضح ہو گیا کہ نہ تو یہ لفظ قرآن ہے اور نہ اس پر مبنی استدلال قرآن مجید کے ساتھ استدلال ہوالہذا یہ کہنا کہ متعہ قرآن مجید کی نص سے ثابت ہے سراسر خود فریبی ہے اور مسلم فریبی۔

ثانیاً اس قراۃ شاذہ کا جو معنی ومفہوم شیعی علماء نے لیا ہے یعنی عقد متعہ وہ قراءت متواترہ میں واردان کلمات ﴿مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ﴾ سے باطل ٹھہرتا ہے لہذا متواتر کے برعکس شاذ قراءت سے حکم کا اثبات کیونکر جائز ہو سکتا ہے جب کہ نافی اور راور موجب حرمت قطعی ہے اور مثبت ظنی ہے

ثالثاً عقد متعہ مراد لینا استمتاع کے لفظ پر مبنی ہو۔ خوئی کی قراءت پر اجماع شیعہ کے خلاف ہے کہ محض عقد سے پوری اجرت لازم نہیں آتی اس لئے بھی یہ استدلال باطل ہو گیا۔

رابعاً حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ اور دیگر حضرات سے اس قراءت کا منسوخ

ہونا ثابت ہے جیسے کہ درمنثور میں طبرانی اور بیہقی کے حوالہ سے مذکور ہے کہ پہلے پہل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے

فما استمتعتم بہ منھن الی اجل مسمی-----حتی نزلت ھذہ الآیة "حرمت علیکم امھاتکم الی آخر الایة فنسخ الاولی فحرمت المتعة وتصدیقھا من القرآن الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم وما سوی ھذا الفرج فھو حرام"

(درمنثور جلد۲ صفحہ۱۴۰)

یعنی ﴿اِلٰی اَجَلٍ مُسَمًّی﴾ کے اضافہ کے ساتھ (تا) حتی کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھَاتُکُمْ-----﴾

تو اس نے پہلی کو منسوخ ٹھہرا دیا اور متعہ حرام ہو گیا لہذا یہ قراءت ثابت بھی ہو تو وہ منسوخ ہے اور متواتر نص جب منسوخ ہو تو اس سے استدلال درست نہیں تو شاذ اور منسوخ قراءت سے استدلال کیونکر درست ہو سکتا ہے اور اس روایت کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ابتداء اسلام میں متعہ جائز تھا اور قراءت یوں کی جاتی تھی۔

فما استمتعتم بہ منھن الی اجل مسمی،نسختھا محصنین غیر مسافحین

(درمنثور جلد۲ صفحہ۱۴۰،۱۳۹)

پھر اس متعہ کو اس قول باری تعالیٰ ﴿مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ﴾ نے نسخ کر دیا کہ مقصد اس عقد سے عزت و آبرو کا تحفظ ہو اور محض مادہ منویہ کا خارج کرنا مقصود نہ ہو۔حالانکہ متعہ کا بنیادی مقصد ہی یہی ہوتا ہے۔لہذا ان دونوں روایتوں نے واضح کر دیا کہ یہ قراءت منسوخہ ہے

علامہ کاشانی کا انحراف اول

الغرض استدلال کے اس ضعف اور سقم کو ملحوظ رکھتے ہوئے علامہ کاشانی نے پلٹا کھایا اور کہا۔

ہرگاہ مثبت قرآن نباشد چہ مانع باشد از آنکہ بآں حکمے ثابت شود و ما قانعیم بخبر واحد در اں صورت۔

یعنی قراءت شاذہ ہونے کی وجہ سے اگر وہ قرآن نہ ہو اور متعہ کا اثبات قرآن سے نہ ہو تو بھی اس قراءت سے حکم جواز ثابت کرنے میں کون مانع ہے (قرآن نہ سہی خبر واحد سہی) اور ہم اس صورت یعنی جواز متعہ میں خبر واحد پر قناعت کرتے ہیں مگر علامہ کاشانی صاحب کو جب یہ خیال آیا کہ جب متواتر نص اس کے خلاف ہو اور ناسخ ہو تو پھر اس کو خبر واحد کے درجہ میں سمجھتے ہوئے بھی استدلال کیونکر درست ہو سکتا ہے تو پھر دوسری قلابازی کھائی اور کہا۔

علامہ کاشانی کا انحراف دوم

"مشروعیت آں درایت است و نسخ آں روایت و ما طرح نمی کنیم درایت را بروایت"

کہ متعہ کا جائز ہونا قیاس اور دلالت عقل سے ثابت ہے اور اس کا منسوخ ہونا مروی اور منقول اخبار سے ثابت ہے اور ہم دلالت عقل اور درایت و قیاس کو روایت اور خبر کی وجہ سے نظر انداز نہیں کر سکتے الغرض نہ قرآن دلیل ہے اور نہ روایت و اخبار بلکہ شیعی ملت کی عقل ہی متعہ کے جواز کی دلیل ہے باقی سب بہانے اور فریب کاریاں اور قرآن مجید کے کلمات طیبہ ﴿فما استمتعتم الی اجل مسمی﴾ اور ﴿اجورھن﴾ میں سے کسی کے ساتھ بھی استدلال درست نہیں۔ ہے اور علماء شیعہ نے ائمہ کرام کی طرف سے اس طرح کے استدلال کی جو نسبت کی ہے جیسے تہذیب الاحکام وغیرہ میں ہے تو وہ سراسر کذب و افتراء ہے اور خلاف حقیقت واقعہ۔

علامہ ڈھکو صاحب کا انوکھا استدلال

اس آیت کریمہ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ﴾ سے نکاح مراد لیا جائے تو تکرار لازم آتا ہے کیونکہ اس سے پہلے ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ کہہ کر نکاح کا حکم بیان ہو چکا ہے لیکن اس سے عقد متعہ مراد لیا جائے تو اس طرح ایک نیا حکم معلوم ہوگا۔ علماء معانی و بیان کا اتفاق ہے:

﴿التاسیس اولی من التاکید﴾ تاسیس اور نئے معنی کو تاکید پر ترجیح ہوتی ہے۔

الجواب السدید بتوفیق اللہ المجید: قاعدہ مسلم کہ تاکیدی معنی بجائے نئے معنی والی صورت اولی ہوگی مگر اس طرح بھی اس کو متعہ کی حلت پر نص قطعی قرار دینا تو غلط ہو گیا علاوہ ازیں تاسیس صرف عقد متعہ میں ہی منحصر کیوں ہے بلکہ پہلے محرمات کے ساتھ نکاح کی حرمت بیان فرمائی پھر ان کے ماسواء کے ساتھ نکاح کا حق مہر کے بدلے جواز بیان کیا اور اس آیت کریمہ میں بطور تفریع عقد نکاح کے بعد استمتاع اور لطف اندوز ہونے کی صورت میں مہر کامل کا لزوم اور جلد از جلد اس سے سبکدوش ہونے کا حکم دیا اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ محض عقد متعہ سے شیعہ کے نزدیک اجرت لازم نہیں ہوتی بلکہ عقد کے بعد خود عورت یا اس کے اقربا دیدہ دانستہ اس شخص کو مباشرت کا موقع نہ دیں تو اس صورت میں عورت ایک پائی کی بھی حق دار نہیں ہوتی اور اگر چند دن موقع نہ دے تو اس کی اجرت کی حقدار نہیں ہوگی تو لامحالہ یہاں پر عملی طور پر ازدواجی منفعت کے حاصل کرنے پر حق مہر کے واجب الادا ہونے کا ذکر کیا گیا ہے نہ عقد متعہ کا۔

مفسرین اہل سنت نے یہی تفسیر کی ہے۔

امام سیوطی نے درمنثور میں اور امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اقوال کے ضمن میں مجاہد کا قول تو نقل کیا ہے لیکن اس کو ضعیف اور مرجوع تفسیر قرار دیا ہے درمنثور کے حوالہ جات گزر چکے

ہیں جن میں مستند روایات کے حوالہ سے متعہ والے معنی کا ابطال کیا گیا ہے لہذا اس قسم کے اقوال کی آڑ لینا قطعاً غلط ہے تفسیری قول وہی معتبر ہوگا جس کی تائید آیت کریمہ کے سیاق وسباق سے ہو اس لئے علامہ سید محمد آلوسی بغدادی نے روح المعانی میں فرمایا۔

هذه الآية لا تدل على حل المتعة والقول بانها نزلت في المتعة غلط وتفسير البعض لها بذلك غير مقبول لان نظم القرآن ياء باه حيث بين سبحانه اولا المحرمات ثم قال عز شانه (واحل لكم ماوراء ذلكم ان تبتغوا باموالكم)وفيه شرطه بحسب المعنى فيبطل تحليل الفرج واعارته وقد قال بها الشيعة ثم قال تعالى "محصنين غير مسافحين وفيه اشارة الى النفي عن كون القصد مجرد قضاء الشهوة وصب الماء واستفراغ اوعيه المنى فبطلت المتعة بهذا القيد" الخ

یہ آیت کریمہ متعہ کی حلت پر دلالت نہیں کرتی اور یہ دعوی کہ یہ متعہ کے حق میں داخل ہوئی غلط ہے اور بعض کا اس کی متعہ کے ساتھ تفسیر کرنا نا قابل قبول ہے کیونکہ قرآن کریم کی عبارت اور نظم وترتیب اس تفسیر کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالی نے پہلے محرمات کو بیان کیا پھر ان کے ماسواء کی حق مہر کے عوض حلت بیان فرمائی جس میں باعتبار معنی اس کی شرطیت پائی گئی ہے کہ مال صرف کرنا شرط ہے لہذا اس سے شیعہ کا نظریہ تحلیل اور عاریت فرج باطل ہو گیا کیونکہ وہ مفت کا عقد اور انتفاع ہوتا ہے پھر فرمایا کہ احصان مقصود ہو محض قضاء شہوت اور مادہ منویہ کا اخراج اور ظروف منویہ کو خالی کرنا مقصود نہ ہو تو اس قید سے متعہ باطل ہوگا کیونکہ اس کا مقصد گھر کا آباد کرنا نہیں ہوتا اور نہ اولاد کا حصول اور عزت وآبرو کا تحفظ۔ اسی لئے متعہ والی عورت ہر مہینہ نئے خاوند کی دلہن بنی ہوتی ہے اور ہر سال نئے نویلے خاوند کی گود میں۔ اسی لئے شیعہ صاحبان کو بھی اعتراف ہے کہ عقد متعہ کے بعد اگر وہ شخص زنا کرے تو اس پر سنگساری کی سزا لاگو نہیں ہوگی ورنہ

نکاح دوام میں ایک مرتبہ مجامعت کر لینے کے بعد زنا کی صورت میں سنگسار کر دیا جائے گا

﴿ ثم فرع سبحانه علی حال النکاح قوله عز من قائل (فاذا استمتعتم)وهو یدل علی ان المراد بالاستمتاع هو الوطی والدخول لا الاستمتاع بعنی المتعه التی یقول بها الشیعة. ﴾

پھر اللہ تعالی نے حالت نکاح پر بطور تفریع وطی اور مجامعت کا ذکر فرما کر اس کا لازمی نتیجہ بیان فرمایا یعنی مہر کامل کا لزوم اور وجوب الاداء نہ وہ متعہ جس کے شیعہ قائل ہیں (ورنہ ایک ہی آیت میں تعارض پیدا ہو جائے گا) پہلا حصہ ﴿مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ﴾ متعہ کو حرام ٹھہراتا ہے اور آخری اگر اس کو جائز کر دے تو صریح تعارض و تناقض پیدا ہو گا اور وہ بھی ایک ہی آیت میں جس کو کوئی شخص بھی جائز اور ممکن نہیں سمجھ سکتا اور اسی لئے علامہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ متعہ اور نکاح کے متعلق وارد دونوں تفسیروں میں اولی وانصب بلکہ صحیح صواب نکاح والی تفسیر ہے اور جماع و مباشرت والی کیونکہ قرآن وحدیث کی رو سے نکاح اور ملک یمین کے علاوہ سب صورتیں عقد و جماع کی ممنوع اور حرام ہیں۔

﴿قال ابو جعفر اولی التاویلین فی ذلک والصواب تاویل من تاویله .﴾

علامہ ڈھکو صاحب کی فریاد

"قابل غور بات یہ ہے کہ جب اوائل اسلام میں متعہ کے جواز پر سب اہل اسلام کا اتفاق ہے تو اگر اس آیت سے متعہ کا جواز ثابت نہ ہو تو پھر دوسرے مسلمان ہی بتلائیں کہ یہ جواز کس دلیل پر مبنی ہے؟ (تجلیات صفحہ ۲۹۸)

﴿الجواب الصواب بتوفیق ملهم الصدق والسداد :﴾

ڈھکو صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ شراب بھی ابتدائے اسلام میں حلال تھی اور سب کا

اس پر اتفاق ہے تو اس کا جواز کونسی آیت سے ثابت کیا گیا تھا مدینہ منورہ میں قبلہ بیت المقدس کو بنایا گیا اس کی دلیل کونسی آیت تھی۔لہذا ہر کام صریح آیت سے ثابت کرنا لازم نہیں ہے بلکہ احادیث سے بھی حلت وحرمت ثابت ہوتی ہے اور وہ بھی مدار احکام ہیں تو متعہ حلال ہونا بھی احادیث سے ثابت ہے اور اسکا حرام ہونا قرآن مجید اور حدیث سے بھی ثابت ہے جس طرح بیت المقدس کا قبلہ ہونا سنت سے ثابت اور اس کا منسوخ ہونا قرآن مجید سے بھی اور سنت سے بھی ثابت ہے۔

نیز واقعہ یہ ہے کہ عقد متعہ دور جاہلیت سے چلا آرہا تھا سرور عالم ﷺ نے اس کو ابتدا میں ممنوع نہ ٹھہرایا جس طرح شراب نوشی کی عادت دور جاہلیت سے چلی آرہی تھی اسلام میں اس کو فوری طور پر منع نہیں کیا گیا بلکہ تدریجاً اور آہستہ آہستہ اس کو ممنوع قرار دیا علاوہ ازیں قانون اور قاعدہ یہ ہے کہ حلت محتاج دلیل نہیں کیونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہوتی ہے بلکہ حرمت محتاج دلیل ہوا کرتی ہے لہذا دوسرے مسلمان تو یہی سمجھتے ہیں اور یہی بتلاتے ہیں کہ حلت اباحت اصلی کی وجہ سے ثابت تھی اور ابتداء اسلام میں اس سے تعرض نہ کرنے کی وجہ سے مگر ڈھکو صاحب اسے تسلیم کریں بھی تو ورنہ بتلانے کا فائدہ کیا؟

﴿قال الله تعالي :وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْن .اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذَالِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْعَادُوْن۔﴾ (مومنون ۷،۶،۵۔المعارج ۳۱،۳۰،۲۹)

شیعی ترجمہ مقبول

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں سوائے اپنی ازواج کے یا اپنے ہاتھ کے مال (لونڈیاں) کہ اس کی صورت میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں پس جو اس کے سوا خواہش

کرے پس وہی تو زیادتی کرنے والے ہیں۔

وجہ استدلال

اللہ تعالیٰ نے فلاح پانے والے اہل ایمان کے اوصاف وکمال گنواتے ہوئے یہ صفت بھی بیان فرمائی کہ وہ مومن فلاح پائیں گے جو اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھنے والے ہوں گے اور ان کو استعمال کریں گے تو صرف اور صرف اپنی زوجات اور لونڈیوں میں ۔اب دیکھنا یہ ہے کہ بطور عاریت لی ہوئی عورت کو زوجہ کہہ سکتے ہیں یا مملوکہ؟ قطعاً نہیں لہذا اس سے تحلیل وعاریت کی حرمت بھی واضح ہوگئی اور اس طرح ممتوعہ عورت کو مملوکہ اور لونڈی نہیں کہہ سکتے اور یہ بالکل واضح ہے زوجہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں اگر نظر صحیح سے کام لیں اور عقلِ سلیم اور فہمِ سقیم کو بروئے کار لائیں تو اس میں بھی تردد کی گنجائش نہیں کہ ممتوعہ کو زوجہ نہیں کہہ سکتے جس کی کئی وجوہ ہیں ممتوعہ زوجہ نہیں

1۔زوجیت کے لوازم میں میراث طلاق عدت نفقہ لباس اور سکنی وغیرہ اور ممتوعہ میں ان میں سے انتفاء کوئی بھی محقق نہیں اور انتفاء لوازم انتفاء ملزوم کی دلیل وعلامت ہوتا ہے لہذا ثابت ہوا کہ ممتوعہ زوجہ نہیں ہے۔

نوٹ: مفصل بحث ممتوعہ اور منکوحہ کے وجوہ فرق کی اور ممتوعہ میں لوازم زوجیت کی نفی کی بعد میں ذکر کی جائے گی۔

2۔قرآن مقدس میں زوجہ کا لفظ جہاں بھی وارد ہوا دائمہ نکاح وارتباط کے معنی میں ہی مستعمل ہوا ہے مثلاً ﴿يَا آدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ﴾ میں حضرت حوا علیہا السلام کو زوجہ کہا گیا ہے۔

﴿يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ میں بھی پردہ کا حکم نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات بنات طیبات اور مومنین کی ازواج ونساء کے لئے ہے

یہاں بھی کسی دوسرے معنی کا تصور نہیں ہوسکتا۔

﴿وَلَا تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا﴾ (الاحزاب ۵۳)

میں بھی فقط یہی معنی مراد ہے۔

﴿وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ﴾ (الدخان ۵۴) میں بھی دائمی ارتباط اہل جنت کا حورعین سے مراد ہے

﴿فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا﴾ (الاحزاب ۳۷)

میں بھی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت زید بن حارثہ کی طرف سے طلاق ملنے کے بعد آنحضرت ﷺ کے ساتھ دائمی نکاح میں دینے والا معنی مراد ہے الغرض کلام مجید میں عورتوں پر زوجہ کا اطلاق اور مردوں کے ساتھ تزویج کا استعمال نکاح دائم میں ہی ہے اور محاورات عرب میں بھی ایک دفعہ جماع یا ایک دن کے لئے اجرت پر لی ہوئی عورت کو زوجہ کہنا ثابت نہیں لہذا یہاں بھی وہی متعارف معنی مراد ہوگا اور شرمگاہوں کے ازواج کے اور باندیوں کے علاوہ استعمال کی نفی اور صرف ان میں استعمال کے حصر کی وجہ سے متعہ اور عاریت الفرج وغیرہ کی حرمت واضح ہو جائے گی۔

3۔شیعہ کتب میں منقول اقوال ائمہ سے بھی یہی ثابت ہے کہ ممتوعہ عورتیں مستاجرات ہیں اور بمنزلہ اماء اور لونڈیوں کے ہیں (تہذیب الاحکام جلد ۷ صفحہ ۲۵۹) پر امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے ﴿"تزوج منهن الفافا نهن مستاجرات ۔۔۔"﴾ ممتوعہ عورتوں میں سے ہزار کے ساتھ عقد متعہ کرلو کیونکہ وہ اجرت پر لی ہوئی ہیں اور امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے ﴿"وانما هى مستاجرة قال وعدتها خمسة واربعون ليلة ۔۔۔"﴾ ممتوعہ عورت اجرت پر لی ہوئی اور اس کی عدت پنتالیس دن ہے۔ اور ابو جعفر طوسی صاحب نے یہی عنوان قائم کیا ہے ﴿"لاباس بان يتمتع الرجل متعة ما شاء لا نهن

بمنزلہ الاماء'' (تہذیب جلد ۷ص ۲۵۶) الغرض جب وہ مستاجرہ ہیں اور لونڈیوں کی مثل تو ان کو ازواج میں داخل کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی حقیقی لونڈیاں ہوتیں تو ان کی بیع وشراء اور ہبہ واعتاق وغیرہ درست ہوتا جب وہ نہیں تو از روئے حکم لونڈیوں میں داخل ہو گئیں اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ لونڈیوں کا حکم الگ ہے اور ازواج کا حکم الگ ہے لہذا ایک قسم کو دوسری قسم میں داخل کرنے کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا تو قطعاً ثابت ہو گیا کہ ممتوعات ازواج نہیں ہیں اور مملوکہ باندیاں بھی نہیں جیسے کہ حصر کا مقتضاء مدلول ہے۔

سوال:۔ یہ آیت جن دو سورتوں میں موجود ہے وہ دونوں مکی ہیں اور متعہ بقول اہل سنت خیبر کے موقع پر حرام کیا گیا یا اوطاس اور فتح مکہ کے سال لہذا انکی آیت سے حرمت متعہ پر استدلال غلط ہو گیا۔

جواب اول:۔ مکی ومدنی کے اندر اصطلاحات کئی طرح کی ہیں ایک یہ ہے کہ جو ہجرت سے قبل نازل ہوئیں وہ مکی اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں وہ مدنی دوسری جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں وہ مکی اور جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں وہ مدنی تیسری جن میں خطاب کفار اور اہل مکہ سے ہے وہ مکی خواہ مدینہ منورہ میں ہی نازل کیوں نہ ہوئی ہوں اور جن میں خطاب اہل ایمان سے ہے وہ مدنی ہیں خواہ مکہ مکرمہ میں ہی نازل ہوئی ہوں ان دونوں آیات میں اہل ایمان مخاطب ہیں اور ان کی فلاح و بہبود اور اخروی کامیابی کا بیان ہے اگرچہ بصورت خبر ہے لہذا دوسری اور تیسری اصطلاح کے مطابق ان آیات وسور کا مکی ہونا متعہ کی حرمت کے خلاف نہیں۔ مثلاً مکہ مکرمہ میں فتح مکہ کے موقع پر ان آیات کا نزول ہو تو آیت مکی بھی ہو گئیں اور متعہ کی حرمت بھی واضح ہو گئی پھر والذین ھم للزکوۃ فاعلون کا ذکر بھی اس کا مؤید ہے کیونکہ زکوۃ کی فرضیت مدینہ میں نازل ہوئی اور ہجرت کے بعد۔ لہذا پہلی اصطلاح کے مطابق آیات کو مکی ماننے کی صورت میں زکوۃ کا حکم بھی قبل از ہجرت ماننا پڑے گا جو خلاف واقعہ وحقیقت ہے۔

جواب دوم ۔اگر پہلی اصطلاح کے مطابق بھی ان دونوں آیات کو مکی تسلیم کرلیا جائے تو پھر جواب یہ ہے کہ آیات کے مکی ہونے سے حکم کا بھی مکی ہونا ضروری نہیں بعض آیات مکیہ ہیں مگر حکم ان کا مدنی ہے اور بعض آیات مدنی ہیں مگر حکم مکی ہے۔ دیکھیے وضو کی فرضیت جس آیت کریمہ سے ثابت ہو رہی ہے وہ مدنی ہے حالانکہ کہ حکم مکی ہے کیونکہ نماز کی فرضیت معراج کے موقع پر ہوئی تو وضو بھی اسی وقت سے فرض تھا نہ کہ پہلے بلا وضو نماز جائز رہی اور بعد ازاں وضو فرض کیا گیا اسی طرح آیت الجمعہ مدنی ہے حالانکہ فرضیت جمعہ کا حکم مکہ مکرمہ میں نازل ہوا اسی طرح زکوۃ کی فرضیت مکی صورتوں میں موجود ہے حالانکہ حکم مدنی ہے اور اس کی ادائگی اور وصولی صرف مدینہ منورہ میں ہوئی اسی طرح ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾ (القمر ۴۵) مکیہ ہے لیکن عملی طور پر اس کا ظہور بدر کبری میں ہوا وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح ان آیات میں مکی و مدنی کا پہلا معنی مراد لے لیں تو بھی نزول مقدم ہے مگر حکم متاخر اور اس میں یہ مژدہ اور خوشخبری دینا مقصود ہے کہ موجودہ فقر و فاقہ اور ظاہری مغلوبیت و مجبوری کو نہ دیکھو پس وہ وقت آیا چاہتا ہے جب تم غنی اور صاحب نصاب ہو کر زکوۃ دینے کے لائق ہو جاؤ گے اور تمہیں جہاد و قتال کا حکم ملے گا نصرت و فتح حاصل ہو گی اور تمہارے پاس ان گنت لونڈیاں وغیرہ ہوں گی تمہاری دنیوی عزت و وجاہت بھی درجہ کمال پر ہو گی اور اخروی فلاح و نجات بھی تمہارا مقدر ہو گی اور دنیا و آخرت میں فائز المرام اور کامیاب و کامران صرف تم ہی ہو گے۔ (تفسیر الاتقان ج ۱ ص ۳۱)

اور ذرا انصاف سے کام لیتے ہوئے بتلائیے کہ ہجرت سے قبل کس صحابی کے پاس لونڈیاں تھیں بلکہ کتنے صحابی تھے جو خود کفار کے غلام تھے یا مثل غلاموں کے مغلوب و مقہور۔ لہذا صاف ظاہر ہے کہ یہ حکم مدنی ہے اگرچہ آیتیں مکی ہیں۔

جواب دوم :۔بطور الزام اور جدل کہا جا سکتا ہے کہ ﴿"اٰتِ ذَاالْقُرْبٰى حَقَّه"﴾ والی

آیت مکیہ ہے اور اس کا معنی روافض کے نزدیک یہ ہے کہ حضرت سیدہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فدک دے دو حالانکہ وہ ہجرت کے ساتویں سال بعد ہاتھ آیا لیکن اس کا حکم پہلے مکہ میں نازل ہو گیا اگر فتح خیبر سے قبل فدک کا حکم نازل ہونے میں حرج نہیں تو غزوہ خیبر میں متعہ کی حرمت کا اعلان مکہ میں نزول حکم کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے؟

الغرض ان ازواج میں ممتوعہ عورت داخل نہیں اور نہ ہی اس کی حلت ثابت ہوتی ہے بلکہ حصر نے اس کی حرمت کو واضح کر دیا۔

عقد متعہ کے احکام قرآن میں مذکور نہیں

قرآن مجید نے صرف نکاح کو مباح قرار دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مفصل احکام، تعداد ازواج، طلاق، عدت، نفقہ، سکنیٰ، ظہار، لعان، ایلاء، اور وراثت وغیرہ صراحت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں اگر ممتوعہ عورت بھی منکوحہ ہوتی اور ازواج میں داخل ہوتی تو لامحالہ اس کے احکام بھی بیان کئے جاتے آخر کوئی عقل مند آدمی یہ کیسے تصور کر سکتا ہے کہ منکوحات کی ایک قسم اور ازواج کی ایک صنف کا تو مکمل بیان کلام مجید میں ہو لیکن دوسری قسم کا سرے سے کوئی ذکر نہ ہو بلکہ ذاتی مملوک باندیوں اور منکوحہ باندیوں کے احکام بھی مذکور ہوں مگر اس حرہ اور آزاد عورت کا کوئی حکم مذکور نہ ہو تو لازمی طور پر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ لفظ نکاح اور زوجہ عقد متعہ اور ممتوعہ عورت کو شامل نہیں ہیں الغرض قول باری تعالیٰ ﴿اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾ میں متعہ والی عورت قطعاً داخل نہیں لہذا اس کی حرمت اس فرمان باری تعالیٰ سے واضح ہو گئی۔

آیئے ہم آپ کو مفصل وجوہ فرق بتلاتے ہیں اور اس کے بعد آپ کی عقل سلیم اور فہم مستقیم سے ہی انصاف و دیانت کا واسطہ دے کر یہ سوال کرتے ہیں کہ عقد متعہ قرآن میں ہے تو دوسرے احکام کہاں ہیں اور علیم و حکیم اور رحمٰن و رحیم خدائے کریم نے ان بیچاریوں کو نظر انداز کیوں کیا ہے؟

متعہ اور نکاح میں وجوہِ فرق

۱۔متعات کے لئے نان ونفقہ مکان اور اقامت گاہ غسل کا پانی حتی کہ مرجانے کی صورت میں کفن وغیرہ بھی خاوند پر لازم نہیں جب تک کہ عقد میں شرط نہ کریں'' اور نکاح دائم میں بلا شرط یہ امور لازم ہو جاتے ہیں'' (جامع عباسی صفحہ ۱۱۷،۱۱۶۔تحفۃ العوام صفحہ ۲۹۹۔ برھان المتعہ صفحہ ۶۴ بدانکہ در نکاح متعہ عدد زوجات محصور نیست واکل وشرب و پوشاک ومسکن وتوارث نیز نباشد میاں زوجین ودر عقد۔۔۔۔۔۔۔۔نکاح متعہ از اکل وشرب ومسکن وکسوت لازم نباشد بر شوہر ودر عقد دوام اینھا لازم باشد۔ (منہج صفحہ ۴۹۶ جلد ۲)

بلکہ لونڈی منکوحہ ہو یا ذاتی ملکیت اس کا نفقہ وغیرہ بھی خاوند اور مالک پر لازم ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ متعہ والی عورت لونڈی سے بھی کم درجہ رکھتی ہے لہذا اس کو منکوحات اور زوجات میں شمار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔

۲۔متعہ عورتیں متعدد ہوں تو ان کے درمیان شب باشی وغیرہ میں عدل اور برابری لازم نہیں جب کہ نکاح دائمی میں عدل لازم ہے اور ناانصافی کا اندیشہ ہو تو ایک سے زیادہ کے ساتھ عقد ہی ممنوع ہے اور لونڈیوں میں شب باشی اور وطی میں برابری لازم نہیں لہذا ممتوعہ مثل لونڈیوں کے ہوئی نہ مثل منکوحہ کے۔ (برھان صفحہ ۶۴، جامع عباسی صفحہ ۱۵۴)

۳۔متعہ عورت کے لئے طلاق نہیں نہ ایلاء اور نہ ہی لعان جبکہ نکاح دائم میں طلاق کے بغیر نکاح ختم نہیں ہوسکتا اور ایلاء یعنی مباشرت نہ کرنے کی قسم کھائے تو قسم منعقد ہو جائے گی اور خاوند بیوی پر الزام زنا عائد کرے تو لعان کے ذریعے مرد کا صدق اور عورت کی براءت کا امتحان ہوگا (وہ قسم نہ اٹھائے تو حد قذف یعنی اسی کوڑے برداشت کرے گا اور دونوں قسم اٹھا جائیں تو نکاح فسخ کر دیا جائے گا) لیکن متعہ میں آزادی ہے نہ ایلاء صحیح ہوگا تا کہ قسم توڑنے کی صورت میں کفارہ لازم ہو

اور نہ ہی تہمت لگانے کی صورت میں لعان تا کہ مرد کا صدق یا عورت متعہ کی براءت ثابت ہو اور مرد حد قذف برداشت کرے یا عورت حد زنا۔ کیونکہ یہ تو ہے عزت کے تحفظ کے لئے اور ان دونوں کی عزت شیعہ شریعت میں ہے ہی نہیں لہذا لعان نہ ہوگا۔ (برہان صفحہ ۶۴)

۴۔ متعہ کے ذریعے اولاد پیدا ہو تو والد کے وارث ہوں گے بشرطیکہ والدان کے اولاد ہونے کو تسلیم کرے اور اگر انکار کرے کہ یہ میرے نہیں ہیں تو وارث نہیں ہو سکیں گے اور لعان کے ذریعے والدین کا سچ جھوٹ اور نیکی بدی معلوم کرنا بھی درست نہیں خواہ ممتوعہ فاحشہ نہ ہو "اگر نفی ولد کند حاجت بلعان نیست" (برہان المتعہ صفحہ ۶۴)۔

"اگر آں زن متعہ باشد یا کنیز بجر دگفتن شوہر فرزندی آں فرزند برطرف می شود محتاج بلعان نیست" (جامع عباسی صفحہ ۱۷۵،۱۵۵)

لیکن دائمی ہو تو خواہ عورت فاحشہ ہی کیوں نہ ہو لعان کے بغیر اولاد کی نفی قابل تسلیم نہیں ہوگی و بجر د آں کہ زن باشد شوہر نمی تواند گفت کے فرزندے کہ از و حاصل شدہ باشد فرزند نیست و فرزندی آں فرزند برطرف شود اگر زن دائمی باشد مگر آنکہ درمیان زن و شوہر لعان واقع شود۔

(جامع عباسی صفحہ ۵۵)

5۔ مرد خواہ ہزار عورت سے متعہ کرے مگر وہ محصن نہیں لہذا زنا کی صورت میں سنگسار نہیں کیا جائے گا اور اس طرح متعہ کرنے والی عورت جتنی دفعہ چاہے متعہ کرے وہ محصنہ نہیں لہذا زنا کرنے پر سنگساری سے محفوظ رہے گی صرف سو کوڑے والی سزا عائد ہوگی قال (ابو عبد اللہ جعفر صادق) لا یرجم الغائب عن اهله ...... ولا صاحب متعه

(الاستبصار ج۔ جلد ۴ ص ۲۰۶)

جبکہ نکاح دائم کی صورت میں زنا کا ارتکاب ثابت ہو تو مرد ہو یا عورت ان کو سنگسار کر دیا جائے گا لہذا واضح ہو گیا کہ متعہ مثل نکاح کے نہیں ہے۔

6۔متعہ میں عورتوں کی تعداد معین نہیں ہزار سے بھی کر سکتا ہے (جبکہ نکاح چار سے زائد عورتوں سے جائز نہیں)لہذا متعہ والی مثل لونڈیوں کے ہوئی کیونکہ ان میں بھی تعداد معین نہیں جبکہ اپنی مملوکہ ہوں (منہج الصادقین و برہان و استبصار) وغیرہ

7۔متعہ والی عورت کا حمل ظاہر ہو جائے تو بھی نفقہ واجب نہیں

(مختصر توضیح المسائل ص ۳۵۸، ۳۵۷)''زنے کہ صیغہ شدہ اگر چہ آبستن شود حق خرچی ندارد (جبکہ نکاح کی صورت میں حاملہ کے لئے دوران عدت نفقہ وسکنی لازم ہے مطلقہ ہو یا عدت وفات میں ہو) (تحفۃ العوام صفحہ ۲۹۹) نفقہ زنے کہ طلاق رجعی دادہ باشد وہنوز از عدت بیرون نرفتہ باشد لازم است وآیا در عدت وفات نفقہ زن واجب است مجتہدین را دریں مسئلہ دو قول است۔ (جامع عباسی صفحہ ۱۶۱)

8۔متعہ کی مدت منقطع ہونے کی صورت میں عورت متمتعہ کا اسی گھر میں رہنا لازمی نہیں جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے لیکن نکاح کی عدت میں وہی رہنا لازم ہے۔ (برہان صفحہ ۷۰) اس سے بھی ظاہر ہے کہ متعہ مثل نکاح نہیں۔

اقول:۔ بلکہ بعض صورتوں میں وہ عورت متعہ کرنے والے کے ہاں عدت گزار سکتی ہی نہیں کیونکہ عقد ہی چوری چھپے ہو سکتا ہے لہذا ایام متعہ میں بھی عقد متعہ کے مقاصد کا حصول بڑی ہوشیاری سے کام لے کر ہی ہو سکتا ہے چہ جائیکہ عدت وہاں رہ کر پوری کر سکے۔

9۔بعض کے نزدیک عورت متمتعہ امور مستحبہ کی ادائیگی میں متمتع کی اجازت حاصل کرنے کی پابند نہیں بلکہ جب چاہے زندہ یا فوت شدہ اقارب کی زیارت کرنے چلی جائے مستحب روزے رکھے نفلی نمازیں ادا کرنے اور قسم ونذر وغیرہ کے معاملات میں خود مختار ہے اگر چہ احوط یہ ہے کہ اجازت حاصل کرے (برہان صفحہ ۶۴) جبکہ نکاح میں اجازت حاصل کرنا لازم ہے۔

10۔متمتعہ زنا اور بدکاری کے ساتھ مشہور و معروف ہو تو بھی متمتع اس کو پابند نہیں کر سکتا جدھر

چاہے آئے جائے لیکن نکاح کی صورت میں اس پر کڑی نگرانی کرنی پڑے گی۔﴿الرجل یتزوج الفاجرۃ قال لا باس وان کان التزویج فلیحصن بابہ۔﴾

(استبصار۔ص ۷۸)

اقول:۔ علی الخصوص جب عقد متعہ میں گواہ ہی نہ ہوں اور والدین کی اجازت ہی نہ ہو بلکہ وہ اسے کنواری سمجھے ہوئے ہوں تو امور مستحبہ کی ادائیگی سے روکنے کی یا دوسری پابندیاں عائد کرنے کی اس متمتع میں قدرت ہی کیسے ہو سکتی ہے۔

11۔ متمتعہ عورت نہ متعہ کرنے والے کی وارث بنتی ہے اور نہ ہی یہ اس کا وارث بنتا ہے" لا ترثہ ﴿ولا تورث وانہا مستاجرہ .... "﴾ (استبصار صفحہ ۸۰) کیونکہ وہ محض اجرت اور کرایہ پر لی ہوئی عورت ہے جبکہ نکاح میں خاوند بیوی کا اور بیوی خاوند کی وارث بنتی ہے (منہج الصادقین جلد ۲ صفحہ ۴۹۶) پس زن متوعہ کا سوائے زرمہر کے اور کوئی حق ذمہ شوہر کے نہیں۔

(تحفۃ العوام صفحہ ۲۹۹)

اور جامع عباسی صفحہ ۱۱۷ میں ہے" میراث نمی بردو اگر در عقد متعہ شرط میراث بردن کند آیا میراث می برد یا نہ خلاف است" اگر عقد متعہ میں وارث ہونا شرط بھی کیا جائے تو بھی ورثہ دلانے میں اختلاف ہے اور اگر شرط نہ ہو تو پھر وارثت بالکل ثابت نہیں ہوتی۔

12۔ متعہ کے لئے عورت کا مسلمان ہونا ضروری نہیں بلکہ نصرانی یہودی بلکہ مجوسی عورتوں کے ساتھ بھی جائز ہے" جب کہ نکاح کے لئے مسلمان ہونا لازمی ہے" (استبصار صفحہ ۹۷)

13۔ نکاح دوام میں دو گواہ مسنون ہیں از روئے تادیب و شفقت بر اولاد تا کہ ان کی نفی کر کے ان کو وراثت سے محروم نہ کر سکے ﴿سن رسول اللہ ﷺ فی ذلک الشاھدین تا دیبا ونظرا الان لاینکر .....﴾ (استبصار صفحہ ۱۵۱ جز ثالث) جبکہ متعہ میں گواہ مقرر کرنا مسنون نہیں ہے" گواہ گرفتن در عقد متعہ سنت نیست چنانکہ در نکاح دائم سنت است" (جامع عباسی صفحہ ۱۱۷)

14۔ باکرہ کا عقد متعہ بغیر اذن والدین درست ہے جبکہ نکاح والد کی اجازت کے بغیر درست نہیں ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام لا تزوج ذات اقرباء من الاکبار الا باذن ابیھا﴾ (استبصار صفحہ ۱۲۶ جز ثالث) اسی مضمون کی متعدد روایات اس عنوان کے تحت درج کی ہیں ﴿باب لا تتزوج البکر الا باذن ابیھا "﴾ اور یہ بھی مروی ہے ﴿فکتب (الامام ابو الحسن الرضاء) التزویج الدائم لا یکون الا بولی وشاھدین﴾ (استبصار صفحہ ۷۹) امام ابوالحسن نے سائل کا سوال دیتے ہوئے لکھا "دائمی نکاح ولی اور دو گواہوں کے بغیر نہیں ہوتا"

۱۵۔ مدت متعہ کے انقطاع پر گواہ قائم کرنے کی ضرورت نہیں جب کہ طلاق کے لئے دو عادل گواہوں کا موقع پر موجود ہونا اور طلاق کے الفاظ سننا لازمی ہے ورنہ طلاق واقع ہی نہ ہو گی "چہاردھم در وقت طلاق دادن دو عادل حاضر باشند و بشنوند بیکبار اگر حاضر نباشند یا آنکہ ہر دو یکبار نشنوند یا آنکہ یک عادل بشنود یا عادل نباشند صحیح نیست پانزدھم دو عالم مرد باشند چہ شنیدن زنان عادلہ در طلاق معتبر نیست" (جامع عباسی، صفحہ ۱۲۶)

وقت طلاق میں دو عادل مردوں کا موجود ہونا ضروری ہے اور دونوں کا بیک وقت سننا اگر دو عادل مرد موجود نہ ہوں یا بیک وقت نہ سنیں یا صرف ایک عادل سنے دوسرا نہ سنے یا عادل ہی نہ ہوں تو طلاق صحیح نہیں ہو گی فقط عادلہ عورتیں طلاق کے الفاظ سنیں یا ایک مرد اور دو عورتیں تو بھی طلاق صحیح نہیں ہو گی لیکن بیچاری ممتوعہ کے لئے انقطاع مدت متعہ اور وقوع فرقت کے لئے ایک مرد کی موجودگی بھی نہ لازم ہے نہ مسنون لہذا ثابت ہوا کہ ممتوعہ زوجہ کی مثل نہیں ہے بلکہ لونڈی کی مثل ہے چاہا تو وطی کر لی چاہا تو علیحدگی اختیار کر لی۔

16۔ متمتعہ عورت پر خاوند کی وفات کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات لازم ہے اور نئے متعہ یا زیب وزینت سے دور رہنا ضروری ہے مگر بایں ہمہ اس کے لئے نہ خرچہ ہے اور نہ ہی میراث

میں حصہ جبکہ منکوحہ کے لئے میراث میں حصہ بھی ہوگا اور حمل کی صورت میں نفقہ بھی ملے گا (تحفۃ العوام صفحہ ۲۹۹) پس زن متعہ کا سوائے زر مہر اور کوئی حق ذمہ شوہر کے نہیں ہے نفقہ حاملہ کے بعد وفات شوہر کے کچھ نہیں بنابر روایت مشہورہ کے اور بنابر ایک روایت کے حصہ ولد میں ہوگا۔

لہذا ثابت ہوا کہ ممتوعہ منکوحہ کی مثل نہیں جبکہ لونڈی منکوحہ بلکہ مملوکہ موطوءہ کے لئے بھی چار ماہ دس دن عدت وفات ہے (جامع عباسی صفحہ ۱۲۹) لیکن نفقہ ان کو دینا ثابت ہے تو ہوا کہ ممتوعہ لونڈیوں کی مثل بھی نہیں چہ جائیکہ زوجات میں شامل ہو۔

17۔ متعہ والی عورت سے عارضی خاوند کا عزل کرنا درست خواہ وہ راضی نہ ہو خواہ متعہ کے عقد میں عزل کرنا شرط نہ کیا گیا ہو اور کوئی تاوان عزل کی صورت میں ادا کرنا لازم نہیں ہے جبکہ آزاد عورت کے ساتھ نکاح کی صورت میں عزل کرنا حرام ہے اور اس پر تاوان ادا کرنا لازم ہے اور تاوان بھی دس مثقال یعنی پورے چار تولے سونا۔

ہجدہم۔ منی را در غیر فرج زن آزاد یکہ بعقد دوام او را خواستہ باشد بے اذن او ریختن حرام است اما در متعہ و کنیز جائز است (جامع عباسی صفحہ ۱۲۸)

بست و ہفتم۔ اگر منی را بیرون فرج زن دائمی بریزد بے اذن آن زن واجب است کہ دہ مثقال طلاء باں زن دہد (جامع عباسی صفحہ ۱۲۷) اور روضہ بہیہ شرح لمعہ دمشقیہ میں ہے ﴿ویجوز العزل عنها وان لم يشترط لان الغرض الاصلى منه الا ستمتاع دون النسل ﴾ "ممتوعہ سے عزل کرنا جائز ہے اگرچہ عقد میں شرط نہ ہو کیونکہ غرض اصلی اس سے صرف لذت کا حصول ہے نہ کہ افزائش نسل اور اسی طرح برہان المتعہ میں ہے "انزال منی در فرج متمتعہ بر شوہر واجب نیست مگر بشرط در عقد اگرچہ عمداً خارج بریزد باراده آنکہ ولد منعقد نشود اگرچہ متمتعہ راضی نباشد" (برہان المتعہ صفحہ ۵۸)

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ متعہ کا بنیادی مقصد فقط شہوت رانی ہے اور تسکین نفس

جبکہ نکاح دائم کا بنیادی مقصد افزائش نسل ہے نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ ممتوعہ زوجہ کی مثل نہیں بلکہ لونڈی کی مثل ہے کیونکہ اس سے بھی عزل جائز خواہ وہ راضی نہ ہو اور اس سے بھی جائز خواہ راضی نہ ہو بلکہ لونڈی سے بھی کم مقام رکھتی ہے کیونکہ کسی کی لونڈی سے نکاح کرے تو مالک کی مرضی کے بغیر عزل نہیں کرسکتا لہذا اس کو زوجات میں شمار کرنا غلط ہے۔

18۔لونڈی کی عدت بعد طلاق دو حیض ہے اور استبراء کے لئے ایک حیض جبکہ منکوحہ کی عدت بعد از طلاق تین حیض ہے لیکن اہل تشیع کے نزدیک ممتوعہ کی عدت بعد ختم ہونے مدت متعہ کے ایک حیض ہے یا دو حیض اور خون ماہواری کا نہ آنے کی صورت میں لونڈی ہو یا ممتوعہ اس کی عدت پنتالیس دن ہے جبکہ منکوحہ کے لئے تین ماہ عدت ہو گی ملاحظہ ہو (جامع عباسی صفحہ ۱۶۸) لہذا واضح ہو گیا کہ ممتوعہ لونڈیوں کی مثل ہے کہ نہ زوجہ منکوحہ کی مثل۔

19۔عقد متعہ میں وطی اور مجامعت لازم نہیں بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ مجامعت نہ کرنا شرط ٹھہرا لیا جائے جبکہ نکاح میں وطی نہ کرنا ممنوع وحرام ہے۔اور منکوحہ کو ایسی صورت میں نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہوتا ہے ملاحظہ کریں (فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۸)) الغرض اس فرق سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ متعہ والی عورت لونڈیوں کی مثل ہے نہ کہ آزاد منکوحہ عورتوں کی مثل۔

20۔ممتوعہ عورت نے مدت مقررہ سے نصف یا تہائی مدت میں موعودہ شرائط پوری نہیں کیں تو دیئے ہوئے مہر میں سے اس مدت کے حساب سے واپس لے سکتا ہے (فروغ کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۶) لیکن نکاح میں ایک مرتبہ وطی کرنے کے بعد مہر معین میں کوئی کمی نہیں کرسکتا اور نہ واپس لے سکتا ہے۔﴿قال تعالیٰ : آتَيْتُمْ إِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا﴾ (النساء ۲۰)

ممتوعہ عورت لونڈیوں کی مثل ہے

۲۱۔منکوحہ عورت تین طلاق کے بعد ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے لیکن ممتوعہ عورت کے ساتھ

تین مرتبہ عقد متعہ کرنے اور مدت متعہ منقطع ہونے پر وہ حرام نہیں ہوتی لہذا مدت مقررہ کا انقطاع طلاق کی مانند نہ ہوا۔

فروغ کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ پر منقول ہے کہ زرارہ نے امام محمد باقر رضی اللہ تعالی عنہ سے یہ سوال کیا کہ ایک شخص ایک عورت کے ساتھ متعہ کرتا ہے مدت گزارنے پر وہ عورت دوسری جگہ متعہ کرتی ہے پھر اس سے فارغ ہونے پر پہلے شخص سے متعہ کرتی ہے ''حتی بانت منه ثلاثا وتزوجت ثلاثة ازواج يحل للاول ان يتزوجها قال نعم كم شاء ليس هذه مثل الحرة هذه مستاجرة وهى بمنزلة الاماء'' حتی کہ اس مرد سے تین مرتبہ جدا ہوتی ہے اور تین مرتبہ دوسرے اشخاص سے متعہ کرتی ہے تو کیا پہلا شخص تین مرتبہ انقطاع مدت کے بعد بھی اس عورت سے متعہ کر سکتا ہے تو امام موصوف نے فرمایا ہاں ہاں جتنی مرتبہ چاہے اس سے متعہ کرے متعہ والی عورت آزاد منکوحہ زوجات کی مانند نہیں ہے یہ تو اجرت اور کرایہ پر لی ہوئی ہے اور لونڈیوں کی مانند ہے۔

مضحکہ خیز دعوی اور حقیقت پر پردہ ڈالنے کی مذموم کوشش

ایسی صریح روایت کے ہوتے ہوئے اور مذکورہ بالا وجوہ فرق کے ہوتے ہوئے صاحب لمعہ اور ملا فتح اللہ کا یہ دعوی کس قدر خلاف واقعہ اور خلاف حقیقت ہے اور مضحکہ خیز ہے کہ متعہ اور نکاح دائم میں صرف یہ فرق ہے کہ متعہ میں مدت معین ہوتی ہے اور نکاح دائم میں مدت کا تعین نہیں ہوتا اس کے علاوہ تمام مستحبات وواجبات اور جملہ کیفیات میں کوئی فرق نہیں مثلاً رضا زوجین، صلاحیت ایجاب وقبول اور ایقاع عقد ومہر۔

عجب درایں است کہ ہیچ فرقے نیست میان ایقاع نکاح دوام ومتعہ در مستحبات وواجبات وکیفیات از رضاء زوجین وصلاحیت ایقاع عقد درمیان ایشاں وایجاب وقبول ومہر دیگر۔

شرائط وکیفیت مگر اجل کہ در متعہ ہست ودر دوام نیست۔

(تفسیر منہاج الصادقین صفحہ ۴۹۱ جلد دوم)

اس کے بعد متعہ کے منکرین پر غم وغصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا "پس چہ اہل جہالت دوام را مشروع وحلال دانند ومتعہ را حرام ونا مشروع واین نیست مگر محض عناد وانکار وبدعت۔

* نعوذ باللہ من هذه الطریقة المضلة و العقائد الفاسده. *

لہذا اہل جہالت نکاح دائمی کو کیوں حلال اور مشروع سمجھتے ہیں اور متعہ کو کیوں حرام اور [illegible] سمجھتے ہیں یہ فرق محض [illegible] ہے۔ اللہ تعالیٰ اس گمراہ کن طریقہ سے بچائے اور عقائد فاسدہ سے محفوظ رکھے مگر افسوس کہ صاحب لمعہ کو اور ملا فتح اللہ کاشانی کو متعہ کے احکام اور نکاح دوام کے احکام میں روز روشن سے زیادہ فرق نظر نہ آیا اور آنکھیں بند کر کے اور عقل و دانش اور فہم وفراست کو چھٹی دے کر یہ حکم لگا دیا گیا ہے * اذا لم تستح فاصنع ما شئت * شرم وحیا کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا جائے تو پھر ایسی باتیں کرنے میں مانع امر کونسا ہو سکتا ہے

الغرض قرآن مجید کی آیات مبارکہ متعہ کی حرمت پر واضح دلالت کرتی ہیں اور متعہ کے احکام میں کوئی حکم بھی کلام مجید میں مذکور نہ ہونا بھی اس کے شرعاً ناجائز ہونے کی واضح دلیل ہے اور ممتوعہ عورت کو منکوحات اور ازواج سے شمار کرنا بھی غلط اور بالکل غلط ہو گیا اور لونڈی نہ ہونا اس کا اظہر من الشمس تو مومن مفلح کے لئے متعہ کا حرام وممنوع ہونا بھی واضح * کما قال اللہ تعالی و الذین هم لفروجهم حافظون . *

آیئے اب احادیث رسول اللہ ﷺ اور اقوال صحابہ کرام ائمہ اہل بیت علیہم الرضوان کے ذریعے اس کی حرمت ملاحظہ کریں سب سے پہلے کتب اہل سنت کے حوالہ جات پیش خدمت کئے جاتے ہیں اور اس کے بعد کتب اہل تشیع کے حوالے پیش کئے جائیں گے۔

حرمت متعہ از روئے احادیث رسول علیہ السلام واقوال صحابہ کرام وائمہ اہل بیت علیہم الرضوان مطابق کتب اہل سنت

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بخاری (ج ۲ ص ۷۶۷، ۷۶۶) میں ﴿نهى رسول الله ﷺ عن نكاح المتعة آخرا﴾ عنوان قائم کیا ہے اور اس کے تحت حضرت حسن بن محمد بن علی اوران کے بھائی عبداللہ بن محمد بن علی کی یہ روایت درج کی ہے۔

﴿ان عليا رضى الله تعالى عنه قال لابن عباس رضى الله عنهما ان "النبى ﷺ نهى عن المتعة وعن لحوم الحمر الاهلية زمن خيبر"﴾ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرمایا: بیشک رسول اللہ ﷺ نے متعہ سے منع فرمایا اور پالتو گدھوں کے گوشت سے خیبر کے زمانہ میں۔

فائدہ: یہ روایت حضرت محمد بن حنفیہ اوران کے دونوں صاحبزادوں کے واسطہ سے حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔

۲۔ امام مسلم نے حسن بن محمد اور عبداللہ بن محمد کی یہی روایت محمد بن علی رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے نقل کی ہے۔

ا۔ ﴿عن على ابن ابى طالب رضى الله تعالى عنه ان رسول الله ﷺ نهى عن متعة النساء يوم خيبر وعن اكل لحوم الحمر الانسيه﴾ (المسلم ج ا ص ۴۵۲)

ب۔ ﴿عن على انه سمع ابن عباس يلين فى متعة النساء فكان مهلايا ابن عباس فان رسول الله ﷺ نهى عنها يوم خيبر و عن اكل لحوم الحمر الانسية.﴾ (المسلم ج ۲ ص ۴۵۲)

ج۔ ﴿عن الحسن و عبد الله ابنى محمد بن على بن ابى طالب عن ابيهما انه

سمع علی بن ابی طالب یقول لا بن عباس نھی رسول اللہ ﷺ عن متعة النساء یوم خیبر وعن اکل لحوم الحمر الانسیة" (مسلم ج۲ ص۴۵۲)

وکذا فی الدر المنثور نقلا عن مالك و عبد الرزاق وابن ابی شیبہ والبخاری و مسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ عن علی بن ابی طالب ان رسول اللہ ﷺ نھی عن متعة النساء یوم خیبر و عن اکل لحوم الحمر الانسیة۔ (درمنثور ج۲ ص۱۴۱)

د۔عن مالك بھذا الاسناد وقال سمع علی بن ابی طالب یقول لفلان انك رجل تائہ نھھی رسول اللہ ﷺ بمقل حدیث یحیٰ عن مالك عن متعة النساء یوم خیبر (درمنثور ج۲ ص۱۴۱)

حدیث یحی عن مالك وکذا اخرج النحاس عن علی رضی اللہ عنہ (درمنثور ج۲ ص۱۴۱)

ہ۔اخرج البیھقی عن علی رضی اللہ تعالی عنہ قال نھی رسول اللہ ﷺ عن المتعة وانما کانت لمن لم یجد فلما نزل النکاح والطلاق والعدة والمیراث بین الزوج والمرئة نسخت (درمنثور ص۱۴۰)

بخاری ومسلم کی ان روایات سے واضح ہوگیا کہ

۱۔حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ متعہ کی حرمت کے قائل تھے۔

۲۔وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کو بھی متعہ کی حرمت ذہن نشین کراتے رہے اور ان کو اس کے خلاف فتوی دینے سے روکتے رہے۔

۳۔ان کی مخالفت کو تحیر اور سرگردانی اور بے راہروی سے تعبیر کرتے رہے۔

۴۔حرمت متعہ کے متعلق واضح کردیا کہ یہ کسی شخص کی ذاتی رائے سے حرام نہیں ہوا بلکہ خود

صاحب شرع رسول کریم ﷺ نے ہی اس کو حرام فرما دیا تھا اور ظاہر ہے کہ یہ تلقین حضرت ابن عباس کو اپنے دور خلافت یا حضرت عثمان کے دور خلافت میں فرمائی تھی کیونکہ دور فاروقی میں تو وہ اس قسم کے فتوی صادر کرنے کی عمر میں ہی نہیں تھے اور اگر بالفرض فتوی دیتے بھی تو خود حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ ان کو منع کر لیتے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فہمائش کی کیا ضرورت تھی؟

اور یہ بات دوپہر کے اجالے سے بھی زیادہ واضح ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کا علم بہر حال حضرت عبد اللہ بن عباس سے زیادہ ہے اور ان کو جو شرف صحبت اور تقدم حاصل تھا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنھما کو وہ قرب اور تقدم حاصل نہیں تھا لہذا رسول کریم ﷺ کے فرمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے بیان کے بعد متعہ کے حرام ہونے میں شک وشبہ کی کیا گنجائش ہے؟

نوٹ: حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے متعہ کی حرمت والی روایت کتب صحاح میں سے پانچ میں منقول ہے اور دیگر کتب میں بھی مروی ومنقول ہے جس کے بعد اس کی صحت میں شک وشبہ کا امکان باقی نہیں رہتا۔

﴿وروی عبد الرزاق عن علی رضی اللہ تعالی عنہ من وجہ آخر قال نسخ رمضان خل صوم ونسخ المتعۃ الطلاق والعدۃ والمیراث.﴾

(عمدۃ القاری جلد ۲۰ صفحہ ۱۱۳)

رمضان کے روزوں کی فرضیت نے دوسرے تمام روزوں کا وجوب ولزوم ختم کر دیا ہے اور طلاق اور عدت اور میراث نے متعہ کو منسوخ کر دیا ہے۔

(وکذا فی فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷، وفی سنن الدار قطنی جلد ۳ صفحہ ۱۵۹، وکذا فی در المنثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ ناقلا عن عبد الرزاق وابن المنذر والبیہقی)

۴۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ سے سنن بیہقی میں منقول ہے۔

(سنن اور فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۸)

﴿سئل عن المتعة فقال هي الزنا بعينه ﴾ آپ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ بعینہ زنا ہے اس روایت سے ائمہ اہل بیت کا مذہب بھی واضح ہو گیا۔

۵ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے

۔ (سنن بیہقی فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷ اور درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۱)

﴿قال انما احلت لنا اصحاب رسول الله ﷺ متعة النساء ثلاثة ايام ثم نهى عنها رسول الله ﷺ ﴾

ترجمہ: صرف ہم اصحاب رسول ﷺ کے لئے تین دن کے لئے عورتوں کے ساتھ متعہ حلال ٹھہرایا گیا پھر اس کے بعد خود رسول خدا ﷺ نے اس سے منع فرما دیا۔

۶۔ایاس بن سلمہ نے اپنے والد گرامی حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

(مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۴۵۱، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۶)

﴿قال رخص لنا رسول الله ﷺ عام اوطاس في المتعة ثلاثا ثم نهى عنها ﴾

ہمیں اوطاس کے سال نبی اکرم ﷺ نے متعہ میں تین دن کے لئے رخصت دی پھر اس سے منع فرما دیا۔ (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۰، بحوالہ ابن ابی شیبہ واحمد و مسلم)

۷۔ربیع بن سبرہ نے اپنے والد سبرہ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے

﴿عن الربيع بن سبره عن ابيه ان النبي ﷺ نهى عن نكاح المتعة ﴾

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۵۲)

﴿ان رسول الله ﷺ نهى عن المتعة وقال الا انها حرام من يومك هذا الى يوم القيامة ومن كان اعطى شيئا فلا ياخذه .﴾ (مسلم صفحہ ۴۵۲)

بیشک رسول خدا ﷺ نے متعہ سے منع فرمایا اور کہ آگاہ رہو متعہ آج سے لیکر قیامت

ے دن تک ممنوع اور حرام ہے اور جس شخص نے کسی عورت کو بطور مہر کوئی شے دے رکھی ہو وہ اس سے واپس نہ لے۔

ف۔صرف مسلم شریف میں حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے آٹھ روایات اس مضمون کی موجود ہیں کہ تین دن کی رخصت کے بعد آنحضرت ﷺ نے متعہ کو حرام فرمادیا اور یہ بھی تصریح فرمادی کہ اب سے قیامت تک حرام ہے۔

(درمنثور صفحہ ۱۴۰ بحوالہ ابن ابی شیبہ واحمد ومسلم وعبدالرزاق)

۸۔خالد بن مہاجر بن سیف اللہ سے منقول ہے کہ حضرت ابن ابی عمرہ انصاری نے کہا:

﴿انها كانت رخصة فى اول الاسلام لمن اضطر اليها كالميتة والدم ولحم الخنزير ثم احكم الله الدين ونهى عنها .﴾

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۵۲، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۶)

ابتدائے اسلام میں متعہ کی رخصت تھی ان لوگوں کے لئے جو اس کی طرف سخت محتاج ہوئے مثل مردار خون اور خنزیر کے گوشت کے پھر اللہ تعالیٰ نے دین کو مضبوط اور محکم فرمایا اور متعہ سے منع فرمادیا۔ (کذا فی الدر المنثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ بحوالہ عبدالرزاق)

۹۔ابونضرہ سے مروی ہے کہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان اختلاف ہوگیا متعہ حج اور متع نساء کے متعلق تو آپ نے فرمایا:

﴿فعلناهما مع رسول الله ﷺ ثم نهانا عنهما عمر فلم نعد لهما﴾

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۵۱، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷)

ہم نے دونوں متعے رسول خدا ﷺ کے زمانہ میں کیے پھر ان دونوں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کر دیا تو ہم نے ان سے اجتناب کرلیا اور ان کی طرف رجوع نہ کیا۔

ف۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ کرام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اتفاق کیا لہذا اجماع صحابہ کرام سے بھی متعہ کی حرمت واضح ہوگئی۔

۱۰۔ ابن ماجہ میں ابوبکر بن حفص کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

ا۔ ﴿قال لما ولی عمر خطب فقال ان رسول اللہ ﷺ اذن لنا فی المتعة ثلاثا ثم حرمها .﴾ (ابن ماجہ صفحہ ۱۴۱، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۴۷)

ب۔ ﴿واخرج ابن المنذر والبیهقی من طریق سالم بن عبد الله عن ابیه قال صعد عمر المنبر فحمد لله واثنی علیه ثم قال ما بال رجال ینکحون هذه المتعة بعد نهی رسول الله ﷺ عنها .﴾

(ابن منذر و بیہقی۔ فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۴۷، درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر رسول ﷺ پر کھڑے ہوکر اعلان فرمایا رسول خدا ﷺ نے تین دن کے لئے متعہ کی رخصت دی پھر اس کو حرام فرمادیا اور ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جو رسول خدا ﷺ کے منع کرنے کے باوجود متعہ کرتے ہیں۔

ف: ان روایات سے واضح ہوگیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ کو اپنی طرف سے حرام نہیں کیا بلکہ رسول خدا ﷺ کے حکم تحریم کو آپ نے نافذ فرمایا اور صرف آپ نے نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اکابر صحابہ کرام نے بھی اس حکم کو رسول خدا ﷺ سے نقل کیا ہے لہذا جہاں کہیں یہ روایت نظر آئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو حرام کیا تو اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے حلال کو حرام کردیا ہے بلکہ ان کی طرف نسبت فقط تنفیذ اور ترویج کے لحاظ سے ہے جس طرح رسول کریم ﷺ کی طرف تحلیل و تحریم کو منسوب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ "یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ" ﴾ (الاعراف ۱۵۷)

آنحضرت ﷺ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبیث چیزوں کو حرام ٹھہراتے

ہیں حالانکہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ﴿اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ﴾ (الانعام ۵۷)

علاوہ ازیں کبھی تحریم بمعنی التزام اجتناب مراد ہوتی ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿"لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ"﴾ (التحریم) اے محبوب تم اس چیز سے اجتناب اپنے اوپر لازم کیوں کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال ٹھہرائی تو یہاں حلال کو حرام قرار دینا مراد نہیں بلکہ اس سے اجتناب مراد ہے لہٰذا اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احرم کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس فعل سے اجتناب، احتراز کو لازم کر رہا ہوں نہ کہ حلال کو حرام کر رہا ہوں بلکہ حرام شرعی کو حکماً ممنوع قرار دے رہا ہوں اور اس حکم کو نافذ کر رہا ہوں۔

شیعہ کی عجیب وغریب منطق

برہان المتعہ صفحہ ۳۵ میں کہا "ایں اخبار موضوع ومخلوق برائے رفع فضیحت عمر است" سنیوں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرفداری میں اور ان کے غیر شرعی حکم کو جائز ثابت کرنے کے لئے یہ روایات گھڑی ہیں۔

بحان اللہ! بغض فاروق نے عقل بھی سلب کر لی ہے ورنہ بقائمی ہوش وحواس اس بے ہودہ گوئی کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے۔

اول۔ تو اس لئے کہ اگر سنیوں کا مقصد یہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس حکم کے خلاف کوئی قول اور رائے اپنی کتابوں میں ذکر ہی نہ کرتے۔ حالانکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات بھی تو اہل سنت نے ہی نقل کی ہیں۔

دوم: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس تراویح جاری کیں متعہ حج سے منع کیا آخر اس ضمن میں سنیوں نے کیوں روایات نہ گھڑیں اور انہیں حکم رسالت کیوں نہ بنا ڈالا۔

سوم: اہل سنت نے تو طرفداری کی یا نہیں، آخر شیعہ کو کیا ہو گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کی زبانی نبی اکرم ﷺ کا اسے حرام ٹھہرانا روایت کر دیا اور دوسرے ائمہ سے بھی اس کی کراہت اور ناپسندیدگی نقل کر ڈالی۔

چہارم: اگر اہل سنت کی روایت کے متعلق یہ دعویٰ ہو سکتا ہے تو جو روایت متعہ حلال ہونے کے متعلق روافض نے نقل کی ہیں ان کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب محض حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بغض وعداوت کی وجہ سے گھڑ لی گئی ہیں بلکہ کلام مجید کی آیات سے ہمارا یہ دعویٰ بالکل واقعہ کے مطابق اور عین حقیقت ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ قرآنی آیات متعہ کی حرمت پر تو دلالت کرتی ہیں اس کی حلت پر قطعاً دلالت نہیں کرتیں۔

فریب کاری کی انتہا

برہان المتعہ میں اکثر مقامات پر عورتوں کے ساتھ متعہ کی حلت ثابت کرنے کی ناکام سعی میں عجیب دھوکہ دہی اور فریب کاری سے کام لیا ہے اور متعہ حج کی روایات اس میں درج کر دی ہیں عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ﴿تمتعنا علی عهد رسول الله ....تا.... قال رجل برآیه ماشاء اور عثمان ينهى عن المتعة وان يجمع بينهما فلما راى على ذالک احل بهما ----﴾ وغیرہ یہ سب روایات متعہ حج کے متعلق ہیں جس کا جواز اہل سنت کے نزدیک مسلم ہے علامہ بدرالدین عینی جلد ۹ صفحہ ۱۹۷ پر فرماتے ہیں۔

﴿اجمع المسلمون على اباحة المتمتع فى جميع الاعصار وانما اختلفوا فى فضله الا ما روى عن امير المومنين عمر وعثمان انما كان ينهيان عن التمتع و قيل كان نهى تنزيها وقيل انما نهيا عن فسخ الحج الى العمرة وقد انكر عليهم علماء الصحابه وخالفوهم والحق مع المنكرين﴾ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۱۲ حاشیہ ۱۱)

تمام اہل اسلام ہر زمانہ میں متعہ حج کے مباح ہونے پر متفق ہیں اگر ان میں اختلاف

ہے تو صرف اس عمل میں کہ حج اور عمرہ میں قران افضل ہے یعنی ان کا اکٹھا کرنا یا پہلے عمرہ کر کے احرام کھول دینا اور بعد ازاں حج کے لئے نئے سرے سے احرام باندھنا جس کو تمتع کہا جاتا ہے صرف حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تمتع حج کی ممنوعیت منقول ہے اور اس کے متعلق بھی کہا گیا ہے کہ ان کا مقصد قران یا افراد کی طرف ترغیب دلاتا تھا اور تمتع کی نسبت ان کی اولویت بیان کرنا نہ کہ بالکلیہ حج حج سے منع کرنا یا ان کا مقصد یہ تھا کہ حج کا احرام باندھ کر اس کو عمرہ کے ذریعے فسخ نہ کیا جائے بلکہ اس کے ساتھ حج ہی ادا کیا جائے لیکن بایں ہمہ علماء صحابہ نے ان کے قول پر رد کیا اور مخالفت کی اور صحیح بھی وہی ہے جو اختلاف کرنے والے حضرات نے کہا ہے۔

ایسی صورت میں متعہ حج کے متعلق اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی آراء اور اقوال کو متعہ النساء میں لانا بدترین خیانت ہے۔

نیز اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالعموم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالخصوص کسی خوف اور ڈر کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دیتے اور حق کو نظر انداز کرتے تو پھر اس مسئلہ میں اختلاف نہ کرتے حالانکہ اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی صاف لفظوں میں متعہ حج کو مباح بلکہ سنت رسول ﷺ قرار دیا ہے۔

لہٰذا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ان حضرات نے صرف حق کا ساتھ دیتے ہوئے عورتوں کے ساتھ متعہ کو حرام تسلیم کیا رسول خدا ﷺ کے فرمان کو تسلیم کرتے ہوئے نہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرفداری میں۔

روایات میں اختلاف اور تعارض کا جواب

اہل تشیع کی طرف سے اہل سنت پر یہ اعتراض ہے کہ ان کی بیان کردہ روایات جن سے متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے ان میں بہت زیادہ اضطراب اور اختلاف ہے بعض سے خیبر میں متعہ کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے اور بعض سے اوطاس والے سال بعض میں فتح مکہ کا ذکر ہے اور بعض میں غزوہ تبوک کا اور بعض کے نزدیک حجۃ الوداع میں حرام کئے جانے کا ذکر ہے۔

(برہان المتعہ صفحہ ۴)

اس اعتراض کا جواب کئی وجوہ سے ہے

وجہ اول : تمام روایات میں یہ امر بصراحت مذکور ہے کہ متعہ کی رخصت صرف غزوات اور سفروں کے دوران دی گئی جبکہ صحابہ کرام اہل وعیال سے دور ہوتے اور یہ عزلت ان پر گراں گزرتی اور رسول کریم ﷺ سے خصی ہونے کی رخصت طلب کرتے تو آپ محدود وقت کے لئے ان کو رخصت دے دیتے لہذا ہر ایسے موقع پر رخصت بھی دی گئی اور ساتھ ہی حرمت بھی بیان فرما دی گئی اور آخری مرتبہ اذن کے بعد ہمیشہ کے لئے اس کی حرمت بیان کر دی گئی۔

(کذا فی فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۴۹)

وجہ ثانی : امام نووی نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ متعہ کی حرمت اور اباحت دو مرتبہ پائی گئی خیبر سے قبل مباح تھا پھر خیبر میں حرام کر دیا گیا پھر فتح مکہ کے موقع پر اس کو مباح کیا گیا اور یہی اوطاس کا سال تھا اس کے بعد اس کو ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا

والصواب المختار ان التحریم والاباحۃ کانا مرتین فکانت حلالا قبل خیبر ثم حرمت یوم خیبر ثم ابیحت یوم فتح مکۃ وھو یوم اوطاس لا تصالھما ثم حرمت بعد ثلاثۃ ایام تحریما موبدا الی یوم القیامۃ واستمر

التحریم انتہی﴾ (شرح مسلم نووی جلد ا صفحہ ۴۵۰)

جن مقامات اور اوقات کا ذکر روایت میں ہے ان سب سے صحیح اور صریح صرف خیبر اور مکہ والی روایات ہیں جس کی مکمل بحث حافظ العصر علامہ ابن حجر عسقلانی نے (فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۵) پر کر کے فرمایا ﴿لم یبقی من المواطن کما قلنا صحیحا صریحا سوی غزوۃ خیبر و غزوۃ الفتح﴾

ابوبکر جصاص نے فرمایا کہ حدیث سبرہ بن معبد میں اختلاف تاریخ ہے بعض طرق میں عام الفتح ہے اور بعض میں حجۃ الوداع کا ذکر لیکن اس پر سب طرق کا اتفاق ہے کہ اس سفر میں اباحت کے بعد اس کو حرام کر دیا گیا ﴿اختلف الرواۃ فی تاریخہ سقط التاریخ وحصل الخبر غیر مورخ فلا یضاد حدیث علی و ابن عمر الذی اتفقا علی تاریخہ انہ حرمھا یوم خیبر﴾ (احکام القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۵۱)

جب راویوں کا تاریخ میں اختلاف ہو گیا تو فقط تاریخ ساقط ہو گئی اور بلا تاریخ معین اس سے اباحت اور بعد ازاں حرمت ثابت ہو گئی لہذا اس کا حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی روایت کے ساتھ تضاد اور تخالف ختم ہو گیا جس میں دونوں سے بالاتفاق خیبر میں متعہ کا حرام کیا جانا منقول ہے۔ نیز فرمایا

﴿فلم تختلف الرواۃ فی التحریم و اختلفوا فی التاریخ فسقط التاریخ کانہ ورد غیر مورخ وثبت التحریم لاتفاق الرواۃ علیہ۔﴾

(احکام القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۵۱)

یعنی تمام راویوں کا متعہ کے حرام ہونے میں اتفاق ہے اور قطعاً باہم اختلاف نہیں ہے اگر اختلاف ہے صرف تاریخ حرمت میں ہے لہذا تاریخ کا تعین بوجہ اختلاف و تعارض ختم ہو گیا کہ وہ بلا تعین تاریخ وارد ہوئی اور متعہ کی حرمت ثابت ہو گئی کیونکہ سبھی راوی اس پر متفق ہیں۔

الغرض تاریخ صحیح معلوم متعین ہو جائے تو بہتر ورنہ ان متعدد روایات سے حرمت کا ثبوت یقینی ہے کیونکہ سب راوی اس پر متفق ہیں رہا یہ سوال کہ متعہ کب تک حلال تھا اور کب حرام ہوا؟ تو جب حرمت ثابت ہو گئی تو سابقہ حلت کے ایام شمار کرنے کی آخر ضرورت کیا ہے؟ اس لئے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے یہ عنوان قائم فرمایا: "نهى رسول الله ﷺ عن النكاح المتعة آخرا" کہ آنحضرت ﷺ نے آخری حکم متعہ کی حرمت کا جاری فرمایا۔

شیعہ علامہ ڈھکو صاحب کی پھبتی

شرعی احکام میں مصالح وحکم بدلنے سے تغیر وتبدل سنت الہیہ ہے اور اہل ایمان کے لئے اس میں چون وچرا کی گنجائش نہیں لیکن متعہ کے دلدادگان نے اس کی اباحت اور تحریم کے تکرار کو طعن وتشنیع اور طنز ومزاح کا نشانہ بناتے ہوئے کہا:

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ غریب متعہ پر بڑے بڑے انقلاب آئے کئی بار حلال ہوا اور کئی بار حرام کم از کم تین چار مرتبہ اسے حلت وحرمت کی کھٹالی سے گزرنا پڑا۔۔۔تا۔۔۔۔ ایک فارسی ضرب المثل ہے۔

بازی بازی باریش بابا ہم بازی

ہم مولوی صاحبان کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ

بازی بازی بادین خدا ہم بازی

اس اندھیر نگری کی شریعت میں کوئی نظیر بھی ملتی ہے یا اس فکری انتشار کی جولان گاہ صرف یہی مسئلہ متعہ ہے کیا اس درجہ اختلاف کے باوجود دعوی نسخ میں کوئی وزن باقی رہ جاتا ہے؟

(تجلیات صفحہ ۲۹۴)

الجواب المتین بتوفیق العزیز الحکیم:

ہم سابقہ سطور میں اساطین اسلام اور اکابرین ملت کی زبانی واضح کر چکے کہ صحیح و صواب اور محقق ومختار قول یہی ہے کہ اس کی تحریم خیبر کے موقع پر بیان کی گئی اور بعد ازاں غزوہ فتح کے موقع پر جب کہ اس قدر تکرار کو علامہ ڈھکو صاحب دین خدا کے ساتھ کھیل اور بازی سے تعبیر کر رہے ہیں اور ان کے خیال میں شریعت مصطفویہ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی حالانکہ ابتدائے اسلام میں اس کو بوجہ اضطرار جائز قرار دیا گیا تھا جیسے بھوک سے لاچار انسان کے لئے مردار اور خنزیر وغیرہ لہذا ضرورت پڑتی تو مباح ہوتا ضرورت ختم ہو جاتی تو حرام اور یہ حکم تا قیامت مضطر اور مبتلائے مخمصہ کے لئے ثابت ہے لہذا ایک ہی شخص پر بار بار مردار اور خنزیر کا حلال ہونا اور پھر حرام ہو جانا عین ممکن ہے۔

لہذا اسی طرح نماز کے لئے قبلہ رو ہونا شرط ہے لیکن مکہ مکرمہ میں ہوتے ہوئے قبلہ بیت اللہ شریف تھا مدینہ منورہ کی ہجرت کے بعد وہ منسوخ ہو گیا اور اس کی جگہ بیت المقدس قبلہ قرار پایا پھر بیت المقدس منسوخ ہو گیا اور بیت اللہ قبلہ قرار پایا اور نفلی نمازوں میں دوران سفر بیت اللہ کی طرف توجہ کی پابندی بھی ختم۔ ﴿اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ (البقرہ ۱۱۵)

ڈھکو صاحب ہی فرمادیں کہ یہ کھیل اور بازی مولوی صاحبان نے قبلہ کے ساتھ روا رکھی ؟ یا اللہ تعالی نے یہ کھیل کھیلا ہے نعوذ باللہ۔ اگر قبلہ کے معاملہ میں اعتراض کرنے والے سفہاء اور کم عقل ہیں ﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَيْهَا﴾ (البقرہ ۱۴۲)

تو متعہ کے معاملے میں اعتراض کرنے والے بھی کیونکہ علامہ کشی کے قول کی رو سے ان اختلاف کا رشتہ انہیں اسلاف سے جا ملتا ہے

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اباحت وتحریم میں تعدد ممکن ہے اور اس کی نظیریں بھی موجود،

ہیں تو اب نسخ کے ثبوت میں تردد بھی ختم ہو گیا کیونکہ تمام تر روایات تحریم پر متفق ہیں اور وقت ضرورت تک اباحت فرمائی گئی پھر تحریم اور غزوہ فتح کے بعد ہمیشہ کے لئے اسے حرام کر دیا گیا اور حجۃ الوداع میں دوسرے احکام کی تاکید مزید کی طرح متعہ کی حرمت کی بھی تاکید فرمادی لہذا نہ یہاں پر اختلاف ہے اور نہ ہی دعوی نسخ میں کوئی ضعف اور کمزوری لاحق ہو سکتی ہے۔

سوال : حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم متعہ کو جائز مانتے تھے اور ان کا مقام علم وفہم میں مسلم لہذا متعہ کی حرمت کا دعوی اور حلت کے منسوخ ہونے کا قول قابل سماعت نہیں۔

جواب: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت اس قدر ہے کہ ہم رسول خدا ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہیں تھیں تو ہم نے عرض کی ﴿الا نستخصی فنهانا عن ذلک ثم رخص لنا ان ننکح المرئة بالثوب ثم قال قرء علینا یاایها الذین آمنوا لا تحرمو طیبات ما احل الله لکم﴾

(بخاری، ما یکرہ من التبتل جلد۲ صفحہ۷۵۹، در منثور جلد۲ صفحہ۱۴۰ بحوالہ عبد الرزاق وابن شیبہ و بخاری مسلم جلد۱ صفحہ۴۵۰)

کیا ہم اپنے آپ کو خصی نہ کر لیں تاکہ عورتوں کی طرف بالکل رغبت ہی نہ ہو تو آپ نے ہمیں خصی ہونے سے منع فرمایا اور مدت مقررہ تک کپڑے کے بدلہ نکاح کرنے کی رخصت دی پھر فرمایا جو پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال ٹھہرائی ہیں ان کو حرام نہ ٹھہراؤ۔

امام ابوجصاص نے اس کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا اس روایت سے صرف ایک وقت میں متعہ کا مباح ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ محل بحث نہیں اور ہمیشہ کے لئے حلال ہونا اس میں مذکور نہیں اور حرمت پر دلالت کرنے والی دوسری صریح روایات موجود ہیں لہذا حظر اور حرمت کی روایات ہی اس پر قاضی اور راجح ہوں گی ﴿فاخبار الحظر قاضیة علیها لان فیها ذکر

الحظر بعد الاباحة ﴾(احکام القرآن جلد۲ صفحہ ۱۵۱) نیز بالفرض دونوں قسم کے درجات مساوی بھی تسلیم کر لئے جائیں تو بھی حرمت کو ترجیح ہوگی

حافظ العصر علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا اسماعیلی نے نقل کیا کہ ابو معاویہ نے اسمعیل بن ابی خالد سے روایت کیا ہے ﴿ففعله ثم ترک ذلک﴾ اور ابن عیینہ نے اسمعیل سے روایت کرتے ہوئے کہا ﴿"ثم جاء تحر یمها بعدا "﴾ اور معمر نے اسمعیل کے واسطہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ثم نسخ منقول ہے۔ لہذا ان روایات سے واضح ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود قطعاً ہمیشہ کے لئے متعہ کو مباح نہیں سمجھتے تھے بلکہ اعتقادی طور پر بھی حرمت اور نسخ کے قائل تھے اور عملی طور پر بھی اس سے اجتناب کرنے والے اور یہی علامہ عسقلانی ابن حزم کے اس دعویٰ کا رد کرتے ہوئے کہ عبداللہ بن مسعود بھی متعہ کو مباح سمجھتے تھے فرماتے ہیں۔

﴿فمستنده فيه الحديث الماضى فى اوائل النكاح وقد بينت فيه ما نقله الاسماعيلى من الزيادة فيه المصر حة عنه بالتحريم وقد اخر جه ابو عوانة من طريق ابى معاوية عن اسماعيل بن ابى خالد و فى آخره ففعلنا ثم ترک ذلک﴾ (فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۸)

ابن حزم کے اس دعویٰ کا سہارا وہ حدیث ہے جو اوائل باب نکاح میں گزری اور میں نے واضح کر دیا کہ اسماعیلی نے اس میں یہ عبارت زیادہ نقل کی ہے جس سے متعہ کی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حرمت ثابت ہوتی ہے اور اسی روایت کو ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں ابو معاویہ اور اسماعیل بن ابی خالد کے واسطہ سے نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں ہے پس ہم نے اس رخصت کے مطابق عمل کیا پھر اس کو ترک کر دیا گیا اور تفسیر درمنثور میں عبد الرزاق، ابن المنذر اور بیہقی کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقول ہے ﴿المتعة منسوخة نسخها الطلاق والصدقة والعدة والميراث﴾ (جلد ثانی

ص: ۱۴۰) متعہ منسوخ ہو چکا ہے اس کو طلاق، حق مہر، عدت اور میراث نے منسوخ ٹھہرایا ہے۔

اب باقی رہ گیا اس آیت کریمہ کی تلاوت کا مقصد تو سیاق حدیث سے واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اپنے آپ کو خصی کر کے رہبانیت اختیار کرنا چاہتے تھے اور عورتوں کی مجامعت سے بالکلیہ اجتناب۔ لہذا فرمایا: ''تمہارا اپنے آپ کو خصی کرنا اللہ تعالیٰ کی حلال چیزوں کو حرام کرنے کے مترادف ہے لہذا انہیں حرام نہ کرو اور یہ آیت نازل ہی اسی ضمن میں ہوئی تھی جب کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خصی ہونے کی رخصت طلب کی تھی اور اپنے آپ پر عورتوں اور ہر موجب لذت شئی اور خوشبو کو حرام کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

﴿فلهذا نزل فی حقه یاایها الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل الله لکم﴾ (فتح الباری جلد ۹، در منثور ص ۳۰۷، ۳۱۱) میں اسی مضمون کی بیسوں روایات مذکورو منقول ہیں جو عورتوں کے نکاح اور مباشرت اجتناب اور لذیذ اشیاء کے استعمال سے گریز بلکہ آلہ تناسل کے کاٹ پھینکنے کا عزم کرنے پر اس آیت کے نازل ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور رہبانیت سے اجتناب لازم ٹھہراتی ہیں امام ابوبکر جصاص نے بھی اسی طرح فرمایا۔ ﴿یحتمل ان یرید به النهی عن الاستخصاء وتحریم النکاح المباح﴾

(احکام القرآن ج ۲ ص ۱۵۱)

عین ممکن ہے کہ اس آیت کریمہ میں خصی ہونے سے منع کرنا مقصود ہو اور نکاح مباح کو حرام ٹھہرانے سے لہذا اس آیت کریمہ میں مدعائے روافض پر کوئی دلالت موجود نہیں ہے۔

اقول:۔ اس آیت کریمہ میں حلال کو حرام ٹھہرانے سے منع کیا گیا ہے اور متعہ کو حرام ٹھہرانے کا عمل تو صرف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرزد نہیں ہوا تھا اگر کوئی فعل اور عمل ان سے ثابت ہوا تو وہ عورتوں سے مطلقاً اجتناب اور ترک جماع بلکہ اس کی صلاحیتوں کو بھی معدوم کرنے کا عزم لہذا اس میں نکاح مباح اور عقد دوام جو کہ معمول اور مروج تھا اس کی تحریم سے منع

کیا گیا ہے علاوہ ازیں ان کے اس عزم وارادہ کے اظہار پر متعہ کی رخصت شارع علیہ اسلام کی طرف سے ثابت ہوئی اگر وہ اباحت اصلیہ یا دور جاہلیت کے معمول کو ملحوظ رکھتے تو پھر اس گزارش کی ضرورت ہی نہ تھی۔

لہذا جب رخصت شرعیہ ثابت ہی اب ہوئی تو تحریم حلال یعنی متعہ کو حرام قرار دینے سے نہی کیونکر مقصود ہوسکتی تھی۔ ﴿کما قال تعالی ،لا تحرموا طیبات ما احل اللہ ....﴾ الغرض یہ بات بالکل واضح اور عیاں ہوگئی کہ اس آیت کریمہ میں متعہ کو حرام ٹھہرانے سے نہیں روکا گیا بلکہ اپنے آپ کو خصی کر کے ان لذائذ سے محروم کرنے کی کوشش سے روکا گیا ہے۔ الحاصل اس روایت سے روافض کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور ہمیں اس کا کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

جہاں تک اہل سنت کی کتابوں میں مذکور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال کا معاملہ ہے تو وہ تین طرح کے ہیں اول یہ کہ متعہ مطلقا مباح ہے اس قول کو عمار مولی الشرید نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ میں نے ان سے دریافت کیا کہ متعہ سفاح وزنا ہے یا نکاح تو انہوں نے فرمایا! ﴿"لا سفاح ولا نکاح"﴾ یہ نہ ہی زنا ہے اور نہ ہی نکاح ہے میں نے عرض کیا تو یہ ہے کیا؟ انہوں نے فرمایا! ﴿"ھی المتعة کما قال اللہ"﴾ یہ متعہ ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ اس میں عدت ہے؟ تو فرمایا ہاں ایک حیض، جب دریافت کیا دونوں مرد و عورت وارث بھی بنتے ہیں؟ تو فرمایا نہیں۔

(اخرجہ ابن المنذر در منثور ج ۲ ص ۱۴۱، تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۴۹)

نیز عطاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

﴿یرحم اللہ عمر ما کانت المتعة الا رحمة من اللہ رحم بھا امة

محمد ﷺ ولولا نهيه عنها ما احتاج الى الزنا الاشقى قال وهى التى فى سورة النساء فما استمتعتم به منهن .... الى.... ليس بينهما وراثة الى وليس بينهما نكاح واخبر انه سمع ابن عباس رضى الله عنهما يراها الان حلالا ﴾

(اخرجہ عبدالرزاق وابن المنذر، درمنثور ج ۲ ص ۱۴۱)

اللہ تعالیٰ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ پر رحم فرمائے متعہ تو فقط اللہ تعالیٰ کی رحمت تھا جس کے ساتھ اس نے امت محمدیہ پر رحم فرمایا اور اگر ان کی طرف سے اس کی ممنوعیت نہ ہوتی تو زنا کی طرف محتاج نہ ہوتا مگر شقی اور بدبخت اور متعہ وہی ہے جو سورہ نساء میں ہے کہ تم ان سے تمتع اور نفع اندوزی کرو مقررہ مدت تک مقررہ اجرت کے عوض اور متعہ میں مرد و عورت کے درمیان وراثت نہیں "تا" اور نہ ہی ان کے درمیان نکاح ہے اور عطا نے بتلایا کہ انھوں نے حضرت ابن عباس کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ وہ اب بھی اس کو حلال سمجھتے ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ انھوں نے متعہ کو صرف حالت اضطراری میں مُباح رکھا جس طرح کہ مردار اور خنزیر حالت اضطراری میں مباح ہے جیسے کہ ابن ابی جمرہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے اس میں رخصت دی

﴿فقال له مولى انما كان ذلك وفى النساء قلة والحال شديد فقال ابن عباس نعم﴾ (بخاری، درمنثور ج ۲ ص ۱۴۰)

تو ان کے آزاد کردہ غلام نے کہا کہ یہ رخصت صرف اس وقت تھی جب کہ عورتوں میں قلت تھی اور حالت اضطراری تھی تو فرمایا ہاں اور اسی قسم کا مضمون سعید بن جبیر سے ابن المنذر طبرانی اور بیہقی کے حوالہ سے درمنثور ج ۲ ص ۱۴۱ پر منقول ہے۔

﴿فقال انا لله وانا اليه راجعون لا والله ما بهذاافتيت ولا هذا اردت ولا احللتها الا للمضطر ولا احللت منها الا الا ما احل الله من الميتة والدم

ولحم الخنزیر ﴾

یہ آپ نے کیا کر دیا رہ گزار اور سوار جناب کا فتوی لے اڑے ہیں اور اس کے متعلق شعراء نے طنزیہ اشعار کہے ہیں جب آپ کے استفسار پر میں نے دو شعر سنائے تو آپ نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون بخدا نہ میں نے یہ فتوی دیا ہے اور نہ ہی میرا یہ مقصد تھا میں نے تو متعہ صرف مجبور اور مضطر کے لئے مردار اور دم مسفوح اور خنزیر کی طرح مباح ٹھہرایا ہے۔

فا کہی اور خطابی نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن جبیر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں "میں نے ابن عباس سے عرض کیا ﴿ لقد سارت بفتیاک الر کبان وقال فیها الشعراء یعنی فی المتعة فقال والله ما بهذا افتیت وما هی الا کالمیتة لا تحل الا للمضطر﴾

(فتح الباری ج۹ص۱۳۶)

آپ کے متعہ کے جواز کے فتوی کو سوار لے اڑے اور اس کے متعلق شعراء نے شعر کہے ہیں تو آپ نے فرمایا بخدا میں نے علی الاطلاق اس کے جائز ہونے کا فتوی نہیں دیا وہ تو صرف مردار کی مانند ہے جو سوائے مجبور محض اور مضطر کے کسی کے لئے حلال نہیں ہے۔

اسی مضمون کو امام بیہقی نے سعید بن جبیر رضی اللہ تعالی عنہ کے واسطہ سے نقل کیا ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں ﴿ "الا انما هی کالمیتة والدم ولحم الخنزیر "﴾ غور سے سنو متعہ مردار رگوں سے بہتے نجس خون اور خنزیر کے گوشت کی مانند ہے۔

(فتح الباری ج۹ص۱۳۶،تفسیر کبیر ج۱۰ص۴۹)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس مضمون کی متعدد روایات ذکر کرنے کے بعد فرمایا

﴿فهذه اخبار تقوی بعضها ببعض وحاصلها ان المتعة انما رخص فیها بسبب العزلة فی حال سفر﴾ (فتح الباری ج۹ص۱۳۶)

یہ روایات ایک دوسرے سے تقویت پکڑتی ہیں اور ان کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت ابن

عباس کے نزدیک متعہ کی رخصت صرف سفر کی حالت میں ہے اور وہ بھی بیوی کے نہ ہونے کی صورت میں جب کہ آدمی صبر وضبط سے کام نہ لے سکے۔

تیسرا قول ان کی طرف سے یہ ہے کہ متعہ مطلقاً حرام ہے اور اس کی سابقہ اباحت منسوخ ہو چکی ہے۔

1۔ابوداؤد نے اپنے ناسخ میں ابن المنذر اور نحاس نے عطا کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

﴿قوله تعالیٰ فمااستمتعتم به منهن ،،قال نسختها ،،یاایهاالنبی اذاطلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن﴾

(کبیر ج ۱۰ ص ۴۹، درمنثور ج ۲ ص ۱۳۹)

کہ قول باری تعالیٰ ﴿فما استمتعتم به منهن الایة﴾ کو اس قول باری تعالیٰ نے منسوخ ٹھہرا دیا ہے کہ اے نبی ﷺ جب تمہاری امت عورتوں کو طلاق دے تو انہیں ان کے وقت عدت میں طلاق دیں اور فرمایا کہ طلاق والی عورتیں تین حیض تک انتظار اور عدت میں رہیں۔

2۔ابن حاتم نے حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے۔

﴿قال کان متعة النساء فی اول الاسلام (الی) وکان یقرأ فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی نسختها محصنین غیر مسافحین وکان الاحصان بید الرجل یمسک متی شاء﴾ (درمنثور ج ۲ ص ۱۳۹، ۱۴۰)

متعہ نساء آغاز اسلام میں تھا ایک شخص ایسے شہر میں جاتا جہاں پر اسکے ساتھ اس کا ساز و سامان درست کرنے والا کوئی نہ ہوتا تھا تو وہ اتنے عرصہ کے لئے کسی عورت کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم کر لیتا جتنے عرصہ میں وہ فارغ ہو سکنے کا ظن غالب رکھتا تو وہ عورت اس کے مال ومتاع کی حفاظت کرتی اور آپ قول باری تعالیٰ ﴿فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی

﴾ پڑھتے جس کو قول باری تعالی ﴿محصنین غیر مسافحین﴾ نے منسوخ ٹھہرادیا او
عورت کی عصمت مرد کے ہاتھ میں دے دی جب تک چاہے اسے اپنے عقد میں رکھے اور جب
چاہے اسے طلاق دے دے۔

3۔طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے نقل کیا ہے۔﴿قال كانت
المتعة فی اول الاسلام (الی)حتی نزلت هذه الاية "حرمت عليكم امهاتكم
"الاية فنسخ الاولى فحرمت المتعة وتصديقها من القرآن الاعلی ازواجهم او
ما ملكت ايمانهم وما سوى هذ الفرج فهو حرام﴾

(درمنثور ج ۲ ص ۱۴۰ وکذا فی ترمذی ج ا ص ۲۱۳)

یعنی متعہ ابتدائے اسلام میں مباح تھا (جسطرح پچھلی روایت میں تفصیل مذکور ہوئی وہ
یہاں بھی ہے) حتی کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ﴾ الایہ تو اس
نے پہلے حکم کو منسوخ ٹھہرا دیا اور اس کی تصدیق قرآن مجید سے یہ ارشاد خداوندی کر رہا ہے
﴿إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾ کہ فلاح پانے والے مومن وہ ہیں جو اس
صفت کے ساتھ بھی موصوف ہیں کہ وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی
بیویوں اور لونڈیوں پر اور ان دو کے علاوہ ہر فرج حرام ہے۔

4۔﴿وروى ايضا انه قال عند موته اللهم انی اتوب اليک من قولی فی المتعة
والصرف﴾ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۴۹، ابوسعود ج ۳ ص ۱۱۷)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے متعلق مروی ہے کہ انھوں نے وفات کے
قریب کہا اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں متعہ کے بارے میں اپنے قول سے اور بیع
الصرف کے قول سے۔﴿وقع الجماع بعد ذالک علی تحريمها من جميع العلماء
الا الروافض وكان ابن عباس يقول باباحتها﴾ (نووی مع مسلم ج ا ص ۴۵۰)

بعدازاں متعہ کی حرمت پر تمام علماء کی طرف سے اجماع واتفاق ہو گیا سوا روافض کے ،اور حضرت ابن عباس پہلے اباحت کے قائل تھے۔

5۔قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے کہا﴿روی عنه انه رجع عن ذلک﴾

(فتح الباری ج۹ص ۱۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جواز متعہ کے قول سے رجوع کر لیا تھا۔

6۔ابن بطال مالکی نے کہا﴿روی عنه الرجوع باسانید ضعیفة﴾

(فتح الباری ج۵ص ۱۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے جواز متعہ کے قول سے رجوع مروی ومنقول ہے اگر چہ ان روایات کی اسانید ضعیف ہیں۔

7۔علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں ج ۱۷ص ۲۴۶ پر صاحب مفہم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

﴿اجمع السلف والخلف علی تحریمها الا ما روی عن ابن عباس وروی عنه رجع﴾ تمام اسلاف واخلاف کا متعہ کی حرمت پر اجماع ہے صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے جواز کا قول منقول ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔

8۔امام ابن ہمام نے فرمایا﴿وابن عباس صح رجوعه بعد ما اشتهر عنه من اباحتها﴾

(فتح القدیر ج۳ص ۱۵۱)

9۔علامہ ابن نجیم نے (بحرالرائق ج۳ص ۱۰۸) میں فرمایا﴿وما نقل عن ابن عباس من اباحتها فقد صح رجوعه﴾ اگر چہ مشہور قول ان کا متعہ کی اباحت ہے لیکن ان کا اس قول

سے رجوع کرنا صحیح طریقہ پر ثابت ہے۔

ف ۔ ابن بطال کے قول میں اسانید ضعیفہ کا ذکر ہے لیکن تعدد طرق ضعف کو دور کر دیتا ہے لہذا صحت رجوع میں شک وشبہ کی گنجائش نہ رہی علی الخصوص امام ترمذی کی تصریح کے بعد۔

10۔ امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی نبی اکرم ﷺ کا حکم تحریم نقل کرنے کے بعد فرمایا

﴿و فی الباب عن سبرة الجهنی و ابن ابوهريرة حديث علی حديث حسن صحيح والعمل علی هذا عند اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغيرهم وانما روی عن ابن عباس شئی من الرخصة فی المتعة ثم رجع عن قوله حيث اخبره عن النبی ﷺ﴾ (ج۱ ص۱۳۳)

حرمت متعہ کے باب میں حضرت سبرہ جہنی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہما سے بھی روایات ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی مروی حدیث حسن صحیح ہے اور تمام اہل علم اصحاب نبی اکرم ﷺ اور دیگر حضرات کا عمل اسی پر ہے اور صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے قدرے رخصت متعہ کے بارے میں منقول ہے پھر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا جب کہ خود ہی رسول اکرم ﷺ کی طرف سے اس کے حرام ہونے کی خبر دی۔

11۔ تفسیر مظہری میں سنن بیہقی کے حوالے سے مذکور ہے ﴿عن الزهری انه قال مامات ابن عباس حتی رجع عن فتواه بحل المتعة وكذا ذكر ابو عوانه فی صحيحه﴾

(تفسیر مظہری ج۲ ص۷۶)

یعنی زہری سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے اپنے وصال سے قبل حلت متعہ والے فتوی سے رجوع کر لیا تھا اور یہی مضمون ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔

الغرض ان تمام اقوال کو ملاحظہ کر لینے کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو سند اباحت اور دلیل جواز بنانا کسی طرح بھی روا اور جائز نہیں ہے۔

علی الخصوص جب کہ اباحت کا قول ان کے ذاتی استنباط واجتہاد پر مبنی ہے اور اس کے مقابل صریح الدلالہ اور صحیح ترین روایات مرفوعہ متصلہ سے نبی اکرم ﷺ کا اسے حرام ٹھہرانا ثابت ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انہیں احادیث کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے انہیں اسی فتویٰ سے باز رہنے کی تلقین کرنا ثابت ہے بلکہ سرزنش کرتے ہوئے فرمانا ﴿انک رجل تائه﴾ تو حیران و سرگرداں اور راہ راست سے بھٹکا ہوا انسان ہے کیونکہ خود رسول اکرم ﷺ نے اسے حرام فرمایا ہے کذا فی صحیح مسلم۔ کیا سید عالم ﷺ کے صریح ارشادات اور احادیث نبویہ کے ہوتے ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس سرزنش کے بعد بھی کسی طرح کا تمسک اور سہارا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول سے مل سکتا ہے جب کہ ان سے رجوع بھی ثابت ہو اور وہ بھی صحیح السند روایات کے ساتھ اور اس سے بھی قطع نظر کر لیں تو محض تعارض و تناقض اقوال ہی اس تمسک اور استدلال کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتا ہے کیونکہ معروف قاعدہ ہے ﴿اذا تعارضا تساقطا﴾ جب دلائل میں تعارض آ جائے تو وہ درجہ اعتبار سے گر جاتے ہیں۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

علامہ ڈھکو صاحب نے متعہ کو جائز رکھنے والوں کی فہرست میں اضافہ کے لئے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حوالہ بھی دیا ہے (بحذف عربی) "خداوند عالم نے متعہ کے متعلق قرآن میں آیت نازل کی پھر اسے کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں کیا اور رسول نے ہمیں متعہ کرنے کا حکم دیا پھر اس سے ممانعت نہیں فرمائی یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا ان کی مراد یہ ہے کہ عمر نے اس کی ممانعت کر دی" (تجلیات صداقت ص ۲۹۵)

الجواب القویم بفضل اللہ الرحیم

تفسیر کبیر کا حوالہ دے کر علامہ صاحب اپنے طور پر داد تحقیق اور حق تدقیق ادا کر کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف فرد جرم عائد کر گئے مگر یہ نہ سوچا کہ تفسیر کبیر فن حدیث کی کتاب نہیں ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ جو کچھ اس میں مذکور ہوگا وہ درجہ صحت تک بھی پہنچا ہوا ہوگا یا اس میں سہو و ذہول کا امکان نہیں ہوگا حقیقت حال یہ ہے کہ یہ روایت متعدد طریق سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے اور ہے بھی متعہ کے متعلق مگر اس میں وجہ اشتباہ یہ ہے کہ متعہ نساء کے بارے میں نہیں بلکہ متعہ حج کے بارے میں ہے۔ صحیح مسلم کتاب الحج میں اس حقیقت کا بچشم خود مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ حج سے بھی منع کیا تھا اور آپ اس کو جائز سمجھتے تھے لہٰذا آپ نے اپنے نظریہ پر قرآن وسنت سے استدلال پیش کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی تاویل یہ ہے کہ آپ نے قرآن یعنی حج اور عمرہ کی ایک ہی ادائیگی کو اولیٰ اور انسب قرار دیا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ذاتی عمل بھی یہی تھا اور قرآن مجید میں بھی دونوں کو اکٹھا ادا کرنے اور اتمام تک پہنچانے کا حکم ہے۔ ﴿اتموا الحج والعمرۃ للہ﴾ لیکن پہلے ایام حج میں عمرہ بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا تھا لہٰذا سید عالم ﷺ نے اس توہم کو عملی طور پر ختم کرنے کے لئے حج کا احرام باندھنے کے بعد حکم دیا کہ جن کے ساتھ ہدیہ کے جانور نہیں ہیں وہ عمرہ کر کے حج کا احرام کھول دیں اور بعد ازاں آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھے تا کہ قولاً اور عملاً عمرہ کا ان ایام میں جواز اور عمرہ کا احرام کھول کر درمیان میں آسائش اور بیویوں سے مجامعت وغیرہ کا جواز ثابت ہو جائے لیکن اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ بہتر صورت ادائیگی حج کی یہی تمتع ہو بلکہ قران میں مشقت زیادہ ہے اور جتنی مشقت زیادہ ہو اتنا ہی اجر و ثواب زیادہ ملتا ہے لہٰذا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قران حج اور عمرہ کو زیادہ افضل سمجھتے ہوئے اس کا حکم دیا اور تمتع کے خلاف اولیٰ ہونے کی وجہ سے اسے منع فرمایا اور یا حج کا احرام باندھ کر پھر عمرہ کے

افعال ادا کر کے اس کے فسخ کرنے سے منع فرمایا کہ سید عالم ﷺ نے یہ شرعی طریقہ نہیں بتلایا تھا بلکہ ایک خصوصی مصلحت کے تحت وقتی طور پر یہ حکم جاری اور نافذ فرمایا تھا تو امیر المؤمنین رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کو معمول بنا لینے سے منع فرمایا بہر حال اس روایت کو عورتوں کے ساتھ متعہ کے جائز ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے لہذا اس کا یہاں ذکر سراسر تحکم اور سینہ زوری ہے اور بلا وجہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے خلاف بغض وعناد کا اظہار ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ کا نظریہ

علامہ ڈھکو صاحب نے حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ کو بھی متعہ کی اباحت کے قائل حضرات میں شمار کرتے ہوئے کہا۔

جناب جابر بن عبداللہ انصاری بھی اس کے جواز کے قائل و عامل تھے ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جناب جابر کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے آکر متعہ حج اور متعہ نساء کے بارے میں عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہم کے اختلاف کا تذکرہ کیا جابر نے کہا ہم نے آنحضرت ﷺ کے عہد میں دونوں پر عمل درآمد کیا ہے بعد از اں جب عمر نے اس کی ممانعت کر دی تو پھر ہم نے (بوجہ تقیہ) عود نہیں کیا۔

ابوالزبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب جابر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم رسول خدا اور ابوبکر کے زمانہ میں مٹھی بھر آٹا یا کھجور دے کر متعہ کرتے تھے یہاں تک کے عمر نے اس کی ممانعت کر دی (صحیح مسلم مع نووی ج ۱ ص ۴۵۱، تجلیات ص ۲۹۶، ۲۹۵)

الجواب منہ توفیق الصواب:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالی عنہ کی پیش کردہ دونوں روایتوں سے صاف ظاہر کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ اتفاق کیا اور ان کے منع کرنے

کے بعد پھر کبھی متعہ کے قریب نہ گئے حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے وصال کو مدتیں گزر گئیں حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کا دور خلافت بھی گزر گیا امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا دور امارت بھی۔ یزید پلید کے آنجہانی ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ کا دور امارت آپہنچا مگر حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ ہیں کہ اس متعہ کی ممنوعیت پر قائم ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے متفق و متحد تو پھر اس کو سند جواز اور دلیل اباحت قرار دینے کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔

مضحکہ خیز اضافہ

ڈھکو صاحب نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے حکم امتناعی نافذ کرنے پر حضرت جابر کے متعہ نہ کرنے کی یہ وجہ بیان کی کہ انہوں نے تقیہ کرتے ہوئے متعہ نہ کیا مگر ان کے وصال کے بعد اتنا عرصہ بیت جانے پر تقیہ کرنے کا کیا مطلب؟ علاوہ ازیں یہ فعل علانیہ تو ہوتا نہیں حتی کہ شیعہ صاحبان اس عقد کے دوران بچی کے ماں باپ کو بھی پتہ نہیں چلنے دیتے تو حضرت جابر بھی اس پر خفیہ طور پر عمل پیرا رہتے نہ اس میں گواہ نہ اعلان و تشہیر۔ جب اس عمل متعہ کا دارومدار ہی تقیہ اور اخفاء پر ہے تو از راہ تقیہ نہ کرنے کا کیا معنی ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالی نے زنا حرام کیا ہے اور اس پر سنگین سزا بھی مقرر کر رکھی ہے مگر لوگ پھر بھی زنا کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آخر عنداللہ اور عندالرسول جائز امر کے لیے اس قدر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے حکم کی پابندی کیوں کہ ان کے وصال کے چوالیس پینتالیس سال کے بعد بھی اس کے قریب نہ گئے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں قطعاً تقیہ وغیرہ نہیں تھا بلکہ نسخ کا حتمی علم نہیں تھا جب حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مجمع میں نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اس کے منع کیے جانے کا اعلان کیا تو نسخ کا یقین ہو گیا اور سب صحابہ کا اس پر اتفاق بھی معلوم ہو گیا لہذا پھر اس کے قریب نہ گئے

علامہ نووی نے فرمایا:

﴿ھذا محمول علی ان الذی استمتع فی عھد ابی بکر و عمر لم یبلغه النسخ﴾ (مسلم ج ا ص ۴۵۱)

یعنی جن صحابہ سے یہ فعل سرزد ہوا تو ان کو منسوخ ہونے کا علم نہیں ہوا تھا لہذا یہ شہادت تو ڈھکو صاحب کے خلاف ہے اس کو اپنے حق میں سمجھنا خود فریبی بھی ہے اور عوام فریبی بھی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا نظریہ

علامہ ڈھکو صاحب نے امیر المؤمنین علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ کو مجوزین متعہ میں شمار کرتے ہوئے کہا "حضرت علی علیہ السلام کا یہ فرمان زبان زد خلائق ہے فرمایا اگر عمر متعہ کی ممانعت نہ کرتا تو سوائے کسی شقی و بد بخت کے (یا سوائے کسی شاذ و نادر آدمی کے) اور کوئی زنا نہ کرتا۔ (تجلیات ص ۲۹۵)

حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف سے متعہ کی حرمت کا اعلان کسی بھی صاحب علم پر مخفی نہیں ہے اور بخاری و مسلم جیسی مستند کتب حدیث میں مروی و منقول ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما پر ردو قدح اور سرزنش بھی کسی سے پوشیدہ نہیں اور اس حرمت کا اعلان بھی اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ خود سرور عالم ﷺ کی طرف سے نقل کیا ہے تو اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف متعہ کو جائز سمجھنے کی نسبت کا کوئی جواز نہیں رہتا۔

نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے جو حکم مناسب سمجھا وہ دیا مگر اب تو دور مرتضوی ہے آپ جو مناسب سمجھتے تھے وہ حکم آپ کو دینا چاہیے تھا اور اگر اس حکم سے خلق خدا کو جرم زنا سے بچایا جا سکتا تھا اور کتاب و سنت میں اس کی اباحت بھی موجود تھی تو آپ کا فرض تھا کہ متعہ کی اباحت و رخصت کا حکم دیتے اپنے دور حکومت میں آپ کو تقیہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

جولوگ آپ کے لیے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالی عنہما جیسے جلیل القدر صحابیوں اورام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے خلاف جنگ و جدال اور حرب وقتال تک سے گریز نہیں کرتے تھے وہ سراسر اپنی بھلائی اور عام اہل اسلام کی بھلائی پر مشتمل امراور بالخصوص اخروی درجات ومراتب میں عظیم ترقی اور رفعت کے موجب وباعث امر میں کیونکر مخالفت کر سکتے تھے لہذا آپ کوفرمان باری تعالی ﴿تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ پرعمل کرتے ہوئے اس کار خیر کا ضرور حکم دینا چاہیے تھا اور اس کی بندش سے پیدا ہونے والے مفاسد کا سد باب کرنا چاہیے تھا اور فرمان باری تعالی ﴿لا یخافون لومۃ لائم﴾ کی تنقید اور اعتراض وانکار کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے تھا لیکن ہے کوئی شیعہ جو ہوش وخرد کے ہوتے ہوئے یہ دعویٰ کر سکے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے متعہ کو اپنے دور خلافت میں مباح قرار دیا تھا بلکہ شیخ الطائفہ ابو جعفر الطوسی صاف صاف اقرار کرتا ہے کہ آپ از راہ تقیہ متعہ کی حرمت کا اعلان کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو: (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۱)

﴿عن زید بن علی عن آبائہ عن علی علیہم السلام قال حرم رسول اللہ ﷺ یوم خیبر لحوم الحمر الاھلیۃ ونکاح المتعۃ﴾

﴿فان ھذا الروایۃ وردت مورد التقیۃ وعلی ما یذھب الیہ مخالفوا الشیعۃ ...﴾ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۱)

بنظر یہ شیعہ کو مبارک ہو ہم تو صرف اور صرف یہی سمجھتے ہیں کہ وہ جو زبان سے فرماتے تھے وہی ان کا حقیقی نظریہ ہوتا تھا اور شیر خدا اللہ تعالی کے علاوہ کسی سے ڈر نہیں سکتے تھے اور ڈرتے تھے تو شیر خدا اور اسد اللہ الغالب کہلانے کے حقدار نہیں ہوسکتے تھے نعوذ باللہ منہ اصولی بات تو یہ ہے کہ اصح ترین روایات اور کتب صحاح کے مقابل ومناقض جو روایت ہوں اس کی تاویل ہو سکے تو فبہا ورنہ اس کو رد کر دیا جائے گا لہذا یہ روایت مردود اور نا قابل اعتبار ہے اور یا اس کا

مطلب ومفہوم یہ ہے کہ فی الجملہ متعہ جائز رہتا تو اس میں یہ مصلحت حاصل ہوتی لیکن ایک شے میں متعدد پہلو خیر وشر کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ خیر والے پہلو کے پیش نظر اس کی آرزو بھی کی جاسکتی ہے اور شر والے پہلو کے لحاظ سے نفرت وکراہت بھی مثلاً موت کی آرزو ولقاء خداوندی کے تحت جائز ہے اور مصائب وآلام سے گھبرا کر منع ہے لہذا متعہ کا جواز برقرار رہنا زنا سے مانع ہونے کی وجہ سے بہتر تھا لیکن شرفاء کی عزت وناموس کے خلاف ہونے اور نسب ونسل کا ضیاع عورتوں کے نان ونفقہ وغیرہ سے محرومی کی وجہ سے اس میں قباحت تھی لہذا اس کو ممنوع ٹھہرانے میں آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے اتفاق وموافقت فرمائی نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے دور حکومت میں مخالفت فرمائی اور نہ اپنے دور حکومت میں۔

اعتذار شیعہ اور اس کی لغویت

چونکہ حضرت امیر کے ہم زمان سیرت شیخین کے معتقد تھے اور اس کی مخالفت کو برداشت نہیں کرتے تھے لہذا آپ اپنے دور خلافت میں بھی ان کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے ورنہ سبھی چھوڑ جاتے اور آپ تنہا رہ جاتے یا قلیل ترین مخلص شیعہ (احتجاج طبرسی، مجالس المومنین) بلکہ خود علامہ ڈھکو صاحب نے تنزیہ الامامیہ پر بھی یہی عذر بیان کیا ہے لیکن عذر کئی وجہ سے لغو اور باطل ہے۔

اول:۔ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ ہو سکے تو امامت اور خلافت کا بار گراں سر لیکر عام اہل اسلام کی عملی اور اعتقادی کوتاہیوں کو اپنے ذمہ لینا بہت بڑا خسارے کا سودا ہے۔

دوم:۔ اس عذر میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی شخصیت کو سراسر ناقص پست غیر معتبر اور ناقابل اعتداد گرداننا لازم آتا ہے یعنی ان کی کوئی مانتا تھا اور نہ سنتا تھا ان کے کہنے پر عمل کس نے کرنا تھا تو اس میں حضرت امیر رضی اللہ تعالی عنہ کی واضح کھلی توہین وتحقیر ہے جو عقل مند

دشمن بھی قبول نہیں کر سکتا چہ جائیکہ صاحب ہوش وخرد مومن۔ جن لوگوں نے ان کو مسند خلافت اور منصب امامت سونپا تھا ان کا مقصد کیا تھا؟ مخالفت کرنا یا اطاعت کرنا اور جن اکابرین سے جنگ لڑی وہ اپنے شوق سے یا آپ کے حکم سے؟

سوم: نیز اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے دور میں یا رسول اکرم ﷺ کے دور میں متعہ حرام نہیں کیا گیا تھا تو آپ صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کا عمل بلکہ ان کے آقا و مولا کا عمل پیش کر کے اپنا مؤقف مدلل اور مبرہن انداز میں پیش کر سکتے تھے اور ہر کسی کے لیے چون و چرا کی تمام راہیں مسدود کر سکتے تھے لیکن آپ نے ایسا اقدام نہ کر کے اس کی حرمت اور عدم جواز پر مہر تصدیق لگا دی۔

اجماع اہل بیت کے دعوی کی لغویت

جب یہ حقیقت ذہن نشین ہو چکی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے دور حکومت میں بھی متعہ کے جواز و اباحت کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ہی اعلانیہ اس طرح کا قول کیا بلکہ تقیہ کیے رکھا اور عام اہل اسلام کے ساتھ موافقت فرمائی تو اہل تشیع کا یہ دعوی بھی لغو و باطل ہو کر رہ گیا کہ متعہ کی اباحت اور جواز پر تمام اہل بیت مجتمع اور متفق ہیں کیونکہ صاحب اقتدار و اختیار ہستی برملا حرمت اور عدم جواز کا اعلان کرتی رہی تو دوسرے ائمہ کرام جو مسند اقتدار و اختیار پر فائز نہیں تھے وہ اس کی اباحت اور جواز کا اعلان کسطرح کر سکتے تھے لہذا یقینی امر یہی ہے کہ جو مذہب اہل بیت کرام کا ظاہر اور معروف تھا اور جو ان سے تواتر اور توارث کے ساتھ ثابت تھا، وہ صرف اور صرف متعہ کی حرمت اور عدم جواز میں اور اس کے برعکس جو کچھ ہے وہ محض ان دو چار راویوں کی کارستانی ہے جن کو امام جعفر صادق اور دیگر حضرات نے یہود و مجوس اور مشرکین اور اہل تثلیث سے بھی بدتر قرار دیا تھا لہذا ان روایات میں نہ کوئی وزن اور نہ ہی وہ اعتداد و اعتبار کے لائق ہیں

بلکہ ان کا مقصد وحید اہل اسلام میں فکری انتشار اور عملی گراوٹ پستی اور رذالت پیدا کرنا تھا اور انہیں نادانستہ طور پر یہود و مجوس کی راہ و روش پر گامزن کرنا تھا جس میں وہ کافی حد تک کامیاب ہو گئے تھے انا للہ وانا الیہ راجعون

شہادات اربعہ پر بے جواز تکیہ اور اعتماد

علامہ ڈھکو صاحب نے فرمایا ''شہادت کا سب سے بڑا کورس چار عدد کا ہے ان چار معتبر شہادات سے ثابت ہوگیا کہ متعہ والی آیت محکم ہے اور منسوخ نہیں ہے اگر نسخ کی کوئی اصلیت ہوتی تو کس طرح ان حضرات سے پوشیدہ رہ سکتی تھی؟ (تجلیات صداقت ۲۹۶)

الجواب بفضل الوہاب

علامہ موصوف، بلا وجہ شہادت کے چکر میں پڑ گئے اول تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان چار حضرات کی شہادت تب بنتی ہے جب براہ راست وہ ڈھکو صاحب کے پاس بیان دیتے وہ تو قطعا باطل ہے اور اگر کوئی چیز اس طرح کی ثابت ہوئی ہے تو وہ راویوں کی وساطت سے ہے اور محدثین کی نقل ہے جس سے وثوق اور اعتماد میں کمی آسکتی ہے کیونکہ راوی اور ناقل عادل بھی ہوتے ہیں اور ضعیف بلکہ کاذب بھی اور سبھی محدث بھی ہم پلہ نہیں ہیں لہذا بخاری و مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ جیسی ممتاز اور مستند کتب احادیث میں جب سرور عالم ﷺ کی طرف سے حرمت کی تصریح موجود ہے تو پھر غیر معتبر اور غیر مستند کتب کی معارض و مناقض روایات کیونکر قابل قبول اور مفید مدعا ہو سکتی ہیں اور جواز متعہ کی شہادت کیسے بن سکتی ہے اور ان سرآمد روزگار محدثین کے بیان کے بعد دوسرے کسی محدث کا مخالف قول کیا وزن رکھتا ہے

دوم:۔ ان حضرات کی طرف منسوب روایات کا وہ معنی، مفہوم ہی نہیں جو ڈھکو صاحب نے سمجھا بلکہ اس کی حقیقت اور ان حضرات کا نظریہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے جو علامہ صاحب کے قطعا

موافق نہیں ہے لہذا ان کو آخری کورس قرار دینا تو دور کی بات ہے اس میں ایک کی بھی شہادت نہیں پائی گئی جب ان کے بیانات میں آیت کے متعہ کے جواز پر دلالت کا بھی ذکر نہیں ہے تو اس کا محکم ہونا اور غیر منسوخ ہونا کیسے ثابت ہو گیا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آیت کا ذکر ہے اور اس کے ناسخ کی نفی کا بھی لیکن وہ تو متعہ حج کے متعلق ہے نہ کہ متعہ نساء کے متعلق لہذا یہ علامہ صاحب کی سراسر سینہ زوری اور تحکم ہے اور دیانت و انصاف کا خون ناحق علاوہ ازیں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منع کرنے پر ہم نے متعہ ترک کر دیا تو وہ گواہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موافق ہو گیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رد فرمایا اور انہیں حیران سرگرداں شخص قرار دیا تو اگر ایسی شہادات سے دعاوی ثابت ہو سکتے ہیں تو پھر شیعی عدالت میں سے کوئی دعوی خارج ہو ہی نہیں سکے گا کیا اسی کو اجتہاد اور تحقیق و تدقیق کہتے ہیں؟

سوم:۔ اگر چار کا عدد پورا ہو جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی قطعاً اس کی حرمت کا نفاذ نہ کرتے کیونکہ آپ کا مطالبہ بھی یہی تھا کہ اگر چار گواہ اس پر پیش کر دیے جائیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے حرام فرمانے کے بعد پھر حلال فرمایا ہے تو میں اس کی حرمت کو نافذ نہیں کرتا ورنہ آج کے بعد جو شخص شادی شدہ متعہ کرے گا میں اس کو سنگسار کرادوں گا ملاحظہ فرمایئے:

(ابن ماجہ ص ۱۴۱)

﴿عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لما ولی عمر بن الخطاب خطب الناس فقال ان رسول اللہ ﷺ اذن لنا فی المتعة ثلاثا ثم حرمها و اللہ لا اعلم احدا یتمتع وھو محصن الا رجمته بالحجارة الا ان یاتینی باربعة یشھدون ان رسول ﷺ احلها بعد اذ حرمها﴾ (ابن ماجہ ص ۱۴۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی خلافت وامارت بنائے گئے تو آپ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا بیشک رسول خدا ﷺ نے ہمیں تین دن کے لئے متعہ کی اجازت دی تھی پھر اس کو حرام قرار دے دیا بخدا میں کسی کے متعلق اگر معلوم کرلوں کہ اس نے متعہ کیا ہے اور وہ شادی شدہ بھی ہے تو میں اس کو سنگسار کردوں گا مگر یہ کہ وہ چار گواہ پیش کرے جو کہ اس امر کی گواہی دیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو حرام ٹھہرانے کے بعد پھر اس کو حلال قرار دیا تھا۔

مگر آپ کے اس اعلان کے باوجود چار تو کجا دو گواہ بھی دستیاب نہ ہوئے بلکہ سبھی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کردہ حدیث پر آپ کے ساتھ موافقت فرمائی اور اس کو تسلیم کیا۔ اور متعہ کی حرمت پر اجماع صحابہ منعقد ہو گیا لہذا کتاب وسنت کی شہادت اور اجماع صحابہ کے بعد اس کی حرمت میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی اور نہ کسی شہادت سے اس کا جواز ثابت کیا جا سکتا ہے۔

اعتراف جرم کس کا؟

علامہ ڈھکو صاحب نے "عمر بن خطاب کا اعتراف جرم" کا عنوان قائم کر کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس ناپاک قول کی نسبت کی ہے چنانچہ علامہ ڈھکو صاحب لکھتے ہیں "حقیقت یہ ہے کہ یہاں مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ ہے انہوں نے اس قدر تاویلات رکیکہ صرف عمر کی گرتی ہوئی پوزیشن کو سہارا دینے کی ناکام کوشش کے سلسلہ میں کی ہیں کہ کبھی روایت سے نسخ کا نظریہ اختیار کیا ہے ------ مگر جناب عمر ڈنکے کی چوٹ بر سر منبر یہ اعلان کرتے ہیں ﴿متعتان کانتا مشروعتین فی عهد رسول الله ﷺ وانا انهى عنهما متعة الحج و متعة النكاح﴾ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۸۹)

دو متعے رسول کے زمانے میں جائز تھے مگر میں ان سے ممانعت کرتا ہوں ایک متعہ حج

اور دوسرا متعہ نکاح۔

شرح فاضل کوشجی (ص ۴۸۴ طبع ایران) پر بجائے انی کے "وانا حرمتھا" موجود ہے ﴿کذا فی المحاضرات للراغب﴾ (میں ان دونوں کو حرام قرار دیتا ہوں) اور علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص ۱۳۶،۱۳۷ طبع مصر پر اولیات عمر کے ضمن میں تصریح کی ہے کہ اول من حرم المتعۃ عمر پہلا شخص ہے جس نے متعہ کو حرام قرار دیا.

لیجئے اب تو یہ حقیقت بالکل واضح اور عیاں ہوگئی کہ جناب عمر نے ہی اپنے دور حکومت میں کسی خاص رمز و مصلحت کے ماتحت (کہ رموز مملکت خویش خسروان دانند) متعہ کو حرام قرار دیا ورنہ خدا اور رسول نے اسے حلال قرار دینے کے بعد اسے ہرگز حرام قرار نہیں دیا ورنہ عمر حرمت یا ممانعت کی نسبت اپنی طرف دینے کی بجائے خدا اور رسول کی طرف دیتے۔ اب مسلمانوں کی مرضی ہے کہ وہ خدا اور رسول کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کریں یا عمر کا فیصلہ مان کر اسلام کا جوا گردن سے اتار دیں

؎ بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

﴿ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المؤمنین وتوله مانولی ونصله جهنم وساءت مصیرا﴾

مگر معلوم ہوتا ہے کہ متعہ کو حرام قرار دینے والے عمر کو خدا اور رسول سے زیادہ مانتے ہیں (تجلیات ص ۲۹۶،۲۹۷)

الجواب السدید ومنہ التوفیق:

قبل ازیں آیات کلام مجید اور احادیث رسول ﷺ سے متعہ کی ممنوعیت واضح ہو چکی اور کتب شیعہ سے بھی ممنوعیت کی روایات حضرت علی المرتضی اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہما

ودیگر اکابر اہل بیت کے حوالہ سے نقل کی جائیں گی اور ابھی ابھی ناظرین کرام نے ابن ماجہ شریف کی روایت میں ملاحظہ فرمالیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے متعہ کی ممنوعیت فرمائی اور ساتھ ہی مطالبہ کیا کہ اس کی ممنوعیت کے بعد کسی کو اس کا حلال ٹھہرایا جانا معلوم ہو تو وہ چار گواہ اس پر پیش کرے لیکن مرکز اسلام مدینہ منورہ میں ہزاروں صحابہ کرام کی موجودگی میں چار گواہ دستیاب نہ ہو سکے بلکہ ایک نے بھی اٹھ کر نہ کہا کہ میں نے سرور عالم ﷺ سے سنا کہ وہ اس کو حرام ٹھہرانے کے بعد مباح اور جائز قرار دے رہے تھے حتیٰ کہ اسد اللہ الغالب فاتح خیبر علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی شہادت نہ دی بلکہ اپنے دور خلافت میں بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس کا حکم تحریم نقل فرماتے رہے جس سے اجماع صحابہ بمعہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واضح ہو گیا اور اس آیت کا مصداق خود ڈھکو صاحب اور دیگر دلدادگان متعہ قرار پائے جو اس نے نقل کی ہے

﴿ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولی ونصله جهنم وسائت مصیرا﴾

جو شخص بھی راہ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے گا اور مؤمنین کی راہ کے علاوہ دوسری راہ پر چلے گا تو وہ جدھر پھرے گا ہم اس کو ادھر ہی پھیر دیں گے اور اسے جہنم واصل کریں گے اوہ وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ متعہ کے شائقین کو خدا اور رسول اور ائمہ کرام سے متعہ مقدم ہے اس کے خلاف کسی کی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہیں اور کیوں نہ ہو **﴿حبک الشئی یعمی یصم﴾** جس چیز کی محبت ہو تو اس کے بارے میں انسان اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے یعنی نہ اس میں عیب دیکھ سکتا ہے اور نہ کسی کی تنقید اور بیان وتقریر اس کے خلاف سن سکتا ہے۔

متعہ کو حرام کرنے والا کون ہے؟

ابن ماجہ شریف کی روایت سے ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے دوران خطبہ تصریح فرمائی کہ تین دین کے لئے اس کو رسول خدا ﷺ نے مباح فرمایا بعدازاں اس کو حرام کر دیا اور قبل ازیں بھی فتح الباری، بیہقی کے حوالے سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے دوران خطبہ نبی اکرم ﷺ کے منع فرمانے کی تصریح فرمائی مزید مندرجہ ذیل روایات ملاحظہ فرمالیں:

﴿اخرج البیهقی عن عمر رضی الله تعالی عنه انه خطب فقال ما بال رجال ینکحون هذه المتعة وقد نهی رسول الله ﷺ عنها لااوتی باحد نکحها الا رجمته﴾ (درمنثور ج۲ص۱۴۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو یہ متعہ کرتے تھے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے نہی فرمائی میرے پاس جو شخص بھی ایسا لایا گیا جس نے متعہ کیا ہوگا تو میں اس کو سنگسار کر دوں گا۔

ابن ماجہ، سنن بیہقی، ابن منذر، درمنثور وغیرہ کے اندر مذکور اس تصریح کے بعد کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے بر سر منبر یہ اعلان کیا کہ خود سرور عالم ﷺ نے متعہ کو ممنوع اور حرام ٹھہرایا ہے پھر بھی یہ رٹ لگاتے جانا کہ متعہ کو صرف اور صرف عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی طرف سے حرام کیا ہے اور اسے خدا اور رسول ﷺ نے حرام نہیں کیا ڈھٹائی اور بے حیائی کی انتہاء ہے اس لئے علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا:

﴿ان عمر لم ینه عنها اجتهادا وانما نهی عنها مستندا الی نهی رسول الله ﷺ وقد وقع التصریح بذلک فیما اخرجه ابن ماجة ..... وخرجه ابن

المنذر والبیهقی .....﴾ (فتح الباری ج۹ص ۱۳۷)

بیشک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ سے از روئے اجتہاد نہی نہیں فرمائی بلکہ نبی اکرم ﷺ کی طرف اس نہی اور ممنوعیت کی نسبت کرتے ہوئے اس سے منع فرمایا اور اس نسبت کی تصریح ابن ماجہ، ابن منذر، اور بیہقی کی نقل کردہ روایات میں موجود ہے۔

﴿قال الطحاوی خطب عمر فنهی عن المتعة ونقل ذلک عن النبی ﷺ فلم ینکر علیه ذلک منکر وفی هذا دلیل علی متابعتهم له علی ما نهی عنه﴾ (فتح الباری ج۹ص ۱۳۸)

امام طحاوی نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطاب فرمایا اور متعہ سے منع کیا اور اس ممنوعیت اور حرمت کو نبی اکرم ﷺ سے نقل فرمایا تو کسی منکر نے اس حکم اور نقل میں آپ پر انکار اور اعتراض نہ کیا لہذا اس امر کی بین دلیل ہے کہ سب نے متعہ کی ممنوعیت میں آپ کی موافقت ومتابعت فرمائی لہذا اس کو صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتی رائے قرار دینا قطعاً غلط ہے اور خلاف دیانت وامانت۔

ان روایات کی روشنی میں ڈھکو صاحب کی منقولہ عبارت کا مفہوم بھی بالکل بے غبار ہو گیا کہ متعہ نساء سید دو عالم ﷺ کے دور میں مباح تھا اور پھر آپ نے ہی اس کو حرام کر دیا لہذا میں اس سے منع کرتا ہوں اور پوری شدت کے ساتھ حتی کہ کسی کو اس کا مرتکب پایا گیا تو سنگین سزا دوں گا چونکہ اس قسم کا اعلان تحریم اور اس کے ارتکاب پر اس طرح کی سنگین سزا کی دھمکی پہلے نہیں پائی گئی تھی لہذا ﴿اول من حرم المتعة﴾ کا معنی بھی واضح ہو گیا اور انا انهی یا انا احرم کا معنی بھی کہ میں اس نہی اور حرمت کو نافذ کر رہا ہوں اور میں نے نبی اکرم ﷺ کا حرام ٹھہرانے کا بھرے مجمع میں اعلان کر کے عذر ختم کر دیا لہذا اس سابقہ اباحت کی غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہیے اور نہ لاحقہ تحریم اور ممنوعیت سے کسی کو بے خبر رہنا چاہیے اور دوسرے مقام پر بھی اس امر کی

وضاحت کی جا چکی ہے کہ نائب اور خلیفہ کی طرف بھی احکام کی نسبت جائز ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ (الاعراف ۱۵۷) رسول خدا ﷺ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال ٹھہراتے ہیں اور خبیث چیزوں کو حرام حالانکہ دوسری جگہ فرمایا ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ (الانعام ۵۷) کہ حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء ۵۹) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول خدا ﷺ اور امراء و حکام کی اطاعت کرو لہذا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولی امر اور خلیفہ رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے ان کی اطاعت اہل اسلام پر لازم تھی۔

لہذا اپنی طرف بھی نسبت دیتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح رسول خدا ﷺ نے اسے حرام فرمایا اور ان کی اطاعت لازم میں بھی اس کی حرمت کو نافذ کر رہا ہوں لہذا میری اطاعت بھی تم پر لازم ہے تو جس طرح تحلیل و تحریم کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی طرف سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان امور کو حرام نہیں فرمایا اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نسبت کرنے سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ اسے رسول معظم ﷺ نے حرام نہیں فرمایا۔

عجیبہ

﴿انا انهى يا انا احرم۔۔۔۔﴾ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جملے ہیں اور ﴿ثم حرمها﴾ اور ﴿قد نهى عنها﴾ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جملے ہیں اور کبھی کا مطالعہ بھی ڈھکو صاحب نے کیا ہوا ہے اور بایں ہمہ وہ یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں (لیجیے اب تو یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ جناب عمر نے ہی اپنے دور حکومت میں کسی خاص چیز و مصلحت کے تحت متعہ کو حرام کر دیا تھا۔ (تا) ورنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرمت یا ممانعت کی نسبت اپنی طرف

دینے کی بجائے خدا اور رسول کی طرف دیتے) تو اس سے بڑھ کر اندھیر نگری کیا ہو سکتی ہے اور دیانت وامانت کی دنیا میں ایسے دعاوی کا کیا وزن اور اعتبار ہو سکتا ہے؟ اور اس تفرقہ اور تقسیم کا کیا جواز ہو سکتا ہے کہ ایک ہی شخص کا ایک قول معتبر اور حجت وسند ہو اور اسی کا دوسرا قول ناقابل التفات واعتبار وہ حقیقت تو قطعاً واضح نہ ہوئی جو ڈھکو صاحب واضح کرنا چاہتے تھے البتہ یہ حقیقت ضرور واضح ہوگئی کہ علامہ موصوف سخت بددیانت اور انتہائی خیانت پیشہ ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعلان اور صحابہ کرام کی تصدیق وتائید

جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ برسر منبر یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ متعہ کو رسول مکرم ﷺ نے حرام فرمایا ہے اور میں بھی اس کی حرمت کا اعلان کر رہا ہوں اور اس کے بعد کسی کے لیے لاعلمی اور بے خبری کا عذر قابل قبول نہیں ہوگا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اگر اس کو حرام نہیں سمجھتے تھے اور رسول خدا ﷺ کی طرف تحریم، منع اور نہی کی نسبت کو غلط سمجھتے تھے تو ان پر فرض تھا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حقیقت حال واضح کرتے اور ان پر ان کی غلط فہمی عیاں کرتے اور ان کے اس الزام کو دین میں مداخلت سمجھتے ہوئے مسترد کرتے کیونکہ اس امت کی شان ہی یہی ہے ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران ۱۱۰) تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو لیکن اس خیر امم کا سراپا خیر اور بھلائی کا دور یعنی قرن اول اور مہاجرین وانصار اور اصحاب نبی ﷺ اس اعلان کو سن کر خاموش ہیں بلکہ سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں اور پہلے منسوخی کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کوئی اس فعل کا مرتکب ہو بھی جاتا تھا تو اب قطعی طور پر اس سے الگ ہو کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے

اندریں حالات ڈھکو صاحب ہی بتلائیں کہ مہاجرین اور انصار نے جناب عمر کا حکم مان کر اسلام کا جوا گردن سے اتار پھینکا تھا یا وہ کامل مومن رہے اور واجب التقلید خود اس کی ذکر کردہ آیت بتلا رہی ہے کہ مومنین کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ چلنے والا جہنم کی راہ پر گامزن ہے اور مومنین اولین کی اجماعی راہ تو متعہ سے احتراز واجتناب اور اس کو حرام اور ممنوع سمجھنا ہے لہذا متعہ کے دلدادگان نے اسلام کا جوا گردن سے اتار پھینکا ہے نہ کہ اس کی حرمت کے قائلین نے وہ تو خیر الامت کے خیر القرون کے نقش قدم پر چل رہے ﴿والحمدلله علی ذلک﴾ علامہ ڈھکو صاحب نے تفسیر کبیر کے حوالے سے جو عبارت ذکر کی اس کے ساتھ ہی صاحب تفسیر کبیر کا بصیرت افروز اور رافضیت سوز استدلال متعہ کی حرمت پر موجود ہے ذرا سنیں اور صحابہ کرام کا راستہ معلوم کریں:

رازی علیہ الرحمہ نے کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ فرمان ہے کہ دو متعے زمانہ رسول اللہ ﷺ میں تھے میں ان سے منع کر رہا ہوں اور اس کے مرتکب کو سزا دوں گا۔

﴿متعتان کانتا علی عهد رسول الله ﷺ انا انهی عنهما واعاقب علیهما﴾ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۰) متعہ کے حرام ہونے کی بین دلیل ہے کیوں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان پہلے ہی سے متعہ کی حرمت کو جانتے تھے لہذا خاموش رہے یا متعہ کو تو حلال سمجھتے تھے لیکن دین کے معاملے میں مداہنت اور بے پرواہی سے کام لیتے ہوئے خاموش رہے اور یا قبل ازیں متعہ کی اباحت یا حرمت کا انہیں علم ہی نہیں تھا تیسری صورت کے متعلق فرمایا ﴿فهذا ایضا باطل لان المتعة بتقدیر کونها مباحة تکون کالنکاح واحتیاج الناس الی معرفة الحال فی کل واحد منهما عام فی حق الکل﴾

(تفسیر کبیر ج ۱۰، ص ۵۰)

یعنی متعہ کے متعلق ان کی لاعلمی کا دعوی قطعا باطل ہے کیوں کہ مباح ہونے کی صورت

میں وہ نکاح کی مانند ہوتا ہے اور لوگوں کی محتاجی نکاح اور متعہ کے بارے میں حصول معرفت کی طرف یکساں اور سب کو شامل ہے اور اس قسم کے معاملات کا مخفی رہنا ممنوع ہے بلکہ یہ امر واجب ولازم ہے کہ اس کی اباحت کا علم سبھی کو ہوتا بلکہ جس طرح سب کو معلوم تھا کہ نکاح مباح ہے اور منسوخ نہیں اس طرح یہ بھی معلوم ہونا ضروری کہ متعہ بھی مباح ہے اور منسوخ نہیں ہے دوسری صورت کے متعلق فرمایا ﴿والثانی یوجب تکفیر عمر وتکفیر الصحابه لان من علم ان النبی ﷺ حکم باباحة المتعة ثم قال انها محرمة محظورة من غیر نسخ لها فهو کافر بالله ومن صدقه علیه مع علمه یکونه مخطئا کافرا کان کافرا ایضا وهذا یقتضی تکفیر الامة وهو علی ضدقو له تعالی "کنتم خیر امة"﴾

(ج ۱۰ ص ۵۰)

دوسری صورت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفیر لازم آتی ہے اور تمام صحابہ کرام کی تکفیر بھی کیونکہ جس کو معلوم ہو کہ نبی اکرم ﷺ نے متعہ کی اباحت اور جواز کا حکم دیا ہے پھر کہے کہ یہ حرام اور ممنوع ہے بغیر اس کے کہ وہ منسوخ ہوا ہو تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا اور جس اس کی خطا کاری اور کفر معلوم ہو اور باوجود اس کے اس کی تصدیق و تائید کر دے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا تو اس طرح امت مصطفےٰ ﷺ کا کافر ہونا لازم آئے گا حالانکہ یہ لازم باطل ہے کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ﴿کنتم خیر امة﴾ کے سراسر خلاف ہے جب امت کی خیریت وافضلیت اور شان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر منصوص من اللہ ہے تو جس کی تائید و تصدیق وہ کریں گے لامحالہ وہ بھی خطا اور بے راہ روی سے محفوظ ہوگا۔

﴿ولما بطل هذان القسمان ثبت ان الصحابة انما سکتوا عن الانکار علی عمر رضی الله تعالی عنه لانهم کانوا عالمین بان المتعة صارت منسوخة فی الاسلام﴾ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۰)

جب وہ دونوں شقیں باطل ہو گئیں تو ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر صرف اس لئے انکار نہ کیا کہ وہ اس حقیقت سے باخوبی واقف تھے کہ متعہ اسلام میں منسوخ ہو چکا ہے۔

اس بیان صداقت نشان سے واضح ہو گیا کہ متعہ کی منسوخی کا اقرار واعتراف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرتی پوزیشن کو سہارا دینے کی کوشش کے لئے نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام مہاجرین وانصار کی پوزیشن بچانے کے لئے ہے اور علی الخصوص حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرتی ہوئی پوزیشن بچانے کے لئے ہے جو ﴿الحق مع علی وعلی مع الحق﴾ کی شان رکھنے والے ہیں کہ ان کا باطل اور کفر کے ساتھ اتفاق واتحاد لازم نہ آئے اور تمام حاضرین اور سامعین کا ایک عمر بن الخطاب سے ڈر کر خدا جل جلالہ و مصطفیٰ ﷺ کے دین سے بے پرواہی اور مداہنت کا مرتکب ہونا لازم نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی اور قرآن کی پوزیشن مجروح نہ ہو اور اس کا جھوٹ اور کذب لازم نہ آئے۔

﴿تَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكِرِ﴾ (آل عمران ۱۱۰)

مگر ڈھکو صاحب کی بلا سے جس جس مقدس ہستی پر زد پڑتی ہے پڑے صرف متعہ کی گنجائش نکل آئے۔ العیاذ باللہ۔ اس لئے انھوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دور خلافت میں بھی صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ڈر سے اور خوف سے از راہ تقیہ متعہ کو حرام قرار دیتے دکھایا ہے۔ ﴿لاحول ولا قوة الا باللہ﴾

قول فیصل

شیعی اصول اور قواعد وضوابط کے مطابق ہر مختلف فیہ مسئلہ میں ائمہ اہل بیت کا قول، قول فیصل اور حکم کی حیثیت رکھتا ہے تو ہم انہی کے اقوال سے ہی اس مسئلہ کا حل پیش کر

دیتے ہیں۔

﴿قال الخطابی تحریم المتعة کالا جماع الاعن بعض الشیعة ولا یصح علی قاعدتهم فی الرجوع فی المختلفات الی علی واهل بیته فقد صح عن علی انها نسخت ونقل البیهقی عن جعفر بن محمد انه سئل عن المتعة فقال هی الزنا بعینه.﴾ (فتح الباری ۹، ص ۱۳۸)

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ متعہ کی حرمت اجماعی مسئلہ ہے صرف بعض شیعہ اس مئلہ مخالف ہیں اوران کے قاعدہ اور ضابطہ کی رو سے اس کی مخالفت کی کوئی وجہ جواز نہیں کہ مختلف فیہ امور میں حضرت علی اوران کے اہل بیت علیہم الرضوان کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔ کیونکہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے منسوخ ہونے کا اعلان فرمایا اور بیہقی نے امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے کہ ان سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ بعینہ زنا ہے۔ اور شیعی کتب سے بھی اس کی ممنوعیت حضرت علی اور حضرت امام جعفر صادق کی زبانی نقل کی جائے گی۔ لہذا ڈھکو صاحب کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اعتراف جرم کی نسبت کرنا دراصل تمام مہاجرین وانصار اور ائمہ اہل بیت کو مجرم ماننے کے مترادف ہے

﴿نعوذ باللہ من ذلک۔﴾

کیا متعہ کی بندش بعض منافقین کی سازش کا نتیجہ ہے؟

محمد حسین ڈھکو صاحب نے جوش متعہ میں حقائق سے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا:

صحابہ کرام کے اقوال کریمہ سے روز روشن کی طرح واضح وآشکار ہوتا ہے کہ خدا ورسول نے متعہ کو حلال کرنے کے بعد ہرگز ہرگز حرام قرار نہیں دیا بلکہ اس کی بندش بعض منافقین کی سازش کا نتیجہ ہے۔ (تجلیات ص ۲۹۴)

صحابۂ کرام مہاجرین وانصار اور آئمہ اہل بیت کا اجماع واتفاق ملاحظہ کر لینے کے بعد دلدادگان متعہ کے یہ ناپاک کلمات صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جناب پاک میں گالی اور بکواس نہیں بلکہ ان تمام مقدس ہستیوں کو منافق قرار دینے کے مترادف ہے اور یہ طرز اور شیوہ منافقین کا ہی ہے کہ جب انہیں کہا جاتا۔ ﴿لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ﴾ (البقرہ ۱۱)

زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں ﴿اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ﴾ ہم تو اصلاح کے درپے ہیں۔ مسلمان فسادی ہیں اور جب کہا جاتا ﴿ اٰمِنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاس ﴾ اس طرح ایمان لاؤ جیسے کہ کامل انسان ایمان لائے تو وہ کہتے ﴿ اَنُؤْمِنُ كَمَا اٰمَنَ السُّفَهَآء ﴾ کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جیسے سفیہ اور بے وقوف لوگ ایمان لائے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے منافقین کے دونوں دعووں کو رد کرتے ہوئے فرمایا ﴿اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْن ۔اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْن﴾

فسادی یہی منافق ہیں نہ مسلمان لیکن انہیں شعور نہیں اور ان کے حواس معطل ہیں اور یہی سفیہ اور بے وقوف ہیں لیکن ان میں علم و دانش نہیں ہے۔

جس طرح ان منافقین کے مرضِ قلب کی وجہ سے ان کی سمجھ الٹی ہوگئی تھی اس طرح آج کے منافقین کی سمجھ بھی الٹی ہوگئی ہے۔ خدا و مصطفیٰ کی تحریم اور منع و نہی کے بعد اور اجماع صحابہ و اہل بیت کے بعد اس کو دوبارہ مباح ٹھہرانے اور اہل اسلام کو خدا و مصطفیٰ کا باغی بنانے کی کوشش اور اہل ایمان کی متفق علیہ راہ سے لوگوں کو ہٹانے کی ناپاک سعی منافقین کی بدترین سازش ہے ورنہ تحریم کے بعد اباحت کے ثبوت کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھرے مجمع میں مطالبہ کیا کہ چار آدمی اٹھ کر اس کی گواہی دیں کہ سید عالم نے اس کو حرام کرنے کے بعد حلال ٹھہرایا ہو مگر ایک شخص نے بھی اٹھ کر ایسی شہادت نہ دی۔

علاوہ ازیں جن احادیث میں پہلے پہل اباحت اور رخصت کا ذکر ہے ان میں وقت کی

تحدید کے ساتھ ہی مذکور ہے اور بعدازاں حرام کئے جانے کی۔اس لئے علامہ قرطبی نے فرمایا۔

﴿الروایات کلها متفقة علی ان زمن اباحة المتعة لم یطل و انه حرم ثم اجمع السلف والخلف علی تحریمها الا من لایلتفت الیه من الروافض﴾

(فتح الباری ج۹،ص۱۳۸)

تمام روایات اس حقیقت پر متفق اور متوافق ہیں کہ اباحت متعہ کا زمانہ طویل نہیں تھا اور نبی اکرم ﷺ نے بھی اس کی حرمت کا اعلان فرمایا اور تمام سلف وخلف کا اس کی حرمت پر اتفاق ہے ماسوائے روافض کے جن کا قول نا قابل التفات ہے۔حقیقت حال یہ ہے کہ جب اسلامی فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا اور یہود ونصاری کی عورتیں اور بچیاں قیدی بن کر بطور ملک یمین غازیان اسلام کے استعمال میں آگئیں جن کے لئے نہ نکاح کی ضرورت نہ چار چار کی پابندی نہ حق مہر اور نہ گواہ اور تشہیر وغیرہ کا تو انھوں نے اہل اسلام سے بدلہ لینے کے لئے ان کی بچیوں بہنوں میں اس قباحت کو عام کر دینے کی ناپاک کوشش کی اور ہزار ہزار کے ساتھ متعہ کو مباح ٹھہرادیا اور گواہوں وغیرہ کی پابندیاں بھی ختم کر دیں اور چونکہ ان کا داؤ اس وقت تک چل نہیں سکتا تھا جب تک کوئی آڑ نہ ہوتی تو بقانون لکل ضالة علة اس گواہی کی علت کے طور پر ایک منسوخ شرعی حکم کا سہارا لیا گیا جو مخصوص حالات میں محدود وقت کے لئے تھا اور پھر ہمیشہ کے لئے اس کو حرام کر دیا گیا۔لہٰذا علامہ ڈھکو صاحب کو اہل ایمان کے آئینہ ہائے صافیہ میں اپنی منافقانہ صورت نظر آئی مگر حبشی کی طرح اپنی صورت کو قبیح سمجھنے کی بجائے شیشے کی قباحت معلوم ہوئی۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی گستاخی

علامہ ڈھکو صاحب نے ابن عباس وابن زبیر کا عجیب مکالمہ کا عنوان قائم کر کے حضرت عبداللہ بن زبیر کی دوران امارت حضرت عبداللہ بن عباس پر تنقید وتبصرہ کو نقل کرتے

ہوئے کہا۔

ایک مرتبہ ابن زبیر نے ابن عباس پر طعن کرتے ہوئے کہا بعض وہ لوگ جو بصارت کی طرح بصیرت کے بھی اندھے ہیں وہ کہتے ہیں متعہ جائز ہے۔

عبداللہ بن عباس جو نابینا ہو چکے تھے جب ان کے کانوں میں بھنک پڑی تو چونک کر کہا اپنی والدہ سے جا کر پوچھو کہ ان کے اور تمہارے والد (زبیر) کے درمیان جو آتش محبت تھی وہ کس طرح لگی؟ اور پہلی رات کس طرح خوشبو سلگائی گئی۔

(عقد فرید ابن عبداللہ اندلسی ج ۲ ص ۱۱۳ طبع مصر)

محاضرات راغب اصفہانی میں اس قدر اضافہ ہے کہ جب ان زبیر نے گھر جا کر والدہ سے حقیقت حال پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ تم متعہ سے پیدا ہوئے ہو مخفی نہ رہے کہ عبداللہ بن زبیر کی والدہ اسماء ہیں جو ابوبکر صاحب کی بڑی صاحبزادی اور ام المومنین عائشہ صاحبہ کی بڑی ہمشیرہ ہیں۔ (تجلیات صداقت ص ۲۹۵)

الجواب ومنہ توفیق الصواب

علامہ ڈھکو صاحب کا اس حوالے کو یہاں درج کرنے کا مقصد سوائے بغض باطنی اور عداوت قلبی کے اظہار کے اور کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تولد ہجرت کے فوراً بعد ہو گیا تھا یا زیادہ سے زیادہ بیس ماہ بعد۔ اور متعہ کی حرمت کا حکم خیبر یعنی سات ہجری میں یا عند التحقیق فتح مکہ آٹھ ہجری کے موقعہ پر سرور عالم ﷺ نے دیا تو اندریں صورت بالفرض حقیقت حال وہی ہو تو بھی اس کے یہاں پیش کرنے سے متعہ کا جواز جس میں اہل اسلام اور شیعہ کا نزاع ہے وہ کیسے ثابت ہو گیا اور اس سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب وحسب پر کیا طعن لازم آیا جب کہ یہ عقد اس وقت حرام ہی نہیں تھا۔ علاوہ ازیں عقد نکاح کے بعد خاوند بیوی میں جو محبت پیدا ہوتی ہے یا شب زفاف جو خوشبو وغیرہ سلگائی جاتی

ہے کیا وہ ناجائز ہے اور غیر اخلاقی فعل ہے؟ جب علامہ ڈھکو کے والد صاحب نے ان کی امی سے متعہ یا نکاح کیا تھا تو دشمنی پیدا ہو گئی تھی یا بدبو پھیلانے کا انتظام کیا گیا تھا اور بھنگیوں کو انسانی غلاظت اس کمرے میں جمع کرنے کا آرڈر دیا گیا تھا اگر کسی میں اسلام وایمان کی رمق بھی ہو تو اسے یہ نسبت دیکھ کر کہ حضرت اسماء کس کی بہن ہیں اور کس ہستی کی سالی ہیں ایسے تذکروں سے شرم آنی چاہیے کیوں کہ یہ اہل ایمان کی ماں کی بہن گویا خالہ کا معاملہ ہے اور سرور عالم کی بھی بہن کا معاملہ ہے کیونکہ سالیوں کو بہنوں کا درجہ حاصل ہے مگر جہاں نہ ایمان ہو اور نہ شرم وحیاء کا نام ونشان ہو وہاں اس قسم کے اخلاقی تقاضوں کو ملحوظ رکھنے کی توقع بھی عبث ہے۔ شیعہ مذہب میں اصل الاصول ہی یہی ہے کہ جو ہستی رسول اکرم ﷺ کے جتنی قریب ہے اور جس قدر عنایت اور نوازش محبوب خدا ﷺ کی اس پر ہے اسی قدر اس کو زیادہ مطعون کیا جائے اور سب وشتم گالی گلوچ اور طعن وتنقید کا نشانہ بنایا جائے اور ضرور ہونا بھی اس طرح چاہیے کیونکہ یہ مذہب یہودیت کا اور مجوسیت کا ملغوبہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا۔

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا.﴾

(المائدہ ۸۲)

کہ تم ضرور بالضرور یہود اور مشرکین کو اہل ایمان کے ساتھ شدید ترین عداوت رکھنے والے پاؤ گے اگر یہ عنصر ان میں نہ ہو تو ان کا نسب بھی مشکوک ہو جائے اس لئے اپنے صحیح النسل ہونے کے ثبوت کے طور پر انہیں ایسی حرکات کرنی پڑتی ہیں۔ اس لئے ڈھکو صاحب نے حضرت ابو بکر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت اسماء کی رشتہ داری بیان کرنی ضروری سمجھی رہا حضرت ابن عباس کا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا معاملہ تو وہ قریبی رشتہ دار بھی ہیں اور شرف صحابیت سے بہرہ ور اور تقریباً ہم عمر۔ لہذا ان کا باہمی معاملہ دو بھائیوں کا معاملہ ہے جس میں ہمارے دخل دینے کا کوئی جواز نہیں۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا باہم

دست وگریبان ہونا اور چھوٹے بھائی کا بڑے بھائی کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر گھسیٹنا قرآن میں مذکور ہے۔ مگر ہمارے لئے کف لسان اور سکوت کے بغیر چارہ نہیں ہے اور یہی حکم صحابہ کرام کے باہمی نزاع وجدال اور تلخ کلامی میں ہے۔ لہذا اس کو اچھالنا اور ہوا دینا قطعاً نازیبا بلکہ ناجائز ہے۔

۲۔ علامہ ڈھکو صاحب اگر روایات کے انکار پر آتے ہیں تو اپنی صحاح اربعہ اور علی الخصوص حضرت مہدی کی مصدقہ کتاب کافی کلینی کی روایات کی صحت کا انکار کر دیتے ہیں اور ایک ہی مضمون یعنی تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی دو ہزار سے زیادہ مستفیض ومتواتر روایات کا اور جب استدلال کرنے پر آتے ہیں تو غیر متداول اور رطب ویابس پر مشتمل تاریخی اور ادبی غیر مستند کتابوں کو قرآن کا درجہ دے لیتے ہیں خواہ وہ روایات صحاح ستہ کے مخالف ہوں بلکہ قرآن کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں اگر علامہ موصوف یہ حق رکھتے ہیں کہ وہ روایات کے صحیح اور ضعیف، موضوع اور اختراعی ہونے کا فیصلہ دے سکیں حتیٰ کہ اپنی صحاح اربعہ کے خلاف بھی تو انہیں ایسی ہستیوں کے متعلق اس قسم کی بے سروپا روایات کا سہارا لے کر اہل سنت کو الزام دینے کے بہانے ان مقدس اور بزرگ ہستیوں پر طعن زنی اور تنقید واعتراض سے بھی گریز کرنا لازم ہے۔

اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات بلکہ شہادت تک حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ان کی زوجیت میں رہیں اور آپ کے بطن سے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانچ صاحبزادے متولد ہوئے۔ حضرت عبد اللہ، عاصم، عروہ، منذر اور مصعب رضی اللہ عنہم۔ اور حضرت اسماء کی سکونت حضرت زبیر کے گھر رہی اور جملہ اخراجات بھی انہی کے ذمہ رہے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی شخص سے آپ کا عقد نکاح قطعاً ثابت نہیں تو اس صورت میں آپ کے حق میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ متعہ کا دعویٰ قطعاً بے بنیاد ہے اور سراسر خلاف حقیقت شیعی مورخ صاحب ناسخ التواریخ نے میدان جنگ میں حضرت

علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باہمی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ جب اس ملاقات کا ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو علم ہوا تو انہوں نے کہا۔

واز بیرہ بیچارہ خواہرم اسماء بیوہ گشت گفتند بیمناک مباش کہ علی را سلاح جنگ در بر نیست ہمانا باو سخنے خواہد گفت (ناسخ کتاب الجمل ج سوم کتاب دوم ص ۵۵)

افسوس ہمارے زبیر پر میری بہن اسماء بیوہ ہوگئی لوگوں نے کہا خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سلاح جنگ نہیں ہیں۔ صرف اتنی بات ہے حضرت علی حضرت زبیر کے ساتھ گفتگو کریں گے۔

اس عبارت سے صاف ظاہر کہ حضرت صدیقہ کو یہ خطرہ لاحق ہوا تھا کہ کہیں جنگ کے لئے جمع ہوئے ہیں تو حضرت زبیر کے مقتول ہونے کہ صورت میں میری بہن اسماء بیوہ ہو جائے گی اگر وہ مقتول نہ ہوئے تو پھر وہ بیوہ نہیں ہوں گی۔ اسی شیعی مورخ نے ہجرت کے سال اول کے وقائع میں حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا اپنی والدہ ام رومان اور ہمشیرگان حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہن کے ہمراہ مدینہ منورہ حاضر ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا

واسماء ذات النطاقین بعبد الله بن الزبیر حامل بود۔

(ناسخ جلد اول کتاب دوم ص ۴۶)

اس دوران حضرت اسماء ذات النطاقین حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حاملہ تھیں اور لکھا۔ ہم دریں سال عبداللہ بن زبیر متولد شد و مسلمانان از ولادت او شاد شدند۔

یعنی ہجرت کے پہلے سال ہی حضرت عبداللہ بن زبیر متولد ہوئے اور ان کی ولادت سے اہل اسلام بہت خوش ہوئے کیونکہ یہود نے مشہور کر رکھا تھا کہ ہم نے مہاجرین پر جادو کر دیا ہے لہذا ان کی نسل منقطع ہو جائے گی۔ مگر ان کی ولادت نے ان کے دعویٰ کو باطل کر دیا۔ لہذا

اہل اسلام کو ان کی ولادت کی بہت خوشی ہوئی۔ الغرض یہ صورت حال حضرت اسماء اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نکاح دوام کی واضح دلیل ہے اور اس کا خلاف سراسر وہم و مغالطہ ہے اور گمان فاسد۔

علامہ ڈھکو صاحب نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے کے لئے عقد کا سہارا لیا ہے۔ حالانکہ وہ کتاب محض ادب عربی سے تعلق رکھتی ہے اور اس میں درج واقعات و حکایات یا روایات کی صحت وغیرہ کا اس نے قطعاً التزام و اہتمام ہی نہیں کیا نہ اس میں اسناد وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ راویوں کا حال معلوم کر کے اس روایت کی حیثیت متعین کی جا سکے۔

علاوہ ازیں وہ سنی مصنف ہی نہیں بلکہ شیعہ نظریات کا حامل ہے جیسے کہ عقد فرید کے مقدمہ میں جناب احمد امین نے ذکر کیا ہے۔

﴿وهو اميل الى التشيع فى اعتدال فيقص مايعلى شان الطالبين فى رفق ولا يتحرج من ذكر ماليس من مذهبه.﴾ (مقدمہ ص۹)

ابن عبد ربہ تشیع کی طرف زیادہ مائل ہے باوجود معتدل ہونے کے اور نرم انداز میں وہی کچھ بیان کرتا ہے جو طالبیوں (جناب ابو طالب سے نسبت قرابت رکھنے والوں) کی شان کو بلند و برتر کرنے کا موجب ہو اور جو کچھ اس کے مذہب اعتدال کے مطابق بھی نہیں ہوتا اس کے ذکر میں حرج محسوس نہیں کرتا۔

مزید برآں یہ کہ وہ یاوہ گوئی اور بے ہودگی سے بھی پہلو تہی نہیں کرتا اور مذہب و اعتقاد سے قطع نظر شریفانہ انداز بیان بھی اختیار نہیں کرتا۔ ﴿وان كان فوقه ينبو الحياتا فيروى من الهجر مالا يليق﴾ (مقدمہ عقد فرید از احمد امین ص۹)

اگرچہ اس کا ذوق کبھی کبھار راہ استقامت سے دور ہو جاتا ہے اور وہ ہذیان اور بیہودگی

پر مشتمل غیر مناسب اور ناموزوں امور کو روایت کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں بھی اس کے متعلق تصریح موجود ہے لیکن اس کے باوجود ابن عبدربہ پر تشیع کا غلبہ تھا۔

(انسائیکلو پیڈیا ج ا ص ۵۹۵ سطر نمبر ۷ مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی)

ایسے مصنف کے حوالے دے کر علامہ ڈھکو صاحب جس تحقیق و تدقیق کا حق ادا کر رہے ہیں وہ بھی واضح ہو گئی اور یہ حقیقت بھی طشت از بام ہو گئی کہ دھوکہ دہی کے فن میں بھی آپ یکتا ہیں اور اپنے مذہب کے غیر معروف شیعہ قسم کے مصنفین کو سنی ظاہر کر کے عوام کو دام فریب میں مبتلا کرنے کی مذموم کوشش سے بھی باز نہیں رہتے۔

سوال: خود حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے متعہ کا اقرار منقول ہے جیسے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں ذکر کیا ہے کہ نسائی اور طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔

﴿فعلنا ها علی عهد رسول الله﴾ ہم نے زمانہ رسول اللہ ﷺ میں متعہ کیا۔

(مظہری ج ۲ ص ۷۲)

جواب اول: جمع کا صیغہ استعمال کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خود متکلم بھی اس میں داخل ہو بلکہ بالعموم متکلم کلام سے خارج ہوتا ہے۔ ﴿کم هو المقرر فی موضعه﴾

علاوہ ازیں جمع کا صیغہ بعض کے فعل پر بھی سچا آتا ہے اور اس میں کلام نہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے بعض نے ابتداء میں دور دراز سفروں پر ہوتے ہوئے سرور عالم ﷺ کی اجازت سے محدود وقت کے لئے متعہ کیا پھر اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ لہذا ان بعض کا فعل بطور جمع متکلم کے صیغہ سے تعبیر کر دیا گیا جس طرح جائیداد کے لالچ میں قتل کئے جانے والے بنی اسرائیل کے فرد کے قتل کی نسبت تمام بنی اسرائیل کی طرف کر دی گئی۔

وقال تعالیٰ: ﴿وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَا﴾ (البقرہ ۷۲)

حالانکہ اس کو صرف چچازاد بھائیوں نے قتل کیا تھا۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان منقول ہے ﴿انما انا و انتم عبید مملو کون لارب غیرہ یملک منا مالا نملک من انفسنا واخرجنا مما کنا فیہ الی ماصلحنا علیہ فا بدلنا بعد الضلالۃ بالھدی واعطانا البصیرۃ بعد العمی﴾ (جلد ۱ص ۵۳۹مصری)

میں اور تم صرف اور صرف غلام مملوک ہیں اس رب کے جس کے علاوہ کوئی رب نہیں جو ہمارے نفوس کا اس قدر مالک ہے کہ ہم ان پر اس قدر ملکیت نہیں رکھتے اور اس نے ہمیں اس حالت سے جس میں تھے نکالا اس حالت کی طرف جس پر ہم درست اور راست قدم ہیں پس ہمیں گمراہی اور ضلالت کے بدلے ہدایت عطا فرمائی اور بے خبری اور بے بصیرتی کے بعد دانائی اور بصیرت عطا فرمائی۔

حالانکہ اہل سنت اور شیعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضلالت اور بے راہروی کا مرتکب قطعا نہیں مانتے لہذا کتاب اللہ اور فرمان مرتضوی سے واضح ہو گیا کہ خود متکلم کا عموم کلام میں داخل ہونا اور صیغہ جمع کی وجہ سے ہر فرد کا اس فعل میں حقیقتاً شریک ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ لہذا محض ان الفاظ سے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس فعل کا مرتکب ثابت کرنا تحکم اور سینہ زوری ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق شیعی نظریہ

۱۔﴿عن ابی جعفر علیہ السلام قال سمعتہ یقول قال امیر المومنین علیہ السلام اللھم العن ابنی فلاں (عبداللہ وعبید اللہ ابنی عباس) واعم ابصار ھما کما اعمیت قلوبھما الا جلین فی رقبتہ واجعل عمی ابصار ھما دلیلا علی عمی

قلوبهما﴾ (رجال کشی ص ۵۲)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ امیر المومنین نے حضرت عباس کے ان دو بیٹوں عبداللہ اور عبیداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے متعلق یہ بددعا کی کہ اے اللہ ان دونوں پر لعنت بھیج اور ان کی آنکھوں کو بھی اندھا کر جیسے کہ ان کے دلوں کو اندھا کر دیا ہے۔ اور ان کی آنکھوں کا اندھا ہونا ان کے دلوں کے اندھا ہونے کی دلیل بنا دے۔

۲۔ امام زین العابدین سے ان کے متعلق یہ الفاظ ایک علمی مباحثہ میں نقل کئے گئے ہیں۔

﴿لقد طمع الخائن فی غیر مطمع﴾ (رجال کشی ص ۵۳)

اس خیانت پیشہ نے ایسی جگہ کامیابی اور غلبہ کی حرص کی ہے جو اس کے طمع و حرص کا مقام نہیں یعنی ہم پر علمی مباحث میں غالب نہیں آ سکتا۔

۳۔ حارث سے مروی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (حضرت) عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بصرہ پر عامل بنایا ﴿تحمل کل مال فی بیت المال بالبصرة ولحق بمکة وترک علیا علیه السلام وکان مبلغه الفی الف درهم﴾

(ص ۵۷)

انہوں نے بصرہ کے بیت المال میں جتنا مال تھا اس کو از راہ خیانت جمع کر کے مکہ پہنچا دیا اور حضرت علی علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ کر مکہ میں جا بیٹھے اور اس مال کی قیمت بیس لاکھ درہم تھی جب آپ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور رو رو کر فرمایا۔

﴿هذا ابن عم رسول الله ﷺ فی علمه وقدره یفعل مثل هذا فکیف یومن من کان دونه اللهم انی قد مللتهم فارحنی منهم واقبضنی الیک غیر عاجز ولا ملول﴾

یہ رسول اللہ ﷺ کا چچازاد بھائی ہے اور باوجود اس عظیم علم اور بلند مرتبہ کے اس قسم کے افعال کا مرتکب ہے تو دوسروں پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے۔ اے اللہ میں ان سے سخت ملال میں ہوں لہذا مجھے ان سے راحت بخش اور اپنی طرف بلا لے درآنحالیکہ میں عجز اور ملال سے محفوظ ہوں۔

اسی ضمن میں طویل خط وکتابت طرفین سے ذکر کرنے کے بعد آخر میں عبداللہ بن عباس کا یہ جواب درج کیا ہے کہ میں (بطور خیانت وغیرہ) روئے زمین کے تمام زرومال کو لے کر اللہ تعالیٰ کی جانب پیش ہوں تو وہ اس سے بہتر ہے کہ ﴿القی الله بدم رجل مسلم﴾ کہ میں کسی مسلمان کا خون ناحق بہا کر اس کی جناب میں پیش ہوں گویا کہ یہ ایک تعریض ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کہ تم نے خون مسلم ناحق بہایا ہے اگر تم نے اس کا جواب دے دیا تو میں بھی اس مال کا جواب دے لوں گا۔

شیعی عالم مامقانی نے نقل کیا ہے کہ جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور امارت میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر دوران خطاب یہ تنقید کی کہ یہ وہ شخص ہے جس نے لاکھوں درہم بصرے کے بیت المال سے ہتھیا لئے جب کہ وہاں پر لوگ گھٹلیاں کھا کر گزربسر پر مجبور تھے تو حضرت عبداللہ بن عباس نے ان کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

﴿واما حملی المال فانه کان مالا جبیناه واعطینا کل ذی حق حقه وبقیت بقیته هی دون حقنا فی کتاب الله فاخذنا بحقنا.﴾

(تنقیح المقال ج ۲، ص ۱۹۵)

لیکن بیت المال کو اٹھا لانا تو وہ ایسا مال تھا جسے ہم نے جمع کیا تھا اور ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا اور کچھ بچ گیا جو کہ اس سے بھی کم تھا جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی رو سے بنتا تھا لہذا ہم نے اپنا حق وصول کیا۔

مامقانی صاحب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رد عمل بھی معتبر بیعت عبداللہ بن زبیر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے اعتراض وانکار پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

﴿وغاية ما يمكن ان يوجه به انه كان مغروراً بعلمه فاجتهد بانّ حقاقه له و كونه دون حقه وان اخطاء في اجتهاده لكونه في قبال النص وقد كان عليه ان اخطاء لولا ان يتوب وترجع المال ولم يتحقق منه ذالك وبالجملة فتامير امير المومنين اياه على البصرة يثبت عدالته وخيانته لبيت المال يزيلها ۔﴾

(جلد ۲ ص ۱۹۵)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل کی توجیہ جس حد تک ممکن ہے وہ یہ ہے کہ انہیں اپنے علم پر غرور و ناز تھا اور اسی غروری میں انہوں نے اتر را اجتہاد اپنا استحقاق بھی سمجھ لیا اور اس مال کو اپنے استحقاق سے کم بھی۔ اگرچہ انہیں اس اجتہاد میں خطا اور غلطی لگی کیونکہ یہ نص کے مقابلے میں اجتہاد تھا اور ان پر لازم یہ تھا کہ جب غلطی سرزد ہو گئی تھی تو اس سے توبہ کرتے اور مال کو واپس کرتے لیکن ان سے توبہ اور مال کی واپسی ثابت نہیں ہے اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کے بصرے پر عامل اور گورنر بنانا جہاں ان کی عدالت اور امانت اور معتمد ہونے کی دلیل ہے ان کا بیت المال کے اموال میں خیانت کرنا اس عدالت وثقاہت اور اعتماد و اعتبار کو معدوم کرنے والا ہے۔

ان روایات اور تبصروں کو ملاحظہ کرنے کے بعد آپ کو پتہ چل گیا کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی عظمت اور ادب واحترام ان لوگوں کے نزدیک کس حد تک ہے؟

اپنے نظریہ کے خلاف ان کا کوئی عمل اور اقدام نظر آئے تو وہ خطا کار ہیں۔ عدالت سے محروم اور خیانت پیشہ بھی ہیں اور علم پر غرہ اور ناز اں ہو کر صریح نصوص کی خلاف ورزی کرنے والے بھی ہیں۔ اور امیر المومنین کو قتل ناحق میں ملوث اور اہل اسلام کے خون سے ہولی کھیلنے

والے اور اللہ کے حضور اس اقدام کی توجیہ اور معذرت سے عاجز وقاصر ماننے والے بھی ہیں۔مگر متعہ کا معاملہ ہوتو ایسے ثقہ کہ کتاب اللہ، سنت رسول علیہ السلام اور اجماع امت کی بھی ان کے ذاتی اجتہادی قول کے مقابل کوئی وقعت نہیں ہے۔حالانکہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو متعہ کے جواز واباحت کے فتوی سے منع کیا اور ان کو حیران وسرگردان شخص قرار دیا اور سرور عالم ﷺ کا حکم تحریم ان کو سنایا۔خود ان کا آخر الامر رجوع ثابت اور توبہ کرنا مروی ومنقول مگر یہ سب کچھ ہیچ ہے شیعہ کے لئے صرف اور صرف ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس کا متعہ جائز رکھنا ہی کافی ہے جس سے صاف ظاہر کہ یہ ابن عباس کی محبت وعقیدت کے تحت نہیں نہ ان کو معصوم عن الخطا سمجھنے کی وجہ سے بلکہ صرف اور صرف حب متعہ اور اس کے عشق کا کرشمہ ہے ﴿وحبك الشي يعمي ويصم﴾۔لہٰذا اس طرح کے آپ کی طرف منسوب قول سے استدلال نہ برہانی انداز ہے اور نہ ہی جدلی اور نہ ہی اصول مناظرہ ومباحثہ کے مطابق وموافق ہے بلکہ صرف مشاغبہ اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی سعی ناتمام ونامشکور۔

۴۔ملا محسن فیضی تفسیر صافی ص ۳ پر رقمطراز ہے:

ویروون تفسیره عمن یحسبونه من کبرائهم مثل ابی هریرة وابن عمر وانس ونظرائهم وکانوا یعدون امیر المومنین من جملتهم ویجعلونه کواحد من الناس وکان خیر من یستندون الیه بعده ابن مسعود وابن عباس ممن لیس علی قوله کثیر تعویل ولاله الی لباب الحق سبیل وکان هولاء الکبراء ربما یتقولون من تلقاء انفسهم غیر خالفین من ماله (الی) ولم یجترؤن یعلموا ان اکثرهم کانوا یبطنون النفاق ویجترؤن علی الله ویفترون علی رسول الله ---الخ

اہل السنت والجماعت تفسیر قرآن ایسے لوگوں سے روایت کرتے ہیں جن کو وہ اپنے

عظماء کبراء سمجھتے ہیں مثلاً ابو ہریرہ۔ عبداللہ بن عمر اور انس وغیرہ کے اور امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ان میں سے ایک فرد شمار کرتے ہیں اور ان کے بعد جن کو بہترین مفسر قرار دیتے ہیں۔ اور حجت وسند وہ ہیں عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس جن کے قول پر کوئی خاص اعتماد بھروسہ نہیں اور نہ ہی ان کو حق خالص تک رسائی حاصل تھی بلکہ ان کے یہ اکابر بسا اوقات تفاسیر اپنی طرف سے گھڑ لیتے تھے اور ان کے انجام بد سے ذرا برابر خوف نہیں رکھتے تھے اور بسا اوقات اسے رسول خدا ﷺ کی طرف بھی منسوب کر دیتے تھے اور جنہوں نے ان صحابیوں سے یہ تفسیری اقوال نقل کیے ہیں ان میں سے بعض تو ان کی حقیقت حال سے بھی بے خبر تھے۔ بس وہ صرف (الصحابة كلهم عدول) کے قائل تھے اور ان میں سے کسی کے حق میں عدول وانحراف کو جائز نہیں رکھتے تھے۔ حالانکہ ان کے زعم کے برعکس ان صحابہ کرام میں سے اکثر در پردہ منافق تھے اور اللہ تعالیٰ پر جرات وجسارت سے کام لینے والے، رسول نبی ﷺ پر افتراء و بہتان باندھنے والے۔

۵۔ نیز الروضۃ من الکافی ج ۸، ص ۲۴۵ اور رجال کشی ص ۱۶ میں یہاں تک کہہ دیا ہے۔

﴿عن ابی جعفر قال كان الناس اهل الردة بعد النبی الا ثلاثة فقلت ومن الثلاثة فقال. المقداد بن اسود، وابو ذر الغفاری وسلمان فارسی﴾

یعنی ماسواء تین صحابیوں حضرت ابوذر، حضرت مقداد اور حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہم کے سب صحابہ مرتد ہو گئے۔ العیاذ باللہ۔ لہذا بقول ان کے ابن عباس بھی نعوذ باللہ مرتدین میں داخل ٹھہرے تو ان اقوال کو ملاحظہ کر لینے کے بعد شیعہ صاحبان کا حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات پیش کرنا استدلال کے طریق برہانی اور جدلی دونوں کے خلاف ہیں۔

برہانی استدلال کے تو اس لئے کہ جب وہ لوگ ان کو مومن ہی تسلیم نہیں کرتے اور ان

کی تفاسیر کو اللہ تعالیٰ پر جرات اور رسول ﷺ پر افترا قرار دیتے ہیں تو پھر ان کے اقوال کو دلیل بنانے کے کیا معنی؟ اور جدلی طریق استدلال کے اس لئے خلاف ہے کہ ہمارے لئے حضرت عبداللہ بن عباس اور دیگر صحابہ کرام جن کی طرف منسوب روایات کو اہل تشیع پیش کرتے ہیں وہ اپنی تمام تر عظمت کے باوجود عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ علم و حکمت میں برابر نہیں علی الخصوص جب کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ رسول خدا ﷺ کی طرف سے متعہ کی حرمت نقل فرما رہے ہیں اور صحابہ کرام کی اکثریت عظیمہ حتی کہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس حکم میں ان کے ساتھ متحد و متفق ہیں۔ جن کے عبداللہ بن عباس سے علم میں بڑا ہونے کا شیعہ برادری کو بھی اعتراف ہے تو پھر اہل السنت والجماعت کے خلاف ان کے ذاتی خیال اور استبداد کو پیش کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ فرمان رسول ﷺ بہر حال مقدم ہے اور اس میں کسی مدعی اسلام کا اختلاف بھی نہیں۔

پھر لطف یہ ہے کہ وہ بھی ضرورت و اضطرار اس کو جائز تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ صرف اس صورت میں جب ایسی مجبوری در پیش ہو جیسے بھوکے شخص کے لئے مردار اور خنزیر کھانے کی اور اس قول سے بھی ان کا رجوع منقول ہے۔ چلو رجوع میں اتفاق نہ سہی تعارض اقوال ہی سہی تاہم آخر تک اس نظریہ پر قائم رہنا تحقیقی طور پر ثابت نہ ہوا لہٰذا ایسی صورت میں شیعہ برادری کے لئے اس قول کا سہارا لینا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بلکہ اس سے بھی زیادہ ناقص اور ناکافی سہارا لینے والی بات ہے۔

متعہ کی ممانعت، کتب شیعہ سے

۱۔ عن المفضل قال سمعت ابا عبدالله عليه السلام يقول فی المتعة دعوها اما يستحی احدکم ان يری فی موضع العورة فيحمل ذلک علی صالحی

اخوانه واصحابه﴾

مفضل سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متعہ کے متعلق فرماتے ہوئے سنا کہ اسے چھوڑ دو کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم میں سے ایک شخص عورت کی شرم گاہ کو دیکھے اور پھر اس کا اپنے نیک بھائیوں اور ساتھیوں کے لئے ذکر کرے اور ان کو اس عورت کے ساتھ متعہ کی ترغیب دے۔ (استبصار ج ۳ ص ۷۹، تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۵)

۲۔﴿عن حفص بن البختری عن ابی عبدالله علیه السلام فی الرجل یتزوج البکر متعة قال یکره للعیب علی اهلها﴾

حفص بن بختری سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس شخص کے متعلق مروی ہے جو کہ باکرہ عورت کے ساتھ متعہ کرتا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور ناپسندیدہ، کیونکہ یہ اس کے اعزہ و اقارب کیلئے عار اور عیب ہے۔

(استبصار ج ۳ ص ۷۹۔ تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۵)

۳۔﴿عن ابی الحسن عن علی عن بعض اصحابنا یرفعه الی عبدالله علیه السلام قال لاتمتع بالمومنة﴾

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ مومنہ کے ساتھ متعہ نہ کرو۔ کیونکہ متعہ کی وجہ سے تم اس کو ذلیل و خوار اور بے عزت و بے آبرو کرو گے۔

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۳، استبصار ج ۳ ص ۷۷)

۴۔﴿عن زید بن علی عن آباء ہ علیه السلام عن علی علیه السلام قال حرم رسول الله ﷺ لحوم الحمر الاهلیة و نکاح المتعة﴾

(استبصار ج ۳ ص ۷۷، تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۱)

حضرت زید بن زین العابدین نے اپنے آباء کے واسطہ سے حضرت امیر المومنین

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے پالتو گدھوں اور نکاح متعہ کو حرام قرار دیا۔

ف: ان روایات سے رسول اکرم ﷺ اور ائمہ کرام کی زبانی متعہ کی حرمت و کراہت اور اس کا مومنات اور ان کے اہل و اقارب کے لئے موجب ننگ و عار اور باعث ذلت و خواری ہونا ثابت ہو گیا اور یہ امر روز روشن کی طرح عیاں کہ تذلیل مومن و مومنہ حرام اور سخت مکروہ و ناپسندیدہ امر ہے لہذا متعہ بھی حرام اور ناپسندیدہ فعل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مضمون کی روایت کتب اہل السنّت میں موجود ہے اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی متعہ کا بعینہ زنا ہونا منقول ہے۔ لہذا شیعہ اور سنی کتب کی یہ روایات متعہ کی حرمت و ناپسندیدگی پر متفق ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿الزموا السواد الاعظم فان یداللہ علی الجماعة وایاکم والفرقة فان الشاذ من الناس للشیطان کما ان الشاذ من الغنم للذئب﴾ (نہج البلاغہ مصری ج۱ص۲۹۸)

سواد اعظم اور جماعت عظمیٰ کے ساتھ وابستہ رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دست شفقت وعنایت جماعت پر ہے۔ اور افتراق وشذوذ سے دور رہو کیونکہ جماعت سے الگ ہونے والا انسان شیطان کا لقمہ ہے جس طرح ریوڑ سے الگ ہونے والی بھیڑ بھیڑیوں کا لقمہ بن جاتی ہے اور امر واقعہ بھی یہی ہے اور شیعہ کو اس کا اعتراف بھی ہے کہ سواد اعظم اہل سنت والجماعت ہی ہیں اور یہ سواد اعظم رہے ہیں چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری کہتا ہے۔

فقیر گفت اہل سنت ہمیشہ سواد اعظم بودہ اند (مجالس المومنین ج ۱ ص ۵۷۲) اور دوسرے مقام پر کہا:

حضرت امیر درایام خلافت خود دید کہ اکثر مردم حسن سیرت ابوبکر وعمر را معتقد اند وایشا نرا برحق مے دانند قدرت برآں نداشت کہ کارے کند کہ دلالت بر فساد خلافت ایشاں داشتہ باشد

(مجالس المومنین ج ا ص ۵۴)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنے ایام خلافت میں یہ مشاہدہ کیا کہ اکثر لوگ اور جمہور اہل اسلام ابوبکر وعمر کے حسن سیرت کے معتقد و معترف ہیں۔ اور ان کو برحق خلیفہ سمجھتے ہیں تو آپ میں اس امر کی قدرت اور سکت نہ رہی کہ ایسا کام کریں جو ان کی خلافت کے ناحق اور فاسد ہونے پر دلالت کرے اور ایسے ہی مضامین، شافی و تلخیص شافی اور تنزیہ الانبیاء میں موجود ہیں۔ لہذا یہ حقیقت دوپہر کے آفتاب کی طرح بے غبار ہوگئی کہ آپ نے اہل السنہ سے ہی وابستہ رہنے کو لازم فرمایا اور ان سے علیحدگی کو شیطان کا لقمہ بننے سے تعبیر کیا اور اہل السنہ کا مذہب، حرمت متعہ ہے۔ اور یہ احادیث و روایات جو شیعی مستند کتب حدیث میں منقول ہیں اور ائمہ کرام کی منشاء و مرضی کے مطابق اور اس کا خلاف سراسر ضلالت و گمراہی ہے۔

﴿کما قال اللہ تعالیٰ: ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساء ت مصیراً﴾

شیعی تاویلات اور ان کی لغویت

شیعی محدثین نے ان روایات کی عجیب وغریب اور بے سروپا توجیہات و تاویلات کی ہیں۔ عقل وخرد کا منہ چڑایا ہے اور متعہ کی اباحت ثابت کرنے کے شوق میں ائمہ کرام کی عزت وآبرو اور استقلال واستقامت کو پامال کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا علی الخصوص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عظیم افتراء اور بہتان طرازی سے کام لیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہتان وافتراء

چوتھی روایت جس میں حضرت زید، حضرت زین العابدین، حضرت امام حسین اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سند سے نبی اکرم ﷺ کا پالتو گدھوں اور نکاح متعہ کو حرام ٹھہرایا مروی ومنقول ہے۔ اس کے متعلق شیعہ کے شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے کہا:

﴿فالوجه في هذا الخبر ان نحملها على التقية لانها موافقة لمذهب العامة﴾

اس روایت کی توجیہ یہ ہے کہ ہم اس کو تقیہ پر محمول کریں کیونکہ یہ جمہور اہل اسلام یعنی اہل السنت کے موافق ہے۔

(استبصار جلد ثالث ص ۷۷، وکذا فی تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۱)

﴿سبحانک هذا بهتان عظيم...﴾ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اولاد امجاد نے سنیوں کے ڈر سے یا ان کی دلجوئی کے لئے حرام کہہ دیا اور رسول معظم ﷺ پر افتراء اور بہتان سے کام لیا۔ اس سے بڑا ظلم اور تجاوز ان مقدس ہستیوں پر کیا ہو سکتا ہے۔ کہ ان کو سینوں کے ڈر اور خوف کی وجہ سے ان کی ہمدردیاں اور اعانت وتائید حاصل کرنے کے لئے خدا و مصطفیٰ پر افتراء پردازی اور بیان بازی کا مرتکب اور اسلام کا حلیہ مسخ کرنے والا تسلیم کر لیا جائے۔ حالانکہ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار اپنے خطابات میں ڈر اور خوف اور مداہنت فی الدین کے اتہامات کی نفی فرماتے رہے ہیں اور کیوں نہ ہو شیر خدا اور اسد اللہ الغالب ہو اور برحق نائب رسول ہوں اور دین کے معاملہ میں کسی ضعف وناتوانی اور مداہنت وغیرہ کا مظاہرہ کریں یہ کیونکر ممکن ہے اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس روایت کے راوی ہیں ان کا عمل بھی اس توہم کو بیخ وبن سے اکھیڑنے والا ہے۔

سر داد نہ داد دست در۔ دست یزید　　حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

کیا عام اہل اسلام کی عزت وناموس کا تحفظ اسلام نہیں ہے

تیسری روایت کے متعلق ابو جعفر طوسی نے ایک توجیہ وتاویل یہ ذکر ہے کہ متعہ اس عورت کے ساتھ ممنوع ہے جو شریف خاندان کی ہو کیونکہ اس کے ساتھ متعہ کرنے سے اس کے اہل اقارب کو عار لاحق ہوگی اور خود اسے ذلت وحقارت سے دوچار ہونا پڑے گا اگرچہ فی نفسہ عقد متعہ ممنوع اور حرام نہیں ہے۔

﴿یحتمل ان یکون المراد به اذا کانت المرء ة من اهل بیت الشرف فانه لاینبغی التمتع بها لمایلحق اهلها فی ذلک من العار ویصیبها هی من الذل وان لم یکن محظورا﴾ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۳، استبصار ج ۳ ص ۷۷)

حالانکہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مطلق مومنہ کا ذکر کیا ہے اس میں کسی خاندان کی تخصیص نہیں فرمائی اور نصوص کتاب وسنت کو اپنے ظاہر پر رکھنا ضروری ہوتا ہے اور عام ہوں تو ان کا عموم پر رکھنا لازم ہوتا ہے لہذا یہ تاویل بالکل بے محل اور بے جواز ہے نیز مشتق پر حکم ہو تو مبداء اشتقاق علت حکم ہوتا ہے۔ لہذا یہاں پر مومنہ کا ایمان اس ممنوعیت اور حرمت کی علت ہے نہ کہ خاندانی برتری۔ علاوہ ازیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ عوام اہل اسلام کی عزت وناموس کا تحفظ اسلام میں نہیں ہے کیا اسلام ان کی عزت وحرمت کو پامال کرنے کی اجازت دیتا ہے پھر اگر متعہ کرنے والا بھی شریف خاندان کا فرد ہو تو کیا اس کو بھی متعہ کرنے عار سے لاحق ہوگی یا نہیں؟ لامحالہ پھر شرفاء کے لئے مطلقا اس کو بوجہ عار ہونے کے ممنوع اور حرام تسلیم کرنا پڑے گا۔

علی ہذا القیاس اگر متعہ کرنے والے مرد اور عورت کا تعلق شریف خاندان سے ہو تو نکاح دوام ان کے لئے عار نہیں مگر متعہ عار اور عیب بن گیا اور موجب ذلت وحقارت تو مہر نیمروز

کی طرح واضح ہوگیا کہ متعہ شیعہ کے نزدیک نکاح کی مانند نہیں ہے۔اور یہ فعل کمینے اور رذیل لوگوں سے سرزد ہوتو ہو شرفاء کے لئے باعث ننگ وشرم ہے اور شرافت کے خلاف مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عداوت اور دشمنی ان کے لئے اس اعتراف سے مانع ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿ جَحَدُوْا بِهَاوَ اسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ﴾

اور یہ حقیقت بھی کسی سے مخفی نہیں کہ اسلام میں عزت وکرامت کا دارومدار نسب پر نہیں تقوی پر ہے۔قال اللہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقَاكُمْ﴾ تو ثابت ہوگیا کہ یہ فعل کسی متقی اور دیندار کے لئے روا نہیں ہے بلکہ اوباش اور رذیل لوگوں کا کام ہی ہوسکتا ہے الغرض شیخ الطائفہ کی یہ توجیہ بھی متعہ کو شرفاء اور دیندار لوگوں کے لئے جائز نہ بنا سکی تو اس کے ذریعے حسنی حسینی اور مرتضوی ومصطفوی درجات تک رسائی کا کیا امکان ہوسکتا ہے۔

ابو جعفر نے یہی توجیہ اس روایت کی یہ بیان کی ہے:

﴿هذا حديث مقطوع الاسناد شاذة يحتمل ان يكون المرادبه اذا كانت المرءة من اهل بيت الشرف﴾ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۳)

یہ حدیث شاذۃ ہے اس کی اسناد منقطع ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہ حکم اس مومنہ کے متعلق ہو جو شریف خاندان سے تعلق رکھتی ہو اس کے ساتھ متعہ جائز نہیں ہے کیونکہ بوجہ متعہ اس کے اہل خاندان کو عار لاحق ہوتی ہے اور اس کو بھی ذلت ورسوائی لاحق ہوگی اور یہ فعل اس کے لئے مکروہ ہوگا بغیر اس کے کہ ممنوع ہو۔

اقول: پہلا اعتراض ساقط الاعتبار ہے کیونکہ متعدد روایات متصل الاسناد اسی مضمون پر مشتمل امام ابوعبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شیعہ صاحبان کی صحاح میں منقول ہیں منجملہ ان کے حفص بن بختری کی روایت ہے کہ امام صاحب سے باکرہ کے ساتھ عقد متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو

آپ نے فرمایا۔ ﴿یکرہ للعیب علی اھلھا ...﴾ مکروہ ہے کیونکہ اس سے اس کے اہل خانہ کو عار و عیب لاحق ہوتا ہے۔ (تہذیب ج ۷ ص ۲۵۵، استبصار ج ۳ ص ۷۹)

اور اسی طرح ابو سعید قماط کی روایت کہ میں نے امام ابو عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا:

﴿جاریة بکر بین ابویھا تدعونی الی نفسھا سرا من ابویھا افافعل ذلک؟ قال نعم واتق موضع الفرج قال قلت فان رضیت بذلک قال وان رضیت بذلک فانه عار علی الابکار﴾ (تہذیب ج ۷ ص ۲۵۴)

والدین کے ہاں موجود کنواری لڑکی مجھے خفیہ طور پر اپنی طرف بلاتی ہے اپنے والدین سے چوری چھپے تو کیا میں اس کی دعوت قبول کرلوں؟ آپ نے فرمایا ہاں اور اس کے فرج والی جگہ سے بچنا یعنی جماع نہ کرنا۔ میں نے عرض کیا تو اگر وہ راضی ہو جائے پھر بھی؟ فرمایا اگرچہ راضی ہو جائے کیونکہ ان کے ساتھ مباشرت (بطور متعہ) ان کے لیے عار اور عیب ہے۔

ان دونوں متصل روایات سے باکرہ کے ساتھ بطور مباشرت متعہ کا اس کے لئے موجب ننگ و عار ہونا ثابت ہوگیا۔ اور اس خاندان کے لئے بھی لہذا اس کو شاذ اور مقطوع الاسناد کہہ کر گلو خلاصی کرانی ممکن نہیں جب کہ خود ابو جعفر طوسی صاحب نے مکروہ ہونے والے قول کی تائید میں حفص بن البختری والی روایت ﴿یکرہ للعیب علی اھلھا﴾ کو پیش کیا ہے۔ تو اگر یہ روایت بھی شاذ اور ناقابل اعتبار ہے تو اس سے استشہاد کا کیا معنی؟ جب ثابت ہوگیا کہ متعہ موجب ذلت تو ﴿لاتمتع بالمومنة﴾ والی نہی اور ممنوعیت بھی ثابت ہوگئی اور تذلیل مومن حرام۔ لہذا اس کا موجب بھی حرام ہوگا اور تہذیب الاحکام والی روایت ﴿واتق موضع الفرج﴾ سے جماع سے اجتناب کا لزوم ثابت ہوگیا کیونکہ قاعدہ یہی ہے کہ نہی حرمت پر دلالت کرتی ہے اور امر وجوب پر۔ نیز کراہت تحریمی بھی ہوتی ہے اور تنزیہی بھی اور جب ایک

امر حلت وحرمت کے درمیان دائر ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے لہذا اس کو مکروہ تحریمی قرار دینا ہی لازم ٹھہرا نہ کہ مکروہ تنزیہی تو ان قواعد اور اصول کی رو سے شیعہ صاحبان کے لئے حرمت تسلیم نہ کرنے کی صورت میں کراہت تحریمی تسلیم کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ جبکہ مکروہ تحریمی بھی حرام کے حکم میں ہوتا ہے فرق صرف انکار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ حرام کا منکر کافر ہو جائے گا اور مکروہ تحریمی کو حلال ماننے والا کافر نہیں کہلائے گا مگر عمل کی صورت میں فاسق وفاجر دونوں ہوں گے۔

ثواب متعہ والی روایات کا بطلان

ف: ان گزارشات کو ملاحظہ کر لینے کے بعد متعہ کے ثواب اور درجات پر مشتمل روایات کا بطلان واضح ہو گیا کیونکہ حرام یا مکروہ تحریمی پر اصرار گناہ میں مستغرق ہونے کا موجب ہے اور فسق وفجور کی پستیوں میں اور اتھاہ گہرائیوں میں گرنے کا نہ کہ مدارج اور مراتب عالیہ پر فائز ہونے کا۔ فتأمل جدا۔

ممنوعیت متعہ میں وارد پہلی روایت اور علامہ ڈھکو کی غلط بیانی

پہلی روایت جو کہ مفضل نے حضرت امام جعفر صادق سے نقل کی ہے۔ یعنی متعہ کو چھوڑ دو کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم سے کوئی شخص ایک عورت کی شرمگاہ کی جگہ دیکھے پھر اسے اپنے بھائیوں اور احباب کے لئے ذکر کرے اور ان کو اس عورت کے ساتھ متعہ کی ترغیب دے علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا:

اصل بات یوں ہے (جو اصل کتاب میں موجود ہے) کہ کچھ حضرات موسم حج میں مکہ جا کر متعہ شروع کر دیتے تھے ایسے ہی ایک شخص کو امام نے سرزنش کی کہ ایسے موقع ومحل پر متعہ کرتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ ایسے شرمناک موقع ومحل پر دیکھے جاؤ اور اس کا اثر بد تمہارے دوسرے

نیک بھائیوں پر بھی پڑے یعنی لوگ یہ کہیں کہ یہ لوگ یہاں حج کرنے نہیں آتے بلکہ متعہ کرنے آتے ہیں۔ (تجلیات صداقت ص۲۰۴،۲۰۳)

﴿والجواب بتوفیق الوھاب﴾ عربی عبارت قارئین کرام بار بار ملاحظہ فرمالیں اور اس میں کہیں حج کا اور مکہ مکرمہ کا تذکرہ دیکھیں تو ہمیں مطلع فرمادیں۔ اور اگر کہیں کوئی ایسا لفظ نہ آئے اور یقیناً نظر نہیں آئے گا اور نہ آسکتا ہے۔ تو پھر آیت معلومہ بے شک نہ پڑھیں مگر اس چوری اور سینہ زوری سے نفرت کا اظہار ضرور کریں اور اس امر کا یقین کرلیں کہ شیعہ برادری کے پاس اس روایت کا کوئی جواب نہیں ورنہ اس قدر صریح جھوٹ بولنے پر مجبور نہ ہوتے۔ مزید تحقیق کیلئے درج ذیل امور پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں۔

۱۔ اس باب کا عنوان ابوجعفر محمد بن یعقوب الکلینی نے یوں قائم کیا ہے: ﴿باب انه یجب ان یکف عنها من کان مستغنیا عنها﴾ جو شخص متعہ سے مستغنی ہو اس پر متعہ سے اجتناب اور دور رہنا واجب ہے کیا اس میں مکہ مکرمہ اور حج کے موقع کی پخ لگ سکتی ہے؟

۲۔ اس باب میں کل چار روایات ہیں پہلی میں علی بن یقطین نے امام ابوالحسن موسیٰ کاظم سے متعہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تجھے اس سے کیا؟ اللہ تعالیٰ نے تجھے اس سے بے نیاز کر دیا ہے۔

دوسری روایت میں فتح بن یزید نے امام ابوالحسن سے متعہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

﴿ھی حلال مباح مطلقا لمن لم یغنه الله بالتزویج ....﴾ یعنی یہ حلال ہے اور مباح مطلق ہے اس شخص کے لئے جسے اللہ تعالیٰ نے نکاح دائمی کے ذریعے سے مستغنی نہیں کیا اور اگر مستغنی ہو تو صرف دوران سفر مباح ہے جبکہ بیوی سے غائب ہو۔

تیسری روایت محمد بن حسن بن شمعون سے ہے کہ حضرت ابوالحسن نے اپنے بعض موالی

کی طرف یہ فرمان تحریر کیا ﴿لا تحلوا علی المتعۃ﴾ کہ متعہ پر بہت اصرار نہ کرو بلکہ صرف سنت قائم کرنے پر اکتفا کرو اور مفصل روایت بعد میں ذکر کی جائے گی۔

چوتھی روایت مفصل والی ہے کہ انہوں نے متعہ چھوڑنے کا حکم دیا اور سرزنش فرمائی پورے باب اور اس کی تمام روایات میں جس چیز کا نام ونشان تک نہ ہو اس کے متعلق یہ دعوی کہ اصل بات یوں ہے نہ وہ جو اصل کتاب میں ہے کتنا بڑا جھوٹ ہے۔اور بے سروپا تاویل ہے۔ایسے لوگوں کے متعلق ہے۔

ولے تاویل شاں در حیرت انداخت

خدا و جبرئیل و مصطفیٰ را

۳۔علاوہ ازیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ احرام کی حالت میں وہ لوگ ایسا فعل کرتے تھے یا اس سے آگے پیچھے، حالت احرام میں ہو متعہ ہو یا نکاح دائم میں جماع ہر دو مفسد حج ہوئے پھر متعہ کی کیا تخصیص؟ اور اس سے آگے پیچھے جس طرح زوجہ سے مباشرت جائز، شیعی شریعت میں متعہ بھی جائز بلکہ متعہ زیادہ کار ثواب اور موجب ترقی درجات پھر اس سے منع کرنے کا کیا مطلب؟

۴۔ڈھکو صاحب فرماتے ہیں کہ شرم نہیں آتی کہ ایسے شرمناک موقع پر دیکھے جاؤ اور اس کا اثر بد تمہارے دوسرے نیک بھائیوں پر بھی پڑے۔ڈھکو صاحب **اول** تو جب متعہ شروع ہوتا ہے تو فرشتے پہرہ پر ہوتے ہیں تو اس وقت کسی سنی غریب کی نظریں کب پڑنے دیتے ہیں جس طرح ثواب متعہ کی روایات میں عرض کر چکے ہیں۔

دوم:۔ متعہ علانیہ ممنوع نہیں زوجہ کے ساتھ علانیہ ہم بستری منع ہے تو پھر بھی وجہ تفریق و تخصیص متعہ کی موجود نہیں اس صورت میں تو صرف اتنا فرمانا چاہیے تھا۔بیٹا! بس ذرا پردہ سے اور مخصوص مقامات پر داد عیش دے لیا کرو سر عام نہیں۔

سوم:۔ متعہ کوئی کرے اور اس کا اثر دوسرے بھائیوں پر پڑے آخر اس کا کون عقل مند تصور کر سکتا ہے جن کو حالت متعہ پر دیکھا گیا انہیں کے متعلق کہا جائے گا نہ کہ دوسروں کے متعلق۔ پھر اس میں اثر بد والی کون سی بات ہے بلکہ ایک عظیم المرتبت رکن اسلام کی ایسے عظیم اجتماع میں رسم نقاب کشائی ادا ہو رہی ہے تا کہ پورے عالم اسلام میں جلد از جلد پھیل سکے اور ہر کوئی یقین کرے کہ ایسی مقدس جگہ یہ طریقہ جاری ہے تو اسے حرام کون کہہ سکتا ہے؟

چہارم:۔ ڈھکو صاحب اپنے دھرم سے کہیے جس میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اس دور میں اس فعل کے جواز کا زبانی علانیہ فتویٰ بھی دیا جا سکتا ہے؟ جب نہیں اور بالکل نہیں تو موسم حج میں کرنا اور پھر بھائیوں پر اثر بد مترتب ہونا چہ معنی دارد؟ بلکہ انہوں نے اپنی طرف نسبت کے ڈر سے ایسے دلدادگان متعہ پر مدینہ میں ہوتے ہوئے متعہ حرام ٹھہرا دیا کہ اگر تم پکڑے گئے تو لوگ کہیں گے کہ یہ اصحاب جعفر ہیں اور اس طرح تمہارا فعل میری مخبری کا موجب بنے گا کہ وہ ایسے فتوے دیتے ہیں۔

پنجم:۔ جن کے ساتھ شیعہ صاحبان متعہ کرتے تھے وہ مکہ میں رہتی تھیں یا اپنے ساتھ لے جاتے تھے پہلی صورت تو ناممکن کیونکہ اہل مکہ اس نظریہ کے خلاف تھے اور پتہ چلنے پر ان کو سنگین سزا دیتے نہ صرف یہ طعنہ کہ یہ متعہ کرنے آتے ہیں اور بس۔ اور دوسری صورت میں کسی کو پتہ ہی کیسے چل سکتا تھا کہ یہ دائمی نکاح والی مومنہ ہے یا وقتی گزر بسر کرنے والی اور سفر کو خوشگوار رکھنے کے لئے تن بخشی کرنے والی۔

الغرض یہ توجیہہ و تاویل سراسر لغو و باطل نہ کتاب سے اس کا کوئی تعلق اور نہ ہی حقائق و واقعات سے بلکہ محض جواب سے عاجزی کو چھپانے کی ایک ناکام کوشش اور وہ بھی خوف خدا و خوف خلق سے عاری اور بے نیاز ہو کر اور اپنے عوام کالانعام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی خاطر صرف اور صرف عیاری اور مکاری سے کام لینے کی ناپاک جدوجہد تا کہ وہ فرض کر لیں کہ

ہمارے مجتہد العصر نے جواب کا حق ادا کر دیا ہے۔

امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لاجواب ہونا

شیعہ صاحبان نے ایک طرف تو ائمہ کرام کے حق میں قدم قدم پر تقیہ اور اخفاء حق کا دعوی کیا اور دوسری طرف ائمہ کرام کو تقیہ کے پردہ میں چھپے متنازعہ مسائل پر مناظرے کرتے اور پھر لاجواب ہوتے بھی دکھایا گیا ہے چنانچہ شیعہ کے محدث اول علامہ کلینی نے فروع کافی میں نقل کیا ہے کہ:

۵۔ عبداللہ بن عمر لیثی امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور متعہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا ہے اور زبان نبی ﷺ پر بھی اسے حلال ٹھہرایا ہے لہذا یہ قیامت تک کے لئے حلال اور مباح ہے۔ تو عبداللہ لیثی نے کہ آپ جیسا شخص یہ فتوی دے رہا ہے حالانکہ حضرت عمر بن الخطاب نے اسے حرام ٹھہرایا ہے آپ نے کہا اگر چہ عمر بن الخطاب نے حرام ٹھہرایا ہے میں تو اسے حلال سمجھتا ہوں۔

عبداللہ نے کہا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ تم ان کے حرام قرار دیے ہوئے فعل کو حلال مت ٹھہراؤ تو امام موصوف نے فرمایا:

﴿فانت علی قول صاحبک وانا علی قول رسول اللہ فھلم الاعنک فان الاولیٰ ماقال رسول اللہ ﷺ وان الباطل ماقال صاحبک.﴾

تو تم اپنے صاحب کے قول پر قائم رہو اور میں رسول اللہ ﷺ کے قول پر کاربند ہوں آؤ میں تمہارے ساتھ مباہلہ کرتا ہوں کیونکہ اولیٰ وانسب وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور باطل وہ ہے جو تیرے صاحب نے کہا یہ سن کر عبداللہ لیثی نے کہا:

﴿ایسرک ان نساء ک وبناتک واخواتک وبنات عمک یفعلن

فاعرض عنہ ابو جعفر علیہ السلام حین ذکر نساءہ و بنات عمہ.﴾

(فروع کافی ج۲ص۱۹۰،تہذیب الاحکام لابی جعفر طوسی ج۷ص۲۵۰)

کیا تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تمہاری عورتیں، بچیاں، بہنیں اور بھتیجیاں یہ فعل کریں۔تو امام ابوجعفر محمد باقر نے عبداللہ لیثی سے منہ پھیر لیا جبکہ اس نے آپ کی عورتوں اور بھتیجیوں کا ذکر کیا اور اسے کوئی جواب نہ دیا۔

دریافت طلب امر

اگر واقعی متعہ کرنے سے دوزخ سے رہائی ملتی ہے اور ایک مرتبہ متعہ کرنے سے امام حسین کا مرتبہ، دو مرتبہ متعہ کرنے سے امام حسن کا مرتبہ، تین مرتبہ متعہ کرنے سے حضرت امیر المومنین علی کا مرتبہ، اور چار مرتبہ کرنے سے امام ارسل سید الانبیاء علیہ وعلیہم السلام کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔نیز جس نے متعہ نہیں کیا ہوگا روز قیامت اس کے ناک اور کان کٹے ہوں گے وغیرہ وغیرہ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرفاء کہ بہنوں، بیٹیوں وغیرہ کو ان درجات کی ضرورت نہیں ہے۔اور کیا وہ متعہ سے نفرت وکراہت کا اظہار کرنے پر ان وعیدات اور تہدیدات اور لعنت ملامت کا نشانہ نہیں بنیں گی جو متعہ سے نفرت کرنے والوں کے متعلق وارد ہیں لہذا بالکل روشن اور آشکار ہو گیا کہ امام موصوف نے علی تقدیر صحۃ الروایت خاموشی اختیار کی اور صرف اور صرف اس لئے اس سوال کا جواب ان کے پاس نہیں تھا کیونکہ جو چیز اپنے لئے پسند نہ ہو از روئے شرع شریف دوسرے کے لئے بھی اسے پسند نہ کرنا چاہیے۔آنچہ برائے خود نمی پسندی برائے دیگراں مپسند۔فاعتبروا یااولی الابصار۔

علامہ ڈھکو صاحب کا اضطراب

شیعی محدث العصر علامہ ڈھکو صاحب نے اس روایت کے جواب میں بہت پیچ وتاب

کھائے مگر بات نہتی نظر نہ آئی۔ ڈھکو صاحب لکھتے ہیں جب اس (عبداللہ) نے اپنی خارجیت کا اظہار کرتے ہوئے امام علیہ السلام کی بنات اخوات کا ذکر کیا تو امام نے بموجب ارشاد ربانی ﴿واعرض عن الجاھلین﴾ یعنی جاہلوں سے روگردانی کرو، اس سے روگردانی کر لی (تا) ایک غیور آدمی سمجھتا ہے کہ یہ خفگی کا مقام تھا۔ کسی کام کا جائز ہونا اور بات ہے اور اس کا کرنا اور۔ تا۔ اگر مثال درکار ہے۔ کہ مرد کیلئے باعث ثواب اور عورت کے لئے باعث شرم، تو مثال پیش خدمت ہے۔ کتب اہل السنت سے ثابت ہے کہ ختنہ لڑکے اور لڑکی کیلئے یکساں سنت ہے مگر عوام تو کجا خواص بلکہ خود علماء اہل السنتہ لڑکی کے نام سے گھبراتے ہیں اور لڑکیاں شرم اور عار محسوس کرتی ہیں۔ (تجلیات ص ۳۰۲)

اقول: یہ سارا کلام شاعری اور لفاظی ہیرا پھیری اور چکر بازی تو کہلا سکتا ہے مگر اس کو جواب کسی طرح بھی نہیں کہا جا سکتا تا بہ جواب صواب چہ رسد؟

ا۔ عبداللہ لیثی کے اس جواب کو اے امام ابوجعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تمہاری بنات واخوات اور چچا زاد متعہ کریں خارجیت کا اظہار اور جہالت قرار دے کر جواب جاہلاں باشد خاموشی پر اکتفا کیا گیا۔ مگر عبداللہ لیثی کا مقصد تو صرف اور صرف ایک تھا۔

آنچہ برائے خود نمی پسندی برائے دیگراں مپسند

اگر متعہ کرنا موجب عار نہیں تو اس پر برہمی کیوں؟ اور موجب عار ہے تو دوسروں کے لئے اس پر اصرار کیوں؟ بلکہ نہ کرنے کی صورت میں وعیدات اور انذار کیوں؟ اور کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے حسنین کریمین، علی مرتضی اور سید الانبیاء کے ساتھ درجات میں اشتراک اور مساوات کا اعلان اظہار کیوں؟

ب۔ عبداللہ لیثی نے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ اپنی بنات واخوات کو متعہ کا حکم دیں اور نہ روپے کمانے

کی بات کی تھی لہذا ڈھکو صاحب کا اس ضمن میں نکاح حق مہر اور طلاق کے جواز کے فتوی اور سائل کے اس ردعمل کا ذکر کیا کہ پھر تم اپنی بیٹیوں کو کہو کہ اس طرح روپے کمائیں تو کیا مولوی صاحب کو خفگی نہیں آئے گی؟ بالکل بے رابطہ، بے جوڑ اور بے موقع و محل تمثیل ہے کیونکہ اس کا مقصد صرف اور صرف یہی تھا کہ جو چیز اپنے لئے پسند نہیں فرماتے وہ دوسروں کے لئے پسند نہیں کرنی چاہیے۔

ج۔ڈھکو صاحب فرماتے ہیں ایک غیور آدمی سمجھتا ہے کہ یہ خفگی کا مقام تھا کسی کام کا جائز ہونا اور بات ہے کرنا اور۔ مگر آپ نے تو ائمہ کرام کی زبانی یہ حکم نقل کر رکھا ہے کہ ہاشمیات کے ساتھ متعہ کرو۔ پھر عبداللہ لیثی کے جواب میں ازراہ غیرت خفگی کا اظہار کیا معنی؟ اگر ہاشمیات کے ساتھ متعہ کو آپ نے جائز کر دیا تھا تو اسے بھی فرما دیتے میرا فتوی جواز کا ہے اور اگر یہ فتوی غیرت اور عزت نفس کے خلاف ہے تو پھر شیعہ نے یہ فتوی نقل کر کے امام محمد باقر کی غیرت اور عزت پر حملہ کیا ہے اور بدترین گستاخی کا مظاہرہ کیا ہے۔

﴿عن منصور الصیقل عن ابی عبداللہ علیہ السلام فتمتع بالهاشمیة.﴾ (تہذیب الاحکام ج۷ ص۲۷۱)

منصور صیقل نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہاشمیہ کے ساتھ متعہ کرو۔ کیا ہاشمیہ عورت رشتے میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی؟ اور اشراف کے ساتھ متعہ کے مکروہ اور ناجائز ہونے کی صورت میں ہاشمیہ کو یہ حکم شامل نہیں تھا؟ یا اپنی بے غیرتی یا خارجیت کا اقرار کرو اور یا پھر عبداللہ لیثی کے سوال کا صحیح جواب دو۔ یا مان لو کہ دلدادگان متعہ نے ائمہ پر افترا اور بہتان سے کام لیا ہے۔

د۔علامہ صاحب فرماتے ہیں اگر مثال درکار ہے کہ مرد کیلئے باعث ثواب اور عورت کے لئے باعث شرم۔۔۔الخ مگر افسوس تو یہ ہے کہ علامہ صاحب نشہ میں سب کچھ اگلتے جا رہے ہیں انہیں

نظیر ومثال کے فرق سے قطع نظر اس جگہ ختنہ کا حوالہ دینے کی کیا گنجائش تھی نہ لڑکے کے ختنہ لڑکی کے ختنہ پر موقوف نہ لڑکی کا ختنہ لڑکے کے ختنہ پر موقوف۔ مگر متعہ مرد کا عورت کے بغیر اور متعہ عورت کا مرد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

کیا علامہ صاحب اور ان کے مردے اور زندہ ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں کہ مرد متعہ کا ثواب کمالے مگر عورت کو استعمال نہ کرے لہذا اگر عورت کے لئے موجب شرم ہے تو لامحالہ مرد کے لئے بھی موجب شرم ہے علاوہ ازیں جو ثواب کی روایات گھڑی ہیں ان میں بھی مرد اور عورت برابر کے حصہ دار ہیں مگر عورتوں کے لئے اسے باعث شرم قرار دینا ان سب روایات کو لغو اور بے ہودہ قرار دینے کے برابر ہے ﴿الیس منکم رجل رشید؟﴾

ہ۔ نیز دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح دوام اور متعہ اگر یکساں حلال اور جائز ہیں تو پھر دائمی نکاح بھی مردوں کے لئے کار ثواب اور عورتوں کیلئے باعث شرم اور عار نہیں ہونا چاہیے اور اگر دائمی نکاح میں شرم اور عار نہ عورتوں کیلئے ہو نہ ان کے اولیاء اور سرپرستوں کے لئے اسی لئے ان سے ہی رشتہ طلب کیا جاتا ہو اور وہ شرم وحیا کے تقاضوں کے عین مطابق ہو تو آخر متعہ میں عورتوں کے لئے شرم اور عار کا موجب کون سا ہے؟ اگر کسی کو کہا جائے خواہ کتنا بڑا اپاک باز کیوں نہ ہو اور اعلیٰ خاندان کا فرد کہ تم پسند کرتے ہو کہ تمہاری بنات واخوات شادی کر لیں اور نکاح دوام تو کیا وہ اس پر ناراض ہو جائے گا؟

معلوم ہوتا ہے کہ دل گواہی دیتا ہے کہ متعہ رذیل فعل ہے اور روح اسلام کے خلاف اور مقاصد نکاح کے برعکس اور منافی۔ مگر صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بغض وعناد، شیعہ کو اس کی حرمت کے اقرار سے مانع ہے۔

و۔ یہ بات بھی سراسر غلط ہے اور واقعات وحقائق کے بالکل خلاف کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے طور پر متعہ کو حرام ٹھہرا لیا بلکہ ہم خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ اور دیگر حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعدد صحیح روایات سے ثابت کر چکے ہیں کہ خود سرور عالم ﷺ نے متعہ کو حرام فرمایا۔ لہذا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قسم کا دعویٰ کیونکر کر سکتے تھے اور خود شیعی کتب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کو حرام ٹھہرایا تھا اگر چہ اس کو تقیہ پر محمول کیا گیا لیکن یہ تو ثابت ہو گیا کہ برملا حکم تو حرمت کا ہی دیتے رہے اور وہ بھی اپنی طرف سے نہیں بلکہ سرچشمہ ہدایت کی طرف ہے۔

اگر محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر جرات سے کام لے سکتے تھے اور مباہلہ کے لئے آمادہ تیار تھے تو ابوالائمہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو اپنے دور خلافت میں کیوں جائز قرار نہ دے سکے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مباہلہ کا حوصلہ انہیں کیوں نہ ہوا؟

اگر یہ روایت درست ہے تو تقیہ کے دعاوی غلط ہیں اور وہ صحیح ہیں تو یہ روایات غلط ہیں اور محض افتراء۔

الغرض علامہ ڈھکو صاحب کا اضطراب اور بے چینی اس امر کی غماز ہی نہیں بلکہ بین دلیل ہے کہ شیعہ صاحبان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اور شیعہ کو امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عبداللہ لیثی کے سامنے لاجواب ہونا تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں یا حکایت کو بے ہودہ تسلیم کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ خود سرور عالم ﷺ کا فرمان ہے ﴿تحب لاخیک ماتحب لنفسک﴾ تقاضا ایمان یہ ہے کہ اپنے بھائی کیلئے وہی پسند کر جو اپنے لئے پسند کرتا ہے یا بالفاظ دیگر

آنچہ برائے خود نمی پسندی برائے دیگراں مپسند

کثرت متعہ کی ممانعت

ایک طرف شیعہ صاحبان نے ہزار ہزار عورت کے ساتھ متعہ کو جائز قرار دیا ہے اور اسے بھی ائمہ کرام کی طرف منسوب کر دیا ہے اور دوسری طرف کثرت متعہ سے منع بھی انہیں ائمہ

سے نقل کردیا ہے روایت ملاحظہ فرمائیں:۔

۴۔﴿عن محمد بن الحسن بن شمعون قال کتب ابو الحسن علیه السلام الیٰ بعض موالیه: لا تلحوا علی المتعة انما علیکم اقامة السنة.﴾

محمد بن حسن بن شمعون کہتا ہے کہ امام ابوالحسن علیہ السلام نے اپنے بعض موالی کی طرف لکھا کہ متعہ پر اصرار نہ کرو اور اس میں زیادہ اشتغال وانہماک سے کام نہ لو بلکہ تم پر صرف سنت قائم کرنا لازم ہے۔لہذا اس میں دلچسپی اور انہماک کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی حرائر اور بیویوں سے منہ ہی نہ موڑ لینا ورنہ وہ کفر کی اور دین سے بیزاری وبرات کی مرتکب ہوجائیں گی اور متعہ کا حکم دینے والے کے خلاف فریادی بن جائیں گی اور (یہ معلوم کر کے کہ متعہ کو حلال ٹھہرا کر ان کے ساتھ ہونے والی اس زیادتی اور بے داد کا دروازہ ہم نے کھولا ہے تو) وہ ہم پر لعنت بھیجنے لگیں گی۔

لیکن باز آئے کون؟ مگر سوال یہ ہے کہ جب ہر دن نئی نویلی دلہن ملے اور صرف ایک مٹھی گندم یا مسواک پیش کر دینے پر بھی یہ شادی انجام پذیر ہوسکے اور اس کے بعد نان ونفقہ اور رہائش، بستر اور لباس وغیرہ کی مکمل چھٹی ہو تو پھر ساری زندگی ایک عورت کے ساتھ مقید اور پابند رہنا اور اس کے بھاری بھرکم اخراجات برداشت کرنا کون گوارا کوسکتا ہے؟

زنے نو کن اے خواجہ ہر نو بہار
کہ تقویم پارینہ ناید بکار

اگر منع ہی کرنا تھا تو پھر یہ چسکا کیوں ڈالنا تھا اور یہ دروازہ کھولنا ہی کیوں تھا؟ علی تقدیر صحتہ الروایۃ بھی امام کا یہ فرمان سن کر متعہ کا ہر شیدائی اور دلدادہ یہی کہتا ہوگا۔

اب تو نہ روک اے غنی عادت سگ بگڑ گئی
میرے کریم پہلے ہی لقمہ تر کھلائے کیوں

علاوہ ازیں اگر سنت قائم کرنے تک اس کا جواز محدود تھا تو ہزار ہزار عورت سے متعہ کو

جائز کیوں رکھا؟ شاید شیعی شریعت میں الحاح واصرار اور اشتغال وانہماک ہزار سے اوپر شروع ہوتا ہوگا اور صرف اس صورت میں ہی زوجات کو فریاد کی ضرورت پیش آتی ہوگی لیکن اس کے برعکس علیم وحکیم خدا نے تو صرف چار تک کی اجازت دیتے وقت ساتھ ہی فرما دیا کہ اگر عدل وانصاف نہ کر سکو تو پھر صرف ایک پر اکتفا کرو۔ ﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ بلکہ یہ بھی فرمادیا کہ تم عدل ومساوات کی کوشش کرو تو بھی کما حقہ عدل وانصاف نہ کر سکو گے۔ ﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ﴾

لہٰذا اس روایت نے ان تمام روایات کا صفایا کر دیا جن میں متعہ والی عورتوں میں حدود وقیود ختم کر دی گئی تھیں اور ستر ستر بلکہ ہزار ہزار سے متعہ کو روا رکھا گیا تھا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا متعہ کو حرام قرار دینا

۷۔ ﴿عن عمار قال ابو عبدالله عليه السلام لی ولسليمان بن خالد قد حرمت عليكما المتعة من قبلی مادمتما بالمدينة لانكما تكثران الدخول علی و اخاف ان توخذا فيقال هولاء اصحاب جعفر﴾ (فروع کافی جلد ثانی ص ۱۹۸)

عمار سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے اور سلیمان بن خالد کو فرمایا کہ میں اپنی طرف سے تم پر متعہ حرام قرار دیتا ہوں جب تک تم مدینہ منورہ میں ہو کیونکہ تم بہت زیادہ میرے پاس آمد ورفت رکھتے ہو اور مجھے خطرہ ہے کہ تم متعہ کرتے ہوئے پکڑے جاؤ گے۔ پس کہا جائے گا یہ امام جعفر صادق کے ساتھی اور ان کے متعلقین ومعتقدین ہیں (جو اس فعل شنیع اور امر قبیح کا ارتکاب کرتے ہیں اور انہیں شرم اور عار محسوس نہیں ہوتی)۔

اس روایت میں کئی امور غور طلب ہیں۔

۱۔ امام جعفر صادق نے حلال کو حرام کیوں ٹھہرایا کیا متعہ کی حرمت کسی وقت اور مکان کی پابند تھی

اگر نہیں اور اہل تشیع کے نزدیک قطعاً اس طرح نہیں ورنہ مدینہ رسول ﷺ میں اور ائمہ معصومین کی خدمت میں حاضری کے وقت ان مخلصین کو قطعاً متعہ کرنے کی نہ سوجھتی اور نہ امام عالی مقام کو منع کرنے کی ضرورت پیش آتی لہذا قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ شیعہ لوگ قطعاً متعہ کو ہر زمانہ اور ہر مقام میں جائز سمجھتے تھے لیکن امام عالی مقام نے ان پر مدینہ منورہ میں قیام کے دوران اس کو حرام ٹھہرا دیا تو امام جعفر صادق بھی خدا تعالیٰ کے حلال کو حرام ٹھہرانے کے مرتکب ہو گئے لہذا حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب پر اعتراض کا کوئی موقعہ و محل نہ رہا۔

۲۔امام موصوف نے صرف اپنی ذات پر سے یہ عار دور کرنے کے لئے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ امام جعفر صادق کے متعلقین متعہ کرتے ہیں اس کو حرام ٹھہرا دیا لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مومنین سے اس عار کو دور کرنے کے لئے کہ وہ شہوت کے پتلے ہیں اور جہاں جاتے ہیں شہوت رانی کے درپے ہو جاتے ہیں اور مومنات کو اس اجرت والی اور بکاؤ مال ہونے کی ذلت اور عار سے بچانے کے لئے اس فعل کو حرام ٹھہرایا لہذا اس صورت میں الٹا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اقدام زیادہ وقیع اور مستحسن ہو گیا۔

۳۔اگر امام موصوف کے نزدیک واقعی یہ فعل یعنی متعہ اتنا بابرکت تھا اور موجب درجات عالیہ تو اس کو منع کرنا خیر کثیر میں رکاوٹ ڈالنے کے مترادف ہے اور اپنے مخلصین کو محروم کرنے کا موجب۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قبیح سمجھا لہذا منع کر دیا مگر امام موصوف نے جائز وحلال بلکہ کار ثواب بھی سمجھا اور حرام بھی کر دیا تو کیا یہ حکم قرین قیاس ہو سکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔

روایات کی صحت کا معیار

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ شیعی کتب میں متعہ کی حلت بلکہ اس کار ثواب کا موجب ہونے اور درجات عالیہ کا کفیل ہونے کے متعلق ان گنت روایات موجود ہیں مگر سوال یہ ہے کہ

جب دونوں قسم کی روایات موجود ہوں تو ترجیح کس کو ہوگی؟ اس معاملہ میں ہم ائمہ کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۷۵ پر رقمطراز ہے:۔

﴿روی عن النبی ﷺ وعن الائمة علیهم السلام انهم قالو اذاجاء کم منا حدیث فاعرضوه علی کتاب الله فما وافق کتاب الله فخذوه وماخالفه فاطرحوه اوردوه علینا﴾ (وکذافی الاستبصار ج ۲ ص ۸۵)

نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے اور ائمہ کرام سے کہ جب تمہیں ہماری طرف سے کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو پس جو اس کے موافق ہو اس کو مضبوطی سے تھامو اور جو اس کے خلاف ہو اس کو پھینک دو۔ لہذا اس ضابطہ اور قاعدہ کی رو سے صحیح اور قابل اعتماد وہی روایات ہو سکتی ہیں جن میں متعہ کی حرمت بیان کی گئی ہے کیونکہ قرآن حکیم کے مطابق وہی ہیں۔ اور جن میں متعہ کی حلت بیان کی گئی ہے اور اس کا عظیم اجر و ثواب، وہ سراسر قرآن مجید کے خلاف ہیں۔ لہذا نا قابل اعتبار ہیں۔

تنبیہ: نیز یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ شیعہ مذہب کی کتب میں ہر قسم کی روایات موجود ہیں۔ اور ان میں تصحیح و تضعیف اور جرح و تعدیل کی گنجائش ہے اور اس لئے انہوں نے بھی اسماء الرجال کی کتب وضع کی ہیں تو پھر اہل السنت پر محض ان کی کتابوں میں کوئی روایت موجود ہونے سے الزامی کاروائی کا کیا جواز ہے؟ آخر انہیں بھی تو جرح و تعدیل کا حق حاصل ہے۔ اور ان کے نزدیک بھی تصحیح و تضعیف کا ایک معیار ہے لہذا جو اس پر پوری نہ اترے گی وہ ان کے نزدیک قابل قبول نہ ہوگی۔ بلکہ درحقیقت ان اصول و قواعد میں اہل السنت امام و پیشوا ہیں اور اہل تشیع ان کے مقلد اور پیروکار ہیں۔ چنانچہ ابوالحسن بن محمد الشعرانی مقدمہ تفسیر منہج الصادقین میں اس حقیقت

کا خود اعتراف کرتا ہے:۔

خود اہل حدیث کہ ایں اعتراض از ناحیت ایشاں است اکثر اصطلاحات خویش را از عامہ گرفتہ اند مانند حدیث مسلسل و مسند و مرفوع و مقطوع و مدرجہ و مناولہ و جادہ و اخبار اہل بیت ایں اصطلاحات نیامدہ است الا آنکہ چوں محدثین ما کتب درایت اہل سنت را خواندند و روش آنانرا پسندیدند و اصطلاحات آنہارا مناسب یافتند (مقدمہ منتہی ص ۲۶)

ترجمہ: وہ شیعی محدثین جن کو اہل السنت کے تفسیری اقوال نقل کرنے کی وجہ سے شیعی مفسرین پر اعتراض ہے خود انہوں نے اپنے اکثر اصطلاحات اہل السنہ سے اخذ کی ہیں مثلاً حدیث مسلسل اور مسند، مرفوع اور مقطوع، مدرجہ اور مناولہ وجادہ وغیرہ حالانکہ اہل بیت کے مرویات اخبار میں ان اصطلاحات کا نام ونشان نہیں ملتا لیکن جب ہمارے محدثین نے اہل سنت کی کتب درایت (اصول وقواعد) کا مطالعہ کیا اور ان کی روش اور طرز ان کو پسند آئی اور ان کی اصطلاحات ان کو مناسب معلوم ہوئیں تو انہوں نے بھی ان کو اپنا لیا۔

الغرض جب شیعہ صاحبان کے نزدیک روایات کی درجہ بندی اور ان میں بعض کی بعض پر ترجیح اور بعض کا رد وقدح امر مسلم ہے تو اہل السنت جو ان قواعد وضوابط کے موجد ہیں ان کو یہ حق کیوں نہیں دیا جاتا؟

عندالشیعہ روایات کی کثرت وقلت معیار حق نہیں

رہا یہ عذر کہ متعہ کی حلت پر دلالت کرنے والی روایات مشہور و مستفیض ہیں اور حرمت پر دلالت کرنے والی اخبار آحاد کے قبیل سے ہیں تو یہ عذر قابل قبول نہیں۔ کیونکہ بقول علامہ نوری طبرسی صاحب فصل الخطاب، قرآن مجید کی تحریف پر دلالت کرنے والی روایات مستفیض و مشہور ہیں بلکہ متواتر جن کی تعداد دو ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ جو قرآن مجید میں ہر قسم کے نقص پر دلالت کرتی

ہیں لیکن شیعی علماء شیخ صدوق علم الہدیٰ سید مرتضٰی اور طبرسی نے ان کو غلط اور ناقابل اعتبار قرار دے دیا اور قرآن مجید کو کامل ومکمل تحریف سے منزہ ومبرا اور ہر قسم کے نقص سے پاک اور مقدس تسلیم کرلیا جس سے صاف ظاہر کہ یہاں قلت وکثرت اور خبر واحد یا متواتر کا قطعاً کوئی لحاظ نہیں ہے۔ بس طبیعت جس کی طرف مائل ہو جائے اور دل کو بھا جائے۔

متعہ کے مفاسد کا بیان اور عقلاً ناجائز ہونے کا ثبوت

اگر کوئی عقل مند خواہشات نفس کے جال سے آزاد ہو کر اور اپنی نفسانی ہوس سے مجرد ہو کر اس عقد فاسد کے مفاسد میں غور وفکر کرے تو قطعاً اس کے حلال اور جائز ہونے کا قول نہیں کر سکے گا۔

ا۔ اولاد کا ضائع ہونا اور تعلیم وتربیت اور تہذیب وشائستگی سے عاری ہونا متعہ میں لازمی امر ہے کیونکہ ایک جہاں گشت آدمی جہاں گیا اس نے متعہ کر لیا اور دو تین دن رہنے کے بعد دوسری اور تیسری جگہ چلتا رہا اگر ہر جگہ اولاد پیدا ہو گئی ہو اور اس سے دور رہ کر پرورش پائے تو ہر جگہ اس کا جانا مشکل اور سب کا اس کے پاس جمع ہونا مشکل۔ لہذا وہ اولاد زنا کی طرح بے کسی کی حالت میں وقت گزارے گی اور اخلاقی لحاظ سے بھی تہی دامن ہو گی۔

۲۔ اگر مختلف علاقوں میں متمتع کی بچیاں متولد ہوں تو ذلت ورسوائی حد سے بڑھ جائیگی کیونکہ کفو میں ان کے نکاح کی صورت ہی کوئی نہ ہو سکے گی اور نہ ہی ان کی عزت وآبرو کا تحفظ کیونکہ والدہ بھی نت نئے حصوں کے درپے رہے گی کس کس کے بچے یاد رکھے گی اور کس کس کو اولاد کی اطلاع بہم پہنچائے گی پھر وہ فصلی خاوند بھی کہاں سے کہاں جا چکا ہو گا۔

۳۔ اگر یہ شخص جگہ جگہ متعہ کرتا چلا گیا، اولاد پیدا ہوتی گئی تو میراث کا معاملہ بالکل الجھ کر رہ جائے گا۔ وراثت بھی تقسیم ہونے سے رہی کیونکہ کیا پتہ اولاد کہاں کہاں پھیلی ہے پھر لڑکے کتنے ہیں اور لڑکیاں کتنی؟ نیز اولاد کی وراثت کا معاملہ بھی الجھ جائے گا کہ باپ کدھر ہے؟ اور دوسرے بہن

بھائی کتنے اور کہاں کہاں؟ کیونکہ متعہ تو ہزار ہزار عورت سے ہوسکتا ہے اور ایک دن اور رات کے لئے بھی بلکہ ایک دفعہ جماع اور قضاء شہوت کے لئے بھی تو اتنا طویل حساب کتاب رکھنا بہت ہی مشکل اور ناممکن ہوگا بلکہ ان اعداد وشمار کے لئے تو بہت ہی وسیع محکمہ درکار ہوگا۔

۴۔ اگر سفر طویل ترین ہو اور ہر جگہ پڑاؤ ڈالتے وقت متعہ کا کاروبار جاری رہے اور متمعہ عورت سے بچیوں کا تولد ہوتا رہے تو جب دس گیارہ سال بعد ادھر گزر ہو تو عین ممکن ہے کہ یہ باپ جس نے اس عرصے میں بیٹی کی شکل ہی نہیں دیکھی اس سے متعہ کر بیٹھے کیونکہ وہ متمعہ عورت تو ایک حیض یا ڈیڑھ ماہ کے بعد دوسری جگہ پھر تیسری جگہ متعہ کرنے میں لگی ہوگی اور اس عقد میں گواہ نہ اعلان تشہیر اور مکان اور رہائش گاہ کی پابندی اور مکان وغیرہ تو اس متمتع کا وہاں پر تھا نہیں جس میں بچی کی سکونت کا انتظام ہوتا اور مکان میں رہائش سے کچھ اندازہ لگ سکتا تو آخر اس ظلم سے بچنے کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟

۵۔ متمتع کا بھائی یا بیٹا بھی اس سفر پر روانہ ہوا اور ان بچیوں کے ساتھ متعہ کرتا چلا گیا کیونکہ کوئی کہاں تک جملہ قرابت داروں اور متمعات کی تعداد یاد رکھے وہ تو ہزاروں کے ساتھ جائز ہے تو اس قباحت سے بچنے کی آخر کیا صورت ہوسکتی ہے؟

۶۔ اگر ایک آدمی اس سفر میں ان عورتوں کے ساتھ متعہ کرتا جائے جو اس سے پہلے شخص سے متولد ہوئیں تا چالیس پچاس بہنوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے عدت کے اندر عقد متعہ لازم آجائے گا۔ جو انتہائی قبیح ہے اور جرم عظیم۔

۷۔ عقد متعہ میں ایک گواہ کی بھی ضرورت نہیں چوری چھپے عقد ہو گیا ماں باپ نے ایام متعہ میں دوسری جگہ نکاح اور رخصتی کردی لڑکی اور لڑکا اظہار بھی نہیں کرسکتے (کیونکہ وہ خفیہ کاروبار تھا) تو اب دو عقد بیک وقت مجتمع ہو گئے اور اگر متمتع نے مدت متعہ کے بقایا دن معاف کر دیئے اور اس طرح خدا خوفی کا مظاہرہ کر بھی دیا تو کم از کم متعہ کی عدت میں دوسرا عقد لازم آ گیا اور یہ بھی

مطلقاً ناجائز ہے۔

۸۔عقد متعہ خفیہ ہو گیا علوق ٹھہر گیا مرد تو چند دن کے بعد فارغ اب لڑکی اس حمل کے ساتھ کیا کرے اور اس لڑکی کا معاشرہ میں کیا مقام ہو گیا بتائے تو کیا بتائے اور چپ رہے تو کیسے اگر کہے بھی سہی کہ یہ متعہ مقدسہ کا کرشمہ ہے زنا کا نہیں تو کون اعتبار کرے گا؟

۹۔چلو خفیہ والی بات چھوڑیے عقد متعہ میں گواہ رکھے گئے لیکن حمل ٹھہرنے پر وہ شخص انکار کر دے کہ یہ حمل میرا نہیں اس کو کون ثابت کر سکتا ہے کہ یہ اس کا ہے۔ نکاح میں لعان والی صورت موجود ہے۔ مگر متعہ میں تکلیف لعان بھی نہیں تو بلا حیل وحجت وہ متقی شخص فارغ البال ہو گیا اور یہ وبال صرف اس متعہ کی شائق لڑکی کے سر رہ گیا کہ اس مولود کی پرورش بھی کرے اور زنا کار ہونے کی تہمت بھی برداشت کرے اور فصلی خاوند فقط قسم اٹھانے کا پابند بھی نہ ہو۔ ہائے مومنات کی بدقسمتی واہ رے مومنین کی بہار عیش ونشاط۔

۱۰۔متعہ کو جائز رکھنے والے تو ڈنکے کی چوٹ پر کہہ رہے ہیں حمل کا خرچہ فصلی خاوند کے ذمے نہیں ۔زنے کہ صیغہ شدہ اگر چہ آبستن شود حق خرچ ندارد۔ (توضیح المسائل ص ۴۵۵)

متعہ میں نان ونفقہ اور رہائش کا بندوست عورت کے اپنے سپرد ہوتا ہے۔ مرد صرف متعہ کی اجرت دیتا ہے آخر وہ عورت اپنی ضروریات کا انتظام کیسے کرے گی اور دوران عدت جو اس متمتع کی پابند ہوگی اپنے خرچ کا بندوبست کیسے کرے گی لازماً مزدوری وغیرہ کرے گی جو اس متعہ کرنے والے مرد کی عزت نفس کے خلاف ہے اور بازاری عورتوں کی طرح روز وشب کئی لوگوں سے رابطہ رکھے گی جس سے عصمت فروشی کا وسیع دھندا شروع ہو جائے گا۔ کیا اسلام اس کی اجازت دے سکتا ہے؟

۱۱۔جو عورت دو تین مرتبہ متعہ کر بیٹھے گی اور اولاد متعہ کو بھی جنم دے لے گی فصلی خاوند تو حاجت پوری کر کے گئے اب اس کا مستقبل کیا ہوگا؟ دائمی نکاح کے لئے تو اس کو کوئی شاذ ونادر ہی قبول

کرے گا لازماً اس کو زندگی بھر اس متعہ پر اکتفا کرنا پڑے گا۔ ایسی صورت میں اس کے والدین کا معاشرہ میں کیا مقام ہوگا جن کا ہر ڈیڑھ دو ماہ بعد نیا داماد بن رہا ہوگا اور کرایہ کی ٹیکسی کی طرح ان کی بیٹی کو استعمال کر کے رفو چکر ہوتا رہے گا! اور ان کی اس بچی کا مستقبل کیا ہوگا؟ جو اجرت دینے والے کے انتظار میں آنکھیں فرش راہ کئے بیٹھی ہوگی۔

۱۲۔ متعہ عورت پر عدت وفات لازم ہے اور رواثت میں حصہ نہیں ہے تو چار ماہ دس دن آخر کس طرح اخراجات نکالے گی؟ اور کون اس کا پرسان حال ہوگا؟ جب خاوند کے دکھ میں دوسرے پس ماندگان کے ساتھ اس کی شرکت لازم ہے تو آخر اس کو ترکہ میں سے حصہ دے کر دوسری بیویوں کا ہم پلہ کیوں نہیں بنایا جاتا؟ بیوی ہے تو دونوں حقوق میں برابر ہوتی اور نہیں تھی تو عدت وفات سے پابندی سے رہائی پاتی اور اپنی گزران کا فکر کرتی کیا یہ اس پر ظلم وزیادتی نہیں اور اسلام اس کا روادار ہو سکتا ہے؟

لمحہ فکریہ!

کیا ہے کوئی اپنی بہن اور بیٹی کی عزت کا پاسبان جو اس قسم کے گھناؤنے اور گندے فعل کو جائز رکھے اور الٹا اسے کار ثواب قرار دے بلکہ عین ایمان سمجھے اور اس کو اخروی فلاح ونجات کا دارومدار قرار دے۔ کیا وہ نبی الانبیاء اور آخر الزمان پیغمبر جو مکارم اخلاق کی تکمیل وتتمیم کے لئے مبعوث ہوئے اور انسانیت کو علمی اور فکری ونظری بلندیوں پر فائز المرام کرنے کے لئے مبعوث ہوئے ان کی شریعت وملت میں خسیس اور غلیظ نظریات واعمال داخل ہو سکتے ہیں۔

﴿العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ﴾

متعہ کا بطلان ازروئے عقل

متعہ ذلت ورسوائی کا موجب ہے اور بے عقلی کی دلیل

دلدادگان متعہ نے اس کے جواز پر انوکھا اور چونکا دینے والا استدلال یہ پیش کیا ہے کہ متعہ کی حرمت روایت پر مبنی ہے اور اس کا جواز درایت پر مبنی ہے اور درایت وقیاس اور دلالت عقل۔ روایات واخبار اور دلائل نقلیہ پر مقدم ہے جیسے کہ علامہ کاشانی نے منہج جلد دوم ص ۴۸۶ پر کہا:
مشروعیت آں درایت است ونسخ آں روایت وماطرح نمی کنم درایت را بروایت۔

اسی طرح صاحب برہان المتعہ ابوالقاسم بن الحسین النقی الرضوی نے سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کی کتاب انتصار سے اور علامہ ابوالفتوح کی تفسیر روض الجنان سے اور ابن ادریس کی کتاب السرائر سے نقل کیا:

آنچہ بہ برہان عقل ونقل ثابت است اینست کہ ﴿ **كل منفعته لاضرر فيهافي عاجل ولا آجل فهي مباحة بضرورة العقل وهذه صفة نكاح المتعة فيجب اباحتها بضرورة العقل** (ص ۸)

یعنی جو قدر عقلی اور نقلی براہین اور ادلہ سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایسی منفعت جس میں نہ دنیا میں ضرر ہو اور نہ آخرت میں تو وہ بتقاضائے عقل مباح اور جائز ہونی ضروری ہے اور عقد متعہ میں بھی دنیا اور آخرت کے لحاظ سے کوئی ضرر نہیں ہے لہذا ضرورت عقلیہ کے تحت اس کا مباح اور جائز ہونا واجب ولازم آتا ہے۔

الغرض ان حوالہ جات سے یہ بات مہر ونیمروز کی طرح عیاں ہوگئی کہ متعہ کی اباحت پر اصل اور بنیادی دلیل شیعی علماء کے نزدیک ان درایت اور قیاس عقل ہے اور دوسرے دلائل محض تائید وتقویت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں ورنہ نقلی دلائل کی صرف اس قدر اہمیت ہے کہ عقل کی

تائید کریں تو بہتر ورنہ ان کو رد کر دیا جائے گا اور عقل کہتی ہے کہ متعہ منفعت خالصہ ہے اور اس میں نہ دنیوی ضرر اور نہ اخروی۔ لہذا امباح اور حلال ہے۔

والجواب السدید ومنه التوفیق والتسدید

یہ استدلال بوجوہ باطل اور لغو ہے۔

اول: اگر احکام کا دار و مدار عقل پر ہوتا تو پھر رسل کرام کو بھیجنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اور ان کو صرف اور صرف اس لئے مبعوث فرمایا تا کہ یہ عذر ختم ہو جائے کہ ہمیں صحیح اور باطل عقائد میں درست اور نا جائز اعمال میں امتیاز معلوم نہیں تھا۔ قال اللہ تعالیٰ:

للا یکون للناس علی الله حجة بعدالرسل

تا کہ رسولوں کی آمد کے بعد لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی عذر اور بہانہ نہ مل سکے لہذا عقل انسانی مدار احکام نہیں ہوسکتا اور جتنے اختلاف مذاہب کفار و مشرکین وغیرہ میں موجود ہیں وہ سب عقل کی پیداوار ہیں اور بت پرست بھی عقل رکھتے ہیں اور ان کی عقل بھی اس پرستش کو جائز بلکہ ضروری بتلاتا ہے تو کیا علماء شیعہ ان کے تقاضائے عقل کو جائز رکھیں گے؟ بلکہ عقل کو شریعت کے تابع کرنا ضروری ہے اور اسے غلام رسالت رہنا لازم ہے۔

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ

دوم: علماء شیعہ نے اس قاعدہ اور ضابطہ میں صرف اپنا لحاظ رکھا اور اپنی ممتوعات عورتوں کا خیال نہیں رکھا۔ ان کے لئے تو سراسر منفعت ہے کہ نہ رہائش کا بوجھ نہ لباس اور نان ونفقہ کا، نہ رواثت سے حصہ بانٹنے کا خطرہ اور نہ ہی اولاد کا بوجھ۔ بلکہ جب چاہا انکار کر دیا کہ یہ میری اولاد ہی نہیں وغیرہ وغیرہ۔ جیسے کہ مفصل طور پر یہ احکام دوسری جگہ بیان کئے گئے ہیں۔

لیکن متمتعہ عورتوں کیلئے سراسر نقصان ہے اور وہ منکوحہ عورتوں کے حقوق سے کلیۃً محروم

ہو جاتی ہیں اور صرف چند صاحب غرض اور اوباش لوگوں کی ہوس نفس کا نشانہ بن کر رہ جاتی ہیں لہذا جب ان کیلئے دنیوی لحاظ سے خسارہ ہی خسارہ ہے تو از روئے عقل ان کا متعہ حرام ٹھہرا لہذا دلائل عقل متعارض ہو گئے۔ اندریں صورت اس کے مباح اور جائز ہونے کو ضرورت عقل قرار دینا تو نور مغز ہونے کی دلیل ہے۔ اسلئے ابوالحسن شعرانی نے ایسی عورتوں کو رشیدہ اور صاحب عقل ماننے سے انکار کر دیا جو اس عارضی اور انقطاعی عقد پر راضی ہو جاتی ہیں۔

متعہ پر راضی لڑکیاں بے عقل ہیں

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شیعہ کتب میں دس سال کی لڑکی بغیر اذن ولی کے متعہ کر سکتی ہے۔ مگر ابوالحسن شعرانی نے اس کو زنا قرار دیا اور ان روایات کو موضوع اور من گھڑت۔ مگر جب یہ اشکال سامنے آیا کہ شیعی فقہاء و مجتہدین نے بھی دس سالہ لڑکی کو خود مختار قرار دیا ہے اور وہ روایات ان فتاوی کے عین مطابق ہیں تو ان کو موضوع کیونکر کہا جا سکتا ہے؟ تو اس کا جواب دیتے ہوئے شعرانی صاحب نے کہا:

آنہا کہ جائز داشتند شرط کردند دختر رشیدہ باشد یعنی مصالح و مفاسد خویش را تشخیص دہد و دختر ے کہ چنیں باشد ہرگز راضی بعقد انقطاعی نمے شود و سرمایہ آبروئے خویش را بباد نمے دہد و ہمیں عمل کاشف رشد نبودن اوست۔ (مقدمہ منہج ص ۳۲)

جن فقہاء مجتہدین نے دس سالہ لڑکی کے لئے بغیر والدین اور دیگر اولیاء کی اجازت کے عقد متعہ کو جائز رکھا ہے۔ انہوں نے اس شرط پر جائز رکھا ہے کہ وہ رشیدہ ہو یعنی اپنے نفع و نقصان کو سمجھ سکتی ہو اور موجبات نفع و نقصان میں تمیز کر سکتی ہو اور جس لڑکی میں یہ استعداد ہو گی اور اس قدر شعور ہو گا وہ ہرگز ہرگز عارضی اور انقطاعی عقد پر راضی نہیں ہو گی اور اپنی عزت و آبرو کے سرمایہ کو برباد نہیں کرے گی اور جو لڑکی ایسا عقد کرتی ہے تو اس کے بدتمیز اور بے شعور ہونے پر

یہی کافی ووافی دلیل ہے۔

قابل غور امر یہ ہے کہ جب باشعور اور صاحب عقل وفہم لڑکی ایسے عقد پر رضامند نہیں ہوسکتی اور جو رضامند ہو جائے اس کی عقل وفہم اور شعور وتمیز سے عاری اور خالی ہونے پر مزید دلیل کی ضرورت ہی نہیں تو پھر ان بڑی بی صاحبہ میں عقل وشعور اور فہم وتدبر نام کی کوئی شے ہوسکتی ہے؟ جن کی ساری زندگی ہی ہوس ناک لوگوں کی ہوس رانی میں گزر جائے اور وہ اولیاء اور سرپرست کیونکر صاحب فہم وادراک اور ارباب فکر ونظر سمجھے جاسکتے ہیں۔ جو اپنی بہنوں بچیوں کو اس طرح کے عقد کی اجازت دیں گے لہذا یہ کاروبار سراسر خلاف عقل ودرایت ہے۔

لمحہ فکریہ

اس سوال کا ابوالحسن شعرانی پر جواب دینا ابھی ادھار ہے کہ جب ایسے عقد پر رضامندی عقل وفہم سے عاری اور غیر رشید ہونے کی دلیل ہے تو فقہاء اور مجتہدین شیعہ نے کون سے رشیدہ بی بی کیلئے اس عقد متعہ کو جائز رکھا تھا؟ ظاہر ہے جو رشیدہ ہوگی وہ اس پر راضی نہیں ہوگی اور جو راضی ہے وہ رشیدہ نہیں تو بقول شعرانی صاحب کے نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔ کیا جو فعل دس گیارہ سالہ لڑکیوں کیلئے بے عقل اور بے شعور ہونے کی دلیل ہے۔ وہ عمر رسیدہ بزرگ عورتوں کیلئے عقل مندی اور دانائی کی دلیل ہوسکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔

نیز جن محدثین نے ایسی روایات نقل کیں بلکہ تیار کیں اور آئمہ کرام کی طرف منسوب کیں اور درجات ومراتب بیان کرتے ہوئے متعہ کرنے والے کو انبیاء کرام اور آئمہ عظام سے بھی بڑھا دیا۔ ان کے اندر عقل وتمیز اور نظر وفکر اور ادراک وشعور تسلیم کرنے کا کوئی جواز ہوسکتا ہے؟

سوم: عقل اس امر کو مستحسن اور جائز ومباح قرار دے گی جو دنیا کی طرح آخرت میں بھی مضر

اور موجب عذاب وعقاب نہ ہو لیکن آخرت کے معاملات کا فیصلہ تو عقل کر ہی نہیں سکتی کیونکہ اس اس کا کماحقہ ادراک ہی نہیں تو پھر متعہ کی اباحت والا حکم امر محال پر موقوف ہو گیا۔

یعنی اخروی مضرت اور نقصان عقل کو متعہ میں معلوم نہ ہو تو حلال ہے اور مضر سمجھے تو حرام اور اخروی مضرت اور نقصان اسے معلوم نہیں لہذا متعہ کی اباحت وحرمت بھی اس کو معلوم نہیں ہو سکتی تو اس کو از روئے عقل واجب الاباحت قرار دینا اور اس کے جواز کو واضح اور روشن بدیہی امر قرار دینا احمقوں کی جنت میں بسنے والوں کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ لہذا خود تراشیدہ دلیل ہی شیعہ کے خلاف ہے۔

چہارم: جن لوگوں نے محارم کے ساتھ نکاح جائز رکھا اور مردوں کے ساتھ لواطت کو جائز رکھا جیسے اسماعیلی، بشیری اور نصیری شیعہ۔ انہوں نے بھی اسی درایت کا سہارا لیا کہ یہ منفعت خالصہ ہے اور عند العقل اس میں کوئی مضر پہلو نہیں ہے لہذا یہ امور مباح وحلال ہے۔ تو اثنا عشریہ شیعہ اپنے ان بھائیوں کی اس درایت کو کیونکر نظر انداز کر سکتے ہیں۔ لہذا انہیں ان امور کو جائز رکھنا لازم اور واجب ٹھہرا اور اگر ان شیعہ کی درایت اثنا عشری شیعہ کے نزدیک غلط ہے کیونکہ محارم کے ساتھ نکاح کو اور مردوں کے ساتھ لواطت کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ لہذا یہ فعل آخرت میں موجب عذاب وعقاب ہے۔ تو ہمارے نزدیک عقد متعہ چونکہ ممنوع حرام ہے لہذا اس کا ارتکاب آخرت میں مضر اور نقصان دہ ہے۔ لہذا از روئے عقل ودرایت اس کو حلال ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ اور اثنا عشریہ شیعہ کی یہ درایت سراسر باطل ہے اور نا قابل التفات واعتبار بلکہ بقول ابوالحسن شعرانی بدتمیزی اور بے عقلی کی روشن اور عیاں اور آشکار دلیل ہے۔

پنجم: آئمہ کرام سے منقول ومروی ہے کہ متعہ مومنین عورت کے لئے موجب ذلت ہے لہذا ان کے ساتھ متعہ نہ کرو۔ کنواری بچیوں کے لئے موجب عار اور ننگ ہے اور ان کے خویش

واقارب کیلئے بھی لہذا مکروہ اور ناپسندیدہ فعل ہے۔جیسے کہ مفصل بیان ان کا گزر چکا تو اس میں بھی عقلی قباحت کا بیان ہے نہ کہ شرعی قباحت کا۔ورنہ فرماتے اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام فرمایا ہے۔جب دلیل نقلی ذکر نہیں کہ بلکہ اس کا از روئے عقل موجب ذلت ورسوائی اور باعث عار وعیب ہونا ذکر کیا ہے۔ان کی درایت درست ہے۔تو اس کی اباحت کو واجب اور لازم سمجھنا غلط اور عقلی دلیل بے بنیاد ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو آئمہ کرام کو تقاضائے عقل سمجھنے سے عاری اور قاصر سمجھنا لازم۔نعوذ باللہ۔لیکن آئمہ کا فرمان یقیناً عقل سلیم کا ترجمان ہے۔اور جو کچھ ان علماء نے ذکر کیا ہے وہ تقاضائے نفس اور مقتضائے قوائے حیوانی لہذا ایسی درایت کا اسلام اور شریعت مصطفوی ﷺ میں قطعاً کوئی اعتبار نہیں ہوسکتا۔

سوال: متعہ زنا سے بچنے کا ذریعہ ہے اور جو حرام سے بچنے کا ذریعہ ہو وہ واجب نہ ہو تو کم از کم اس کا استحباب تسلیم کرنا تو لازم ہے۔اس لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔

یرحم الله عمر ما كانت المتعة الا رحمة من الله رحم بها امة محمد ﷺ ولولا نهيه عنها ما احتاج الىٰ الزناء الاشقى۔

اللہ تعالیٰ حضرت عمر بن الخطاب پر رحم کرئے متعہ نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت جس کے ساتھ اس نے امت محمدیہ پر رحم فرمایا۔اگر عمر بن الخطاب کی طرف سے منع اور نہی نہ پائی جاتی تو زنا کی طرف محتاج نہ ہوتے مگر شقی اور بدبخت یا قلیل ترین مردم۔

(برہان ص ۹، تجلیات صداقت بحوالہ تفسیر کبیر ونہایہ بن کثیر ودر منثور)

والجواب الشافي بتوفيق الله لكافي:

اولاً: یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ متعہ کی ممنوعیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام مجید میں ثابت اور سرور عالم

ﷺ کی طرف سے بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف اور ابن ماجہ شریف میں ثابت جیسے کہ آیات مبارکہ اور احادیث مقدسہ اس ضمن میں صراحت ووضاحت کے ساتھ بیان کی جا چکی ہیں۔ لہذا یہ بات تو قطعاً قرین قیاس نہیں کہ صحاح ستہ کی مرفوع ومتصل روایات کو چھوڑ کر صرف ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذاتی قول اختیار کر لیا جائے اور وہ بھی ان کتابوں سے جن کی صحت کا التزام ہی نہیں کیا گیا۔ یا فن حدیث سے ہی تعلق نہ رکھتی ہوں۔

ثانیاً: اہل سنت کے نزدیک حضرت ابن عباس اپنی تمام تر علمی عظمت اور برتری کے باوجود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برابری اور ہمسری نہیں کر سکتے۔ علی الخصوص جبکہ وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مجمع میں اعلان فرما رہے ہوں کہ سرور عالم ﷺ نے اس سے منع فرما دیا تھا اور اگر کوئی شخص چار گواہ ایسے پیش کر دے جو اس امر کی شہادت دیں کہ آپ نے دوبارہ اس کی اجازت دے دی تھی تو میں بھی اس کی تحریم کا حکم واپس لے لوں گا۔ جیسے کہ ابن ماجہ شریف کے حوالے سے یہ روایت عرض کی جا چکی ہے۔ سید عالم ﷺ کی طرف سے تحریم متعہ پر اجماع کی حیثیت رکھتی ہے لہذا اس کے بعد حضرت ابن عباس کے ذاتی خیال کے ساتھ جواز متعہ پر ستدلال کسی طرح بھی روا نہیں ہو سکتا بلکہ اس قول کی مناسب توجیہہ ہو سکے تو بہتر ورنہ اس کو نظر انداز کریں گے۔ نہ کہ آیات مبارکہ، احادیث طیبہ اور اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان کو۔ اگر یہ دلیل اس قدر اہم تھی تو آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اسے کیوں نہ بیان فرمایا اور پوری امت پر مہربانی کیوں نہ فرما دی۔

ثالثاً: زنا سے بچانے والا وہی امر مستحب ہو سکتا ہے جو بذات خود ممنوع نہ ہو۔ اگر محارم کے ساتھ جواز نکاح میں کوئی شخص یہی دلیل پیش کر دے تو کوئی صاحب عقل اس کی صحت اور قبولیت کا تصور بھی نہیں کر سکتا ہے۔ اس لئے جب اس کے جواز اور اباحت میں ہی بحث وکلام ہے اور وہ

خود بھی از روئے قرآن وحدیث اور اجماع ممنوع ہے تو اس کا ارتکاب زنا کا ارتکاب ہے۔ وہ زنا سے مانع کیونکر ہوگا۔

رابعاً: بعض اوقات ایک ایسا امر اور معاملہ پیش آتا ہے جس میں مضر اور مفید دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ مفید اور کار آمد پہلو کے لحاظ سے اگر اس کا مشروع اور مباح ہونا رحمت ورافت ہے تو مضر اور نقصان دہ پہلو کے لحاظ سے اس کا حرام اور ممنوع ٹھہرایا جانا بھی سراسر رحمت وعنایت ہوگا مثلاً شراب اور جوا پہلے پہل اسلام میں ممنوع نہیں ٹھہرائے گئے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما.﴾

ان دونوں میں بہت بڑا گناہ بھی ہے اور لوگوں کے لئے منافع بھی اور ان کی گنہگاری ان کے منافع سے زیادہ ہے۔ مگر بایں ہمہ فوری طور پر ان کو حرام نہ کیا گیا بلکہ عرصہ بعد اس آیت کریمہ کو نازل فرما کر ان کی حرمت واضح کردی گئی۔

﴿انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون﴾

جز ایں نیست کہ شراب جوا، تھان اور فال گیری نجس امور ہیں اور شیطانی امور۔ لہذا ان سے بچو تاکہ تم فلاح پاجاؤ۔

اس ارشاد ربانی سے ہر مسلمان بخوبی اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے مثلاً شراب کو ابتداء میں حرام نہ فرمانا بھی ظلم نہیں تھا بلکہ ارحم الراحمین کی طرف سے رحمت کا اظہار تھا اور آخر میں اس کو حرام اور نجس قرار دینا اور شیطانی عمل قرار دینا بھی ظلم نہیں بلکہ سراسر رحمت ہے۔ علی ہذا القیاس۔ احکام شرعیہ تدریجاً اور آہستہ آہستہ لاگو کئے جاتے رہے تو پہلے پہل ان کو مقید نہ ٹھہرانا بھی عین رحمت تھا اور بعد ازاں ان کے ساتھ مقید اور مکلف ٹھہرانا بھی سراسر رحمت۔ ابتدائے اسلام میں

بیویوں کے متعلق چار کی تعیین نہیں تھی بعدازاں ان کی آخری حد چار مقرر کردی گئی لہذا دونوں پہلوؤں میں کوئی نہ کوئی مصلحت اور بہتری بھی موجود ہے اور کوئی نہ کوئی تضیق وتکلیف والا پہلو بھی ہے۔ تو اگر ابتدائی حالت کی مصلحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی کہے کہ اگر یہ تبدیلی نہ آتی تو فلاں منفعت اور مصلحت حاصل ہوتی تو اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ آخری حالت میں مصلحت اور منفعت ہی نہیں ہے یا اس کو پہلی پر فوقیت ورجحان حاصل نہیں ہے۔ مثلاً کوئی کہے کہ عورتوں کی چار تک تحدید نہ ہوتی تو زنا کا ارتکاب کم ہوتا۔ کیونکہ امراء روؤسا اس سے زیادہ رکھنے پر قادر ہوتے ہیں اور مزید کی رخصت نہ ہونے پر زنا کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ تو کسی حد تک بات درست ہوسکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت اور عواقب امور کا حتمی علم یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ یہ حد بندی بھی سراسر رحمت وعنایت ہے اور اس میں عورتوں کے حقوق کی زیادہ نگہداشت کی گئی ہے۔ اس طرح متعہ کو بھی اضطرار اور مجبوری کے تحت مباح کیا گیا تو بھی عین مصلحت اور بعد ازاں حرام ٹھہرایا گیا تو وہ بھی عین مصلحت اور اس میں بھی عورتوں کے حقوق کی پہلے کی نسبت زیادہ نگہداشت اور رعایت کی گئی ہے۔ لہذا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول متعہ کی حرمت کے منافی نہیں ہے۔

خامساً: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی متعہ کا ابتداء اسلام میں مباح ہونا اور بعد ازاں اس کا منسوخ ٹھہرایا جانا ثابت ہے۔ جیسے کہ قبل ازیں عرض کیا جاچکا ہے۔ تفسیر درمنثور میں ابن ابی حاتم کے حوالہ سے مذکور ہے۔

﴿کان متعة النساء فی اول الاسلام (الی) وکان یقرء فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی نسختها محصنین غیر مسافحین وکان الاحصان بید الرجل یمسک متی شاء ویطلق متی شاء.﴾

یعنی متعہ آغاز اسلام میں جائز تھا (تا) اور قول باری تعالیٰ ﴿فما استمتعتم به منهن﴾ کے بعد ﴿الی اجل مسمی﴾ پڑھا جاتا ہے۔ جس کو قول باری ﴿محصنين غير مسافحين﴾ منسوخ ٹھہرادیا اور عورت کے احصان اور عزت و آبرو کے تحفظ کا معاملہ مرد کے ہاتھ میں دے دیا گیا وہ جب تک چاہے اسے اپنے عقد نکاح میں رکھے اور جب چاہے طلاق دے دے۔

تفسیر درمنثور میں بیہقی اور طبرانی کے حوالے سے حضرت ابن عباس کا یہ ارشاد منقول ہے۔

﴿كانت المتعة فی اول الاسلام وكانو يقرء ون هذه الاية فما استمتعتم به منهن الی اجل مسمی (الی) حتی نزلت هذه الاية حرمت عليكم امهاتكم الاية فنسخ الاولىٰ فحرمت المتعة وتصديقها من القرآن الاعلىٰ ازواجهم اوماملكت وماسوی هذا الفرج فهم حرام.﴾

متعہ ابتداء اسلام میں مباح تھا اور اہل اسلام اس آیت کی تلاوت اس طرح کیا کرتے تھے یعنی ﴿الی اجل مسمی﴾ کے اضافے سے تھے جس کا مطلب یہ ہوتا کہ جن عورتوں کے ساتھ تم ایک مدت مقرر تک نفع اندوز ہوتے رہے تو انہیں ان کی اجرت ادا کرو۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ ،الخ﴾ تو اس نے پہلی آیت اور قرآت کو منسوخ ٹھہرایا اور متعہ حرام ہوگیا۔ اور اس کی حرمت کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔ ﴿اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ.....﴾ یعنی فلاح پانے والے صرف وہی مومن ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی محافظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں پر یا مملوکہ لونڈیاں پر اور اس کے علاوہ تمام فرج حرام ہیں۔

ان دونوں روایتوں سے واضح ہوگیا کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک بھی متعہ کو حرام کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اس نے ﴿الیٰ اجل مسمی﴾ کی تلاوت اور اس کے حکم

کو منسوخ ٹھہرایا ہے اور اس نے اس نسخ اور رفع اباحت میں مصلحت اور رحمت دیکھی۔ لہذا حضرت ابن عباس کی ان روایات کو نظر انداز کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی اور اس روایت کے ساتھ ان کی منافات بھی نہیں کیونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نسبت باہتمام تام نفاذ اور عمل درآمد کرانے کے لحاظ سے ہے۔ اور اس کی ممنوعیت کا اعلان کر کے عذر اور تعلل ختم کرنے کے لحاظ سے ورنہ ایک جائز اور مباح کو حرام ٹھہرانے والے اور شریعت میں تغیر و تبدل کرنے والے شخص کے لئے دعاء رحمت کا کیا مطلب؟ حالانکہ آپ نے ذکر ہی دعا رحمت کے ساتھ کیا ہے۔

سادساً: زنا سے مانع ہونے کے لحاظ سے متعہ کا وجوب یا استحباب اس وقت ثابت ہوتا جب اس کے علاوہ دوسری صورت موجود نہ ہوتی جب نکاح دوام یا لونڈیوں کے ساتھ نکاح جیسی صورتیں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادی ہیں تو پھر اس کا استحباب وغیرہ کیسے ثابت ہو گیا؟

سابعاً: اگر متعہ صرف اس لئے مستحب ہونا لازم ہے کہ اس میں بوجھ زیادہ برداشت نہیں کرنا پڑتا تو پھر حرائر کے ساتھ نکاح دوام کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں اس کا حکم دیا جانا چاہیے تھا۔ حالانکہ اس ارحم الراحمین نے دوسروں کی لونڈیوں سے نکاح کرنے کی رخصت دی مگر متعہ کی رخصت نہ دی اور یہ رخصت بھی خوف زنا کے تحت دی اس لئے فرمایا:

﴿ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ الْعَنَتَ مِنْکُمْ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾

اور لونڈیوں کے ساتھ نکاح کی رخصت تم میں سے اس شخص کے لئے ہے جو زحمت تجرد سے خوفزدہ ہو (اور زنا کے ارتکاب سے اندیشہ ناک ہو) اور صبر کرنا تمہارا بہت بہتر ہے (لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے) اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحمت والا ہے اس ارشاد تعالیٰ سے صاف ظاہر کہ رحمت کا اظہار اس نے صرف اس صورت میں فرمایا کہ حرہ سے نکاح کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں

لونڈی کے ساتھ نکاح کی اجازت دے دی۔اگر متعہ رحمت ہوتا تو اس کا ذکر از حد ضروری تھا کیونکہ لونڈیوں میں نہ تو تہذیب وشائستگی اور تربیت ہوتی ہے۔اور نہ ہی اولاد آزاد اور مالک حریت ہوتی ہے بلکہ لونڈی کے مولی کی غلام بن جاتی ہے اور قیمت ادا کر کے باپ کو آزاد کرانا پڑتی ہے۔اور سرور عالم ﷺ نے فرمایا: کہ جس میں نکاح کرنے کی ہمت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے کیونکہ اس سے شہوانی طاقتوں کا قلع قمع ہو جائے گا۔لہذا ارحم الرحمین اور رحمتہ للعالمین ذاتوں نے جو صورت بیان فرمائی رحمت وہی ہے۔اور سراسر مصلحت بھی وہی ہے نہ کہ ہم اپنی درایت اور دلالت عقل سے رحمتوں کے نئے باب کھولنے لگ جائیں۔

متعہ خالص زنا ہے

جب کلام مجید کی آیات بینات سید الانبیا ﷺ اجماع صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت اتفاق سے متعہ کی منسوخیت اور اس کی حرمت ثابت ہوگئی تو اب بلا ریب وتردد ہم کہتے ہیں کہ متعہ بالکل زنا ہے۔اور اس کا مرتکب زنا کار اور فاسق وفاجر ہے اور یہی حکم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے جیسے کہ بیہقی نے نقل کیا ہے کہ آپ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ھی الزنا بعینہ. (فتح الباری ج۹ص۱۵۰)

لیکن شیعی علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب اس بات پر بہت رنجیدہ وکبیدہ بلکہ سراپا غیظ وغضب اور مجسم اشتعال بے نظر آتے ہیں کہ متعہ کو زنا اور قبیح ترین فعل کیوں قرار دیا گیا۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول خدا ﷺ نے زنا کو حلال کر دیا؟ حالانکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ متعہ ابتداء اسلام میں مباح وحلال تھا۔(تجلیات صداقت ص۳۰۰)

اقول وعلی توفیقه اعول:

ہماری گزارشات کے مطابق کتاب وسنت، اجماع امت اور علی الخصوص ائمہ اہل بیت کرام کے ارشادات سے اس فعل کی اباحت اور رخصت منسوخ ہو چکی اور اس کی حرمت ثابت ہو چکی تو اس کے بعد وہ یقیناً زنا ہے اور اس کا مرتکب فاسق و فاجر اور جب تک اس کی حرمت بیان نہیں ہوئی تھی تو اس کا مرتکب زنا کار نہیں تھا۔ علامہ موصوف کی منطق الٹی ہے کہ جو فعل حرام ہونے کے بعد زنا کہلاتا ہو اس کو تحریم سے پہلے بھی زنا کہنا چاہیے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ پر اور رسول اللہ ﷺ پر زنا کے حلال ٹھہرانے کی وجہ سے فتویٰ لگانا چاہیے۔ اب اس علامہ کو کون سمجھائے کہ عورت کے ساتھ جنسی تعلقات کی حدود شرعیہ سے تجاوز زنا کہا جاتا ہے۔ اور قوانین واحکام شرعیہ کی مخالفت زنا ہوگی نہ کہ مخالفت وتجاوز سے قبل ہی کوئی فعل زنا بن جائے گا۔

مثلاً ہماری شریعت میں دو بہنوں کو ایک شخص اپنے عقد کی نکاح میں نہیں رکھ سکتا لیکن پہلی شریعتوں میں یہ صورت عقد کی مباح اور جائز تھی حضرت یعقوب علیہ السلام کے عقد میں دو سگی بہنیں تھیں حضرت لیا جو یہودہ کی والدہ تھیں اور حضرت راحیل جو سیدنا یوسف علیہ السلام کی والدہ تھیں ۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ اور موجودہ احکام میں تفاوت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ ﴿وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَاقَدْ سَلَفَ.﴾

اور تم پر دو بہنوں کو عقد نکاح میں جمع کرنا حرام کر دیا گیا ہے مگر وہ جو گزر چکا تو اس فرمان خداوندی کے بعد ایک بہن کے ہوتے ہوئے دوسری بہن سے شادی کرنے والے اور جنسی تعلق قائم کرنے والے کو زنا کا مرتکب نہیں کہیں گے اور کیا علامہ موصوف یہاں بھی ہم پر یہی اعتراض کریں گے کہ ان کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کو حلال کر دیا تھا؟

نیز حضرت آدم علیہ السلام کے دور میں چونکہ سوائے آپ کی اولاد کے نسل انسانی کا وجود ہی نہیں تھا تا کہ ان کے ساتھ رشتہ داریاں قائم کر کے نسل انسانی کو بڑھایا جا سکتا اور اس نوع کی بقاء کا سامان کیا جا سکتا لہذا اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم وحوا علیہما السلام میں باہمی ازدواجی تعلقات

قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ اور اس طرح ہوتا تھا کہ ایک بطن کے لڑکے لڑکی کا دوسرے بطن کی لڑکے لڑکی کے ساتھ باہم نکاح کردیا جاتا جیسے شیعہ کے عظیم مفسر علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں اور انہی کے مورخ نے روضۃ الشہداء میں اس کی تصریح کی ہے بلکہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس طرح منقول ہے ملاحظہ ہو۔

(انوار نعمانیہ ج ۱ ص ۲۶۴ مولفہ سید نعمت اللہ الجزائری)

لیکن یہ حوالہ جات نقل کرنے کے بعد جزائری نے ڈھکو صاحب کی طرح اس پر اعتراض کردیا کہ وہ دونوں بطن والے بہن بھائی تھے لہذا ان کا باہمی نکاح کیونکر درست ہوسکتا ہے۔ اور یہ تو سراسر مجوسیت ہے اور ان کا جنسی تعلق قائم رکھنا زنا کا ارتکاب کرنا ہے وغیرہ وغیرہ۔ جس کا جواب دیتے ہوئے قاضی محمد طبائی نے اپنے استاد کاشف الغطاء کے حوالہ سے کہا:

﴿ان الزنا ليس الا مخالفة القوانين الشرعية والنواميس المقررة من المشرع الحكيم وحيث ان فى بدء الخليقة لايمكن التناسل الابهذاالوضع اجازه الشرع فى وقته بوجود المقتضى وعدم المانع﴾ (حاشیہ انوار نعمانیہ ص ۲۶۴)

یعنی زنا قوانین شرعیہ کی مخالفت کا نام ہے اور منبع حکمت سے صادر ہونے والے الہامی دائمی احکام کی خلاف ورزی کا اور ابتداء تخلیق میں توالد و تناسل کا سوائے اس وضع و طریقہ کا امکان ہی نہیں تھا لہذا شریعت نے اس وقت میں اس عقد کے جواز و اباحت کا مقتضی اور موجب موجود ہونے کی وجہ سے اور مانع و موجب تحریم موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کا جائز رکھا اور جب یہ ضرورت پوری ہوگئی تو حفظ نسل اور احکام وراثت وغیرہ کی خاطر اس کو حرام فرمادیا لہذا اس کو زنا یا مجوسیت سے تعبیر کرنا سراسر غلط ہے۔

الغرض اب بہن بھائی کے عقد اور جنسی تعلق کے زنا ہونے میں کسی کو بحث اور کلام نہیں ہوسکتا۔ اور ابتداء و آغاز میں خود ائمہ کرام سے اس کا وقوع اور تحقیق منقول ہے اور شیعی مفسرو

مورخ اور فقہا بھی اس کے قائل ہیں۔

لہذا علامہ ڈھکو صاحب کا متعہ کی اباحت ورخصت کے حرمت سے بدلنے اور زنا بن جانے پر حیرت وتعجب کا اظہار بذات خود محل تعجب ہے اور سراسر گھبراہٹ اور سرگردانی کا مظاہرہ ہے۔ ورنہ تحقیق وتدقیق کی دنیا میں ایسے توہمات قائل کے علم وتحقیق کے نہیں بلکہ عقل وفہم کے لحاظ سے مفلس وقلاش ہونے کی بین برہان ہوا کرتے ہیں۔

اس فتویٰ کی زد میں کون لوگ آتے ہیں؟

علامہ موصوف فرماتے ہیں۔ یہ فتویٰ دیکھنے سے قبل یہ دیکھنا تھا کہ اس کی زد میں کون کون بزرگ آتے ہیں۔ جوش کے ساتھ ہوش کی بھی ضرورت ہے ورنہ لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں۔ (تجلیات ص ۳۰۰)

الجواب الصواب بتوفیق معطی السداد:

تحریم سے قبل یا اس کے علم سے قبل جو بزرگ سے بزرگ تر ہستی بھی اس فعل کا ارتکاب کرے اس پر کوئی فتویٰ لگ ہی نہیں سکتا جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام یا حضرت آدم علیہ السلام جنہوں نے خود اولاد کا باہمی ازدواجی تعلق قائم فرمایا۔ کیونکہ اس وقت یہ تعلق ممنوع وحرام نہیں تھا۔ لہذا ان پر فتویٰ لاگو نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ان حضرات صحابہ پر بھی جو تحریم سے قبل عقد متعہ کے مرتکب ہوئے اور بعد ازاں اگر کسی کو تحریم کا علم نہیں ہو سکا تو وہ معذور سمجھا جائے گا۔ بوجہ لاعلمی کے نہ کہ اس کا وہ فعل مباح اور جائز ہو گا۔

علامہ موصوف نے یہاں بھی اپنی وصیت ونصیحت کے برعکس صرف جوش کا مظاہرہ کیا۔ ہوش کا مظاہرہ نہیں کیا معذور سمجھا جانا اور مواخذہ نہ کیا جانا علیحدہ امر ہے اور اس فعل کا مباح اور جائز ہونا علیحدہ امر ہے۔ ایک شخص عمداً جھوٹ بولتا ہے تو وہ لعنت کا مستحق ہے۔ ﴿لَعْنَةُ اللّٰهِ

عَلَی الْکَاذِبِیْنَ ﴾ لیکن غلط فہمی کی بنا پر نادانستہ ایسی بات سرزد ہو جائے جو خلاف واقعہ ہو مگر اس کا گمان یہی ہے کہ جو میں نے کہا ہے واقعہ وحقیقت بھی اسی طرح ہے تو وہ لعنت کا مستحق نہیں ہوگا۔ اور معذور سمجھا جائے گا۔ لہذا علامہ موصوف نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ صرف شاعرانہ انداز بیان اور صرف الفاظ کا کھیل ہونے کے علاوہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور تحقیق وتدقیق کی دنیا میں پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔

الغرض کتاب وسنت اور ائمہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال اور عقلی ونقلی دلائل سے یہ امر واضح اور عیاں ہو گیا کہ متعہ معروفہ حرام ہے اور اس کا مرتکب زنا کار ہے اور اس کی حلت واباحت پر کوئی آیت اور حدیث دلالت نہیں کرتی اور اس ضمن میں شیعہ حضرات کے دلائل کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

حصہ دوم

كلمة التقديم

﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾

﴿اَمَّا بَعْدُ﴾

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں ہے کہ دین اسلام نے اللہ تعالیٰ کی امداد اعانت اور اس کے ازلی وعدہ ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ کے تحت تمام ادیان عالم پر غلبہ اور برتری حاصل کر لی اور صرف دلائل و براہین سے اس کا مقابلہ ناممکن نہ بنایا بلکہ غازیان اسلام کی روز افزوں فتوحات سے اس کو اطراف واکناف کے ممالک میں تمکین اور غلبہ ظاہری بھی عطا فرمایا حتیٰ کہ ایران، عراق، شام، فلسطین اور مصر وغیرہ سے مجوس، یہود اور عیسائی سلطنتوں کی بیخ کنی کر کے اپنے وعدہ ازلی ﴿وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ﴾ کے مطابق وہاں پر دین اسلام کی حکومت قائم فرمائی اور یوں دین اسلام نظریاتی سطح پر بھی غلبہ اور تفوق سے بہرہ ور ہوا اور نظام کی حیثیت سے بھی نمایاں مقام حاصل کرنے والا مذہب قرار پایا لیکن دشمنان اسلام نے میدان کارزار میں گو غازیان اسلام کے مقابلہ و مقاتلہ کی ہمت اپنے اندر نہ پائی مگر اس کو دل و جان سے تسلیم بھی نہیں کیا تھا اور بالکل ہی سپر انداز اور تن بتقدیر بھی نہیں ہو گئے تھے بلکہ انہوں نے محاذ بدل کر لڑنے کا فیصلہ کیا جس کے لئے تجویز یہ طے پائی کہ اسلام میں داخل ہو کر اہل اسلام کا بظاہر ہمنوا بن کر ان میں ملک و سلطنت اور حکمرانی اور جہانبانی کے استحقاق کے لحاظ سے جھگڑا پیدا کر دو تا کہ باہم جنگ و جدال تک نوبت آ جائے اور ہم ان کی ضرب ہائے شمشیر سے صرف محفوظ ہی نہ ہو جائیں بلکہ ان کے باہمی جنگ و جدال اور قتل و قتال کو دیکھیں اور بغلیں بجائیں اور خود ان کی تلواریں ان سے ہمارے بدلے لیں چنانچہ عبداللہ بن سبا یہودی نے ۳۵ھ

میں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف یہی سازش کی اور بنو امیہ اور بنو ہاشم کا ٹکراؤ پیدا کر کے اور ہزاروں مسلمانوں کو اپنی تلواروں سے تہ تیغ ہوتے دیکھ کر اور سلسلہ فتوحات کی یکسر بندش دیکھ کر گھی کے چراغ جلائے ملاحظہ ہو (ناسخ التواریخ جلد ثانی صفحہ ۵۲۴) لیکن صرف اس اقدام سے ان کا مقصد پورا نہیں ہوسکتا تھا اور نہ ہی ہوا بلکہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی اس غیبی خبر کو سچا کر دیا ﴿ان ابنی هذا سید لعل الله ان یصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین﴾ کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عالی ہمت امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بدولت اہل اسلام کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا۔

چنانچہ آپ نے اپنی خلافت و امارت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ کر کے باہمی انتشار و اختلاف کا سدباب کر دیا اس لئے انہوں نے اس سازش کے ساتھ ساتھ نظریاتی اور عملی محاذ پر بھی دین اسلام کے خلاف سازش کا ناکام منصوبہ بنایا اور اہل اسلام کو غلط نظریات اور فاسد عقائد اور گمراہ کن اعمال و افعال کے ذریعے بے دین بنانے کی کوشش کی تاکہ اگر مسلمان کہلائیں تو بھی حقیقت میں مسلمان نہ ہوں بلکہ مجوسی، یہودی اور نصرانی یا مادر پدر آزاد ہوں چنانچہ اسی مقصد کو بروئے کار لاتے ہوئے یہود و مجوس وغیرہ نے اہل اسلام میں حلول و اتحاد تجسیم تشبیہ والوہیت علی والوہیت اولاد علی، نبوت علی و آل علی، خلافت بلافصل اور وصیت وغیرہ کے عقائد داخل کئے معرفت امام کو نماز و روزہ کی جگہ کافی قرار دے کر اعمال کی اہمیت کو ختم کر دیا بلکہ ان کو عیاش، شہوت پرست اور آوارہ بنانے کے لئے ہزار ہزار عورتوں کے ساتھ متعہ کو جائز قرار دیا اور گواہوں کے تکلف کو بھی ختم کیا اور ساتھ ہی نان نفقہ اور سکونت مہیا کرنے کے بار گراں کو بھی معاف کر دیا اور اجرت بھی اتنی معمولی رکھی کہ ہر کس و ناکس ہزاروں عورتوں کو وہ اجرت مہیا کر سکے یعنی جو یا گندم کی مٹھی، مسواک یا پانی کا گلاس پھر اس پر بھی بس نہ کی بلکہ قوم لوط کے عمل کو تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ مباح قرار دے دیا یعنی اپنی عورتوں کے ساتھ لواطت کو مباح قرار

دے دیا اور مجوس کے نظریہ تحلیل محارم کو بھی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اسلام کا حصہ بنا دیا مجوس کا عقیدہ یہ ہے کہ ماں، بہن اور دیگر محارم انسان کے لئے حلال ہیں مگر انہوں نے تھوڑے سے ریشم کے ٹکڑے کو آلہ تناسل پر لپیٹ کر ماں، بہن اور خالہ پھوپھی سے مباشرت کو جائز کر دیا اسی طرح سپیئر پارٹس کے طور پر عورتوں کو استعمال کرنے کا طریقہ جاری کر دیا مثلاً ایک شخص کی لونڈی ہے اور دوسرے کو ضرورت پیش آ گئی تو وہ چند دن کے لئے متاع مستعار کے طور پر استعمال کر کے واپس کر دے بلکہ آقاؤں اور غلاموں میں کاروباری شراکت کے طور پر اس جنسی تعلق کو مباح کر دیا لونڈی مالک کی ہے نکاح غلام کا ہو گیا ہے مگر جب مالک کی مرضی بن جائے وہ بھی اس کو استعمال کر سکتا ہے وعلی ہذا القیاس اور یہ حقیقت کسی سے بھی مخفی نہیں کہ ہر شخص طبعاً شہوانی امور کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے اور بالخصوص عورتوں کے معاملہ میں آزادی تو اس کو بہت مرغوب ہوتی ہے اسی لئے انگریز جن جن علاقوں پر غالب آتے رہے اور متصرف و حاکم بنے تو انہوں نے عورتوں کی آزادی کا علم بلند کیا اور مخلوط تعلیم کا سلسلہ جاری کر کے جنسی بے راہ روی کو عام کر دیا جس کا تدارک اب ناممکن ہو گیا ہے وہ خود تباہ حال تھے ہی انہوں نے اہل اسلام کو بھی اس تباہی و بربادی سے دوچار کر دیا۔

الغرض ان کا یہ عمل اور طرز و طریق بھی اس سازش کا حصہ ہے جس سے نئی نسلوں کو عملاً عیسائی، یہودی اور مجوسی بنا دیا گیا اور صرف اسلامی نام ہی مسلمان ہونے کی علامت رہ گئے ورنہ نہ نظریات اسلامی اور نہ ہی عمل و کردار اسلامی رہ گیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ان نظریات، فاسد عقائد اور گمراہ کن اعمال کی ترویج و اشاعت کسی ایسے ہی نام سے کرنی تھی جس کا اسلام میں تقدس حاصل ہوتا اور عظمت و رفعت تو اس کے لئے اکابر اہل بیت کے نام استعمال کیے اور بالخصوص امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ حالانکہ ان کا اور تمام اہل بیت کرام کا مذہب وہی تھا جو اہل السنت الجماعت کا مذہب ہے اور وہی مقدس ہستیاں ان کی ان

عقائد اور اعمال میں امام اور قائد تھیں اور ہیں لیکن انہوں نے مکاری اور عیاری سے ان کو ڈرپوک بزدل اور خوف وخشیت کا شکار قرار دے کر ان کے دو مذہب بنا ڈالے ایک ظاہری اور علانیہ جو جمہور اہل اسلام کے مطابق تھا جو محض جان بچانے کے لئے ظاہر کرتے تھے اور تقیہ پر مبنی تھا اور دوسرا حقیقی اور باطنی جو چند خواص کے سامنے ظاہر کرتے تھے اور لطف یہ کہ ائمہ کا بالعموم مسکن مدینہ منورہ رہا لیکن خفیہ ذرائع سے ان کا مذہب عراق میں پھلتا پھولتا رہا کیونکہ وہ خاص اور محرم اسرار اس علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔ اس زمانہ کے ذرائع رسل ورسائل محدود تھے اور یہ مذہب ونظریہ بھی اندر ہی اندر تقیہ اور راز داری کے انداز میں چلایا جاتا تھا۔ لہٰذا ائمہ کرام تک اطلاع پہنچتے پہنچتے بہت وقت لگ جاتا تھا اور اس دوران وہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کر چکے ہوتے تھے اور جب ائمہ کرام ان کے حق میں فرماتے کہ یہ یہود اور مجوس کی مانند ہیں اور تثلیث کے قائلین سے بھی بدترین ہیں اور یہ جھوٹے، مکار اور مفتری بہتان پرداز ہیں تو یہ لوگ اس کی تاویل یہ کرتے کہ دراصل امام کو ہم سے بڑا پیار اور لگاؤ ہے مگر ہم پر جمہور اہل اسلام کی طرف سے قتل اور غیظ وغضب سے ڈرتے ہیں اس لئے اس طرح کے کلمات فرماتے ہیں گویا گالیاں نہیں بلکہ ہمارے لئے تیغ بند تعویذ اور ہماری حرز وحفاظت کی ضمانت ہیں۔ (رجال کشی وحاشیہ)

الغرض اس طرح ان دشمنان دین اسلام نے ائمہ کرام پر بہتان اور افتراء سے کام لے کر خفیہ اور راز دارانہ انداز میں اس بے دینی کو امت میں رائج کر دیا اور شہوت کے پتلوں نے اس کو دل وجان سے قبول کر لیا اور اس کو واقعی اہل بیت کرام کا مذہب ودین اور عقیدہ ونظریہ تسلیم کر لیا حاشا وکلا وہ مقدس ہستیاں ان مکروہ اور سراپا ضلالت اعمال واطوار سے ان کو جائز قرار دینے سے بالکل مبرا اور منزہ ہیں اور یہ صرف ان دشمنان دین اسلام کی سازشی کارروائی تھی جس کے ذریعے انہوں نے اسلام پر خاکم بدہن کاری ضرب لگانے کی مذموم کوشش کی۔

قارئین کرام! پہلے پہل ان بداعمالیوں اور شہوت رانی کے ان شیطانی طریقوں کا مذہب شیعہ

کے آئینہ میں مشاہدہ فرمائیں اور اس کے بعد اسلامی مقدس اور منزہ نظریہ ملاحظہ ہو اور خود ہی محاکمہ فرمائیں کہ آیا روح اسلام کے مطابق اور نبوی تعلیمات اور ائمہ کرام کی روش و کردار کے مطابق یہ اعمال و افعال ہیں جن کو شیعہ صاحبان نے جاری کیا ہے یا وہ جس کے اہل سنت و جماعت قائل اور معتقد ہیں۔

﴿ان ارید الا الا صلاح وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب،ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین﴾

باب اول

متعہ کے بیان میں

متعہ کافر عورتوں سے جائز ہے مگران کے ساتھ نکاح جائز نہیں

۱۔﴿عن ابی عبداللہ علیہ السلام لا باس ان یتمتع الرجل بالیھودیۃ والنصرانیۃ وعندہ حرۃ﴾ (استبصار ص ۷۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حرہ اور آزاد عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے یہودی اور نصرانی عورت کے ساتھ متعہ کرنے میں حرج نہیں ہے۔

۲۔﴿عن ابی عبداللہ علیہ السلام لاباس للرجل ان یتمتع بالمجوسیۃ﴾

(استبصار ص ۷۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ مرد کے لئے مجوسی عورت کے ساتھ متعہ کرنے میں حرج نہیں ہے۔

۳۔﴿عن محمد بن سنان عن الرضاء علیہ السلام قال سالتہ عن نکاح الیھودیۃ والنصرانیۃ فقال لاباس بہ فقلت المجوسیۃ قال لا باس بہ یعنی متعۃ﴾ (استبصار ص ۷۸)

محمد بن سنان سے مروی ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے یہودی اور نصرانی عورت کے ساتھ نکاح متعہ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے تو میں نے عرض کیا مجوسی عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے تو آپ نے فرمایا اس میں حرج نہیں یعنی متعہ کے طور پر (نہ کہ دائمی نکاح کے طور پر) ملاحظہ ہو (الاستبصار ج ۲ ص ۷۸)

۴۔ برہان المتعہ میں شیعہ فاضل ابوالقاسم ابن الحسین لکھتا ہے:۔

نزد اصحاب ما عقد دائم با زناں اہل کتاب ابتدائی صحیح نیست بخلاف متعہ کہ با زنان یہود ونصاری جائز است اما با زنان مجوس ترک احوط است (برہان المتعہ ص ۵۴)

ہمارے علمائے اعلام کے نزدیک دائمی نکاح تو اہل کتاب یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ جائز نہیں ہے البتہ متعہ کا حکم اس سے مختلف ہے وہ ان عورتوں کے ساتھ جائز ہے مگر مجوسی عورتوں کے ساتھ محتاط امر یہ ہے کہ متعہ نہ کیا جائے (مگر حرام اور نا جائز نہیں ہے)۔

۵۔ استبصار میں ابوجعفر طوسی نے مستقل باب قائم کیا ہے۔ ﴿تحریم نکاح الکوافر من سائر اصناف الکفار﴾ یعنی ہر قسم کے کافروں کی کافرہ عورتوں کے ساتھ نکاح حرام ہونے کا بیان اور جن روایات میں یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ نکاح کا جواز ثابت ہوتا ہے ان کی توجیہ کرتے ہوئے کہا۔

﴿الاخبار التی تضمنت جواز نکاح الیهودیات و النصرانیات فانها تحتمل وجوها من التاویل منها ان یکون خرجت مخرج التقیة لان جمیع من خالفنا ینهبون الی جواز ذلک فیجوز ان یکون هذه الا خبار وردت موافقة لهم کما وردت نظائرها لمثل ذلک (الی) ومنها ان یتناول ذلک اباحة العقد علیهن عقد المتعة دون نکاح الدوام علی ما بیناه فیما مضی﴾

وہ روایات جو یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان میں مختلف وجوہ تاویل کا احتمال ہے۔ پہلی توجیہ یہ ہے کہ ایسی روایات تقیہ پر محمول ہیں کیونکہ جتنے فرقے شیعہ کے علاوہ ہیں وہ سب اس نکاح کو جائز رکھتے ہیں لہذا ائمہ اہل بیت کی روایات بھی ازروئے تقیہ عام اہل اسلام کے ساتھ ظاہری موافقت (اور در پردہ مخالفت) پر مبنی ہیں اور آخری توجیہ یہ ہے کہ ان میں نکاح سے مراد عقد متعہ ہے نہ کہ دائمی نکاح اور عقد متعہ ان عورتوں

کے ساتھ جائز ہے جیسے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ جواز نکاح منسوخ

ا۔امام ابوالحسن رضا نے ابو محمد حسن بن الجہم سے دریافت فرمایا کہ جو شخص مسلمان بیوی کے ہوتے ہوئے نصرانی عورت کے ساتھ شادی کرے اس کے متعلق تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا میں آپ پر فدا ہوں تمہارے سامنے میرا کچھ کہنا جسارت ہے آپ نے فرمایا نہیں ضرور جواب دو تا کہ اس طرح تمہیں میری رائے معلوم ہو سکے چنانچہ میں نے کہا نصرانی عورت کے ساتھ نکاح قطعاً درست نہیں ہے خواہ مسلمان بیوی موجود ہو یا غیر مسلمہ انہوں نے دریافت کیا وہ کیوں؟ تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے و لا تنکحوا المشرکات حتی یومن مشرک عورتوں کے ساتھ اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں انہوں نے فرمایا تو اس آیت کے متعلق کیا کہتا ہے:۔

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ اہل ایمان میں سے محصنات اور تم سے پہلے اہل کتاب کی محصنہ عورتوں کے ساتھ نکاح حلال ہے میں نے کہا یہ حکم پہلے کا ہے اور قول باری تعالیٰ ﴿وَلَاتَنْكِحُوْا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ نے اس کو منسوخ کر دیا ہے تو آپ مسکرائے (اور کوئی ردوقدح نہ فرمایا)۔

۲۔زرارہ ابن اعین سے روایت ہے کہ میں نے امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق دریافت کیا ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ تو آپ نے فرمایا ﴿منسوخة بقوله ولا تمسکوا بعصم الکوافر﴾ یعنی یہ آیت دوسری آیت سے منسوخ ہے کہ کافر عورتوں کو عقد نکاح میں نہ روکو۔ (استبصار ج۲)۔

۳۔اور منہج الصادقین میں ہے متاخرون اصحاب ما حکم کردہ اند بکل کتابیات در متعہ نہ در غیر آں

(جلد اص ۵۰۷)

فائدہ: ان روایات نے نکاح اور متعہ کا فرق اچھی طرح واضح ہو گیا کہ یہودی، نصرانی اور مجوسی عورتوں سے نکاح ناجائز مگر متعہ جائز۔ کیا متعہ نکاح نہیں ہے یا کفر و شرک وقتی طور پر قابل قبول ہے اور دائمی طور پر قابل قبول نہیں؟ بلکہ قرآن مجید میں جب مطلقاً مشرک عورتوں سے نکاح ممنوع ہے تو پھر وقتی اور دائمی دونوں ممنوع ہوں گے اور جب متعہ جائز رہا گیا تو اس کو نکاح کہنا ازروئے قرآن غلط ہو گیا۔

متعہ ہزار عورتوں سے بھی جائز ہے

۱۔بکر بن محمد ازدی سے مروی ہے کہ میں نے امام ابوالحسن الرضا سے دریافت کیا **ھی من الاربع قال لا** کیا متعہ صرف چار عورتوں سے جائز ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں (اس میں پابندی جائز نہیں ہے)۔

۲۔زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا **ما یحل من المتعۃ؟ قال کم شئت** متعہ کتنی عورتوں سے جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا جتنی عورتوں سے چاہے۔

۳۔ابوبصیر سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا **ھی من الاربعۃ؟ قال لا ولا من السبعین** کیا متعہ صرف چار عورتوں کے ساتھ جائز ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں چار تو کیا اس میں ستر کی پابندی بھی نہیں۔

۴۔عبیداللہ بن زرارہ اپنے باپ کے واسطہ سے حضرت ابوعبداللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ آپ سے متعہ کے متعلق استفسار کیا گیا کہ صرف چار عورتوں سے ہو سکتا

ہے تو آپ نے فرمایا تزوج منھن الفا تو ہزار عورتوں کے ساتھ متعہ کر لے تفسیر منہج الصادقین جلد دوم ص ۴۹۶ پر مرقوم ہے درنکاح متعہ عدد زوجات نیست اور برہان المتعہ ص ۶۴ متعات زیادہ چہار عدد و بلا حصر جائز است۔ الغرض یہ شیعہ صاحبان کا حتمی اور یقینی نظریہ ہے جس میں کوئی اختلافی قول ذکر نہیں کیا گیا استبصار میں مستقل عنوان قائم کر کے کہا ﴿باب یجوز الجمع بین لاکثر من الاربع ﴾ ملاحظہ ہو (ج ۲ ص ۹۷)اور (فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۱) پر لکھا ہے

﴿باب انهن من الاماء ليست من الاربع ﴾

د۔ محمد بن مسلم امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ﴿ المتعة ليست من لاربع لانها لا تطلق ولا ترث ولا تورث وانما هي مستاجرة وقال عدتها خمسة واربعون ليلة ﴾ متعہ میں چار کا عدد معتبر نہیں (بلکہ ہزار عورت سے ہو سکتا ہے) کیونکہ اس کو نہ طلاق دی جاتی ہے نہ وہ وارث بنتی ہے اور نہ اس کے ساتھ متعہ کرنے والا اس کا وارث ہوتا ہے وہ تو صرف اجرت پر لی ہوئی عورت ہے اور فرمایا کہ اس کی عدت پینتالیس دن ہیں۔

لہذا یہ حلوائے بے دود ہے اور مفت کی شراب عتیق و رحیق اس میں کمی وکوتاہی تو محرومی کی علامت ہے۔

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

نبی اکرم ﷺ کی امت کے لئے حکم قرآنی

فائدہ: یاد رہے کہ قرآن مجید میں حلال حرہ عورتوں میں سے صرف چار کے ساتھ نکاح جائز رکھا گیا ہے ﴿ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ﴾ جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں ان میں سے دو دو یا تین تین یا چار چار کے ساتھ نکاح کر لو۔

لیکن اس صورت میں بھی عدالت نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو صرف ایک عورت کے ساتھ نکاح کرو

﴿فَاِنْ خِفتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً﴾ اور پھر لونڈیوں کے ساتھ مباشرت پر اکتفا کرو مگر متعہ کا عقد کس قدر رنگیلا شاہی طریقہ ہے کہ بیک وقت ہزار عورت ہو تو بھی خوب تر ہے۔

مگر سوال یہ ہے کہ متعہ نکاح نہیں ہے یا دوسرے نکاح سے اس کا حکم الگ ہے؟ صورت اولی میں اس کا جائز ماننا ممکن نہیں ہے۔ اور دوسری صورت میں وہ آیت بتلائی جائے جس سے ثابت ہو کہ حرہ عورتوں کے ساتھ متعہ بلا عدد اور بلا حصر جائز ہے ﴿هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوْا النَّارَ الَّتِي وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ﴾

عقد متعہ میں باپ دادا کی اجازت ضروری نہیں

۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے محمد بن مسلم نے سوال کیا کہ مرد نوجوان عورت کے ساتھ متعہ کر سکتا ہے تو انہوں نے فرمایا ہاں کر سکتا ہے ۰ الا ان تکون صبیة تخدع قلت اصلحک اللہ فکم الحد الذی اذا بلغت لم تخدع قال بنت وعشر سنین ﴿ البتہ اگر بچی ہو اس کو دھوکہ دیا جا سکتا ہو تو پھر (اذن ولی) کے بغیر جائز نہیں۔ محمد بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ اس کے لئے عمر کی کیا حد ہے جس تک پہنچ کر دھوکہ کھانے سے بچ سکتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا دس سال یعنی اس عمر کو پہنچ جائے تو متعہ کے معاملہ میں تو خود مختار ہے (مگر نکاح کے معاملہ میں خود مختار نہیں بلکہ اذن ولی لازمی ہے)

۲۔ امام ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا جو باکرہ اور نوجوان لڑکیاں اپنے والدین کے پاس ہوتی ہیں ان کے ساتھ متعہ کرنے میں والدین کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا ﴿ لا باس ولا اقول کما یقول ہولاء الافشاب ﴾ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور میں نہیں کہتا جس طرح کہ یہ کور مغز کہتے ہیں۔ یعنی بلا اذن ولی متعہ کے ناجائز

ہونے کا قول کرتے ہیں۔

۳۔ ایک شخص سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا۔

عن التمتع بالبکر اذا کانت بین ابویھابلااذن ابویھا ،قال لاباس به مالم یقتض ماھناللك لتعف بذلك۔

کیا جب نوجوان لڑکی والدین کے زیر سایہ ہوتو ان کی اجازت کے بغیر اس کے ساتھ متعہ کرنا جائز ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ کوئی حرج نہیں ہے جب تک کوئی موجب اذن کا نہ ہو کیونکہ اس طرح اس کو عفت اور پاکدامنی حاصل ہوگی۔

فائدہ: جو دس سال کی عمر سے متعہ کرنے میں مصروف ہو جائے اور بلوغت سے قبل ہی والدین اور اقربا کی اجازت سے بے نیاز ہو اس کی عفت اور پاکدامنی کو کسی طرح کا خطرہ کب لاحق ہو سکتا ہے اور خدا جانے یہ لڑکیاں کس درس گاہ کی تربیت یافتہ ہوں گی کہ اس نوعمری میں بھی کوئی ان کو دھوکہ فریب نہیں دے سکے گا کہاں ہیں غیور ماں باپ جو اس صورت حال کو دیکھ کر بھی اس مذہب کے بانیوں کی اصلیت اور حقیقی چہرہ نہ پہچان سکیں۔

عقد متعہ میں گواہوں کی ضرورت نہیں

۱۔ حارث بن مغیرہ سے مروی ہے کہ میں نے امام ابوعبداللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا **مایجوز فی المتعة من المشھود؟ قال رجل و امرء تان ،قلت فان کرہ الشھود قال یجزیه رجل وانماذلك لمکان المرء ة للا تقول فی نفسھا ھذا فجور۔** متعہ میں کتنے گواہ درست ہیں؟ فرمایا ایک مرد اور دو عورتیں۔ میں نے کہا اگر متعہ کرنے والا گواہوں کو ناپسند کرے تو فرمایا صرف ایک آدمی بھی کافی ہے اور اس کی ضرورت بھی صرف متعہ والی عورت کی تسلی کے لئے ہے تاکہ وہ اس کو فجور اور زنانہ سمجھے (ورنہ اس عقد کے لئے

گواہ کی بھی ضرورت نہیں ہے اور اگر متعہ کی حقیقت سے واقف ہو تو ایک گواہ کا تکلف بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے)

۲۔ معلی بن خنیس کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا متعہ میں کتنے گواہ درست ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا ایک مرد اور دو عورتیں۔ میں نے کہا اگر انہیں گواہ نہ ملے تو انہوں نے کہا انہیں اس قدر گواہوں سے تو عاجز نہیں ہو سکتے تو میں نے کہا اچھا یہ بتلایئے اگر وہ اس سے خوف محسوس کریں کہ ہمارے متعہ کا کسی کو علم ہو تو ایک آدمی کی گواہی کافی ہو سکتی ہے (جو محرم راز ہو اور افشائے راز سے گریزاں ہو) تو آپ نے فرمایا ہاں میں نے عرض کیا نبی پاک ﷺ کے زمانہ میں مسلمان لوگ گواہوں کے بغیر نکاح کیا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا نہیں

﴿قلت: ارایت ان اشفقوا ان یعلم بھم احد۔ ایجزیھم رجل واحد قال نعم قال جعلت فداک اکان المسلمون علی عھد النبی ﷺ یتزوجون بغیر بینۃ قال: لا﴾

۳۔ زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا **﴿عن رجل تزوج متعۃ بغیر شھود فقال لا باس بالتزویج البتۃ بغیر شھود فیما بینہ وبین اللہ و انما جعل الشھود فی تزویج البتۃ لاجل الولد ولو لا ذلک لم یکن بہ باس﴾** ایک آدمی عقد متعہ بغیر گواہوں کے کرے تو کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے فرمایا اس میں حرج نہیں۔ نکاح دائمی میں گواہی کا اعتبار بھی صرف اولاد کے لئے ہوتا ہے (تا کہ ان کا نسب ثابت ہو سکے) اگر یہ مقصد پیش نظر نہ ہوتا تو نہ لوگوں کے ڈر خوف سے کوئی ضرورت گواہوں کی تھی اور نہ ہی بندے اور اللہ تعالیٰ کے باہمی معاملہ کے لحاظ سے (اور متعہ میں تو اولاد مقصود ہی نہیں ہوتی، بنیادی مقصد تسکین نفس اور قضائے شہوت ہوتا ہے لہذا گواہوں کی کیا ضرورت؟)

ابو جعفر طوسی (صاحب استبصار وتہذیب الاحکام وغیرہ) آخری اور پہلی روایت میں

تطبیق دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ ان روایات سے قطعاً یہ لازم نہیں آتا کہ متعہ کا عقد بغیر گواہوں کے جائز نہیں ہوتا **لانہ لیس فی الخبر المنع من جواز النکاح بغیر بینة**۔ کیونکہ اس روایت میں عقد متعہ سے گواہ نہ ہونے کی صورت میں منع نہیں فرمایا گیا۔ صرف آنحضرت ﷺ کے زمانہ اقدس میں اہل اسلام کا طور طریقہ بیان کیا گیا ہے **انھم ماتزوجوا الابینة وذلك هو الافضل** کہ وہ گواہوں کے بغیر نکاح نہیں کرتے تھے اور وہ طریقہ افضل ضرور ہے (مگر بغیر گواہوں کے نکاح، متعہ کے عدم جواز کو مستلزم نہیں ہے)

دوسری وجہ تطبیق یہ بیان کی گئی ہے کہ گواہوں کی ضرورت صرف اس وقت ہوگی جب عورت عارفہ نہ ہو اور متعہ کی حقیقت کو نہ سمجھتی ہو بلکہ بغیر گواہوں کے انعقاد پذیر ہونے والے متعہ کو فجور اور زنا سمجھتی ہو تو اس کا یہ وہم دور کرنے کے لئے ایک گواہ رکھ لیا جائے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔ **یمکن ان یکون الخبر ورد مورد لاحتیاط دون الا یجاب مثلا تعتقد المرء ة ان ذلك فجور اذالم تکن من اہل المعرفة**۔

ف: اگر انہیں ہوش سنبھالتے ہی متعہ کی حقیقت سمجھا دی جائے اور ان کا یہ بے جا وہم دور کر دیا جائے تو کسی کو خبر تک نہ ہونے پائے کہ کس کس کی عیدیں ہو رہی ہیں اور کس کس کی عزت وآبرو برباد ہو رہی ہے۔

دوآدمیوں کے متعہ اور نکاح کا اجتماع ایک عورت کے ساتھ

مگر افسوس! کبھی کبھی یہ عرفان اور اخفاء بیکار ثابت ہوتا ہے جب عقد متعہ سے بے خبر والدین لڑکی کا دوسری جگہ عقد کر دیتے ہیں اور متعہ والے عقد کا اظہار اور ابھی عہد و پیمان کے ایام کی بقاء کا بیان خطرہ جان ثابت ہوتا ہے ایک ایسے ہی نامراد محبت کی داستان غم اور امام کا درم درکش والا فرمان سنئے۔

﴿عن المهلب الدلال انه كتب الى ابى الحسن عليه السلام ان امرء ة كانت معى فى الدار ثم انها زوجتنى نفسها فاشهدت الله وملائكته ورسله على ذلك ثم ان اباها زوجها من رجل اخر فما تقول فكتب التزويج الدائم لا يكون الابولى وشاهدين ولايكون تزويج متعة ببكر استر على نفسك واكتم رحمك الله۔﴾ (استبصار۲،ص۷۹)

مہلب دلال سے مروی کہ اس نے امام ابوالحسن علیہ السلام کی طرف لکھا کہ عورت میرے ساتھ مکان میں رہتی تھی پھر اس نے اپنا عقد میرے ساتھ کر دیا اور میں نے اس عقد پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور سب رسل کرام کو گواہ بنایا۔لیکن اس کے باپ نے اس کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ کر دیا تو کوئی حل بتائیں؟

آپ نے فرمایا: دائمی نکاح ولی اور دو گواہوں کے بغیر نہیں ہوتا اور کنواری عورت کے ساتھ عقد متعہ اس طرح نہیں ہوتا بلکہ اس میں نہ اذن ولی ضروری ہے اور نہ گواہ مگر اس کو چھپا اور دم درکش اللہ تجھ پر رحم کرے (امام تو یہی دعا کر سکتے تھے اور یہی تلقین ہی ورنہ یہ تو ان بڑے بڑے گواہوں کا کام تھا کہ اس لڑکی کے باپ کو دوسری جگہ نکاح کرنے سے روکتے۔العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

ف: نکاح دائم میں بھی ولی اور گواہوں کی شرط تقیہ پر مبنی ہے۔ورنہ اصل مذہب روافض کا یہی ہے کہ قطعاً کسی عقد میں گواہوں کی ضرورت نہیں ہے۔ابو جعفر طوسی کہتا ہے: **الخبر خرج مخرج التقية يدل على ذلك ماروه۔۔۔الخ** اور برہان المتعہ میں تصریح کر دی ہے ۔اعلان و شہود نزد اصحاب ما در دائم و منقطع شرط نیست بل مستحب ایں مگر ترس اتہام باشد یا فتنہ دیگر مترتب میشود اعلان و شہود در آں وقت احوط است۔ہمارے علماء کے نزدیک نکاح دائمی

اور متعہ میں اعلان اور گواہ عقد کی صحت کے لئے ضروری نہیں ہیں بلکہ مستحب ہیں ہاں تہمت کا اندیشہ ہو یا کسی دوسرے فتنے کا تو اس وقت اعلان کرنا اور گواہ بنانا زیادہ بہتر ہوتا ہے برہان المتعہ ص ۶۶ اور جامع عباسی ج ۲ ص ۱۱۷ میں ہے۔ گواہ گرفتن در عقد متعہ سنت نیست چنانکہ در دائم سنت است، عقد متعہ میں گواہ مقرر کرنا مسنون نہیں جیسے کہ نکاح دائم میں مسنون ہے۔

عقد متعہ چھپانے کا حیلہ اور تجدید نکاح کا بہانہ

عن اسحاق بن عمار قال قلت لابی الحسن موسی علیه السلام: رجل تزوج امرءة متعة ثم وثب علیها اهلها فزوجوها بغیر اذنها علانیة والمرءة امرءة صدق کیف الحیلة ؟ قال لا تمکن زوجها من نفسها حتی ینقضی شرطها وعدتها قلت ان شرطها سنة ولا یصبرلها زوجها ولا اهلها سنة، قال فلیتق الله زوجها الاول ولیتصدق علیها بالایام فانها قد ابتلیت والدار دار هدنة و المومنون فی تقیة ،قلت فانه تصدق علیها بایاها و انقضت عدتها فماتصنع؟قال اذا خلاالرجل بها فلتقل هی یا هذاان اهلی وثبوا علی فزوجونی منك بغیر امری ولم یستامرونی وانی الان قد رضیت فاستانف انت الان فتروجنی تزویجا صحیحافیمابینی وبینك ۔

اسحاق بن عمار کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسن موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا مگر عورت کے ورثاء نے اس اذن کے بغیر اس کا زبردستی دوسری جگہ علانیہ نکاح کر دیا عورت سچی ہے اور وہ جھوٹ بولنا پسند نہیں کرتی (اور اپنا عقد متعہ بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتی) لہذا کوئی حیلہ بتا دو، آپ نے فرمایا: ایام متعہ پورے ہونے تک اور متعہ کی عدت گزرنے تک پچھلے خاوند کو قریب نہ آنے دے (اور پہلے کا حق وفاداری اور حق نمک ادا

کرے) میں نے عرض کیا کہ ایام متعہ جو طے ہوئے تھے وہ ہیں پورا سال۔ اتنا عرصہ نہ دوسرا خاوند صبر کرسکتا ہے اور نہ عورت کے ولی ووارث۔ تو آپ نے فرمایا: تو پھر پہلا خاوند خدا کا خوف کرے اور جو کچھ منفعت اٹھالی ہے اسی کو غنیمت سمجھے اور بقیہ عرصہ اس عورت کو معاف کردے کیونکہ وہ بچاری بری طرح پھنس گئی اور یہ ملک دار اسلام نہیں، محض دار صلح ہے اور مومن ابھی تقیہ میں ہیں۔ (متعہ علانیہ نہیں کر سکتے اور خفیہ یاری لگانے میں اس طرح کا ابتلاء وامتحان آہی جاتا ہے) میں نے کہا اس نے بقیہ ایام تو معاف کردیئے ہیں اور عدت بھی گزر گئی ہے (کیونکہ اس کا پیر کامل تھا اور معرفت کے مقام تک واصل ہو چکا تھا) لیکن اب مسئلہ صرف اتنا رہ گیا ہے کہ پہلے جو علانیہ نکاح پڑھا گیا وہ تو ایام متعہ میں تھا، لہذا کالعدم ٹھہرا اور دوبارہ پڑھنے کے لئے کہے تو پردہ اٹھتا ہے) اب وہ کیا کرے؟ تو امام موصوف نے فرمایا: جب خاوند اس کے ساتھ خلوت کرے تو اسے کہے: اے میرے آقا ومحبوب! میرے والدین نے میرا نکاح زبردستی تیرے ساتھ کردیا تھا اور مجھ سے مشورہ نہیں لیا تھا (اور میں ڈر خوف کے مارے چپ چاپ پالکی میں بیٹھ کر سسرال آگئی) لیکن اب یہاں پہنچ کر میں راضی ہوگئی لہذا اب نئے سرے سے میرے ساتھ عقد نکاح کرلے اور یہ معاملہ صرف تیرے اور میرے درمیان رہے (کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے، ورنہ والدین ناراض ہوجائیں گے کہ ہمارا نکاح پسند نہ آیا اور اپنے طور پر نئے سرے سے کیا اور ہوسکتا ہے کہ کچھ شکوک وشبہات بھی پیدا ہونے لگیں)۔

اقول انہیں ابتلاء کے ایام کو مدنظر رکھتے ہوئے مومنین کے لئے نکاح دائمی میں بھی گواہوں کا موجود ہونا ضروری نہ ٹھہرایا گیا تاکہ میاں بیوی ایک دوسرے پر راضی ہوجائیں اور پچھلے کئے دھرے پر پردے پڑے رہیں ماشاء اللہ اماموں نے اپنے شیعہ صاحبان کے لئے کیا کیا سہولتیں پیدا کردی ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ ان مقدس ہستیوں پر کیا کیا بہتان باندھے گئے ہیں۔

متعہ صرف عفیفہ عورتوں سے درست ہے

ا۔ابو سارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا: آیا متعہ درست ہے؟ تو آپ نے فرمایا: بالکل حلال ہے۔

٭فقال لی حلال ولاتتزوج الاعفیفة ان اللہ یقول والذین هم لفروجهم حافظون فقال لا تضع فرجک حیث لا تأمن علی درهمک.٭

لیکن متعہ صرف عفیفہ لڑکی سے کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مؤمن فلاح پانے والے ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں لہذا اپنی شرمگاہ کو وہاں استعمال نہ کر جہاں تجھے اپنے درہم کے متعلق اطمینان نہیں۔

عفیفہ ہونے کی سند کیا ہے

ا۔٭**عن میسرہ قال :قلت لابی عبداللہ علیہ السلام:القی المراة بالفلاة التی لیس بها احد فاقول لها:هل لک زوج؟ فتقول: لا فاتزوجها قال:نعم هی المصدقه علی نفسها٭** میسرہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ اسلام سے عرض کیا:

اگر میں ایک عورت کو ویرانے میں ملوں جہاں کوئی دوسرا شخص نہیں ہے اور اس سے دریافت کروں: کیا تیرا خاوند ہے؟ وہ کہے میرا خاوند نہیں ہے تو کیا (اس جنگل کو منگل بنانے کے لئے اور ویرانہ کو آباد کرنے کے لئے) اس سے متعہ کرلوں (مزید تحقیق کی گنجائش ہی نہیں) آپ نے فرمایا: ہاں متعہ کرلو، اپنے متعلق جو کچھ اس نے کہا ہے اس کو سچا جاننا لازم ہے۔

۲۔ابان بن تغلب سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا

۔ **٭انی اکون فی بعض الطرقات فاری المراة الحسناء ولاامن ان تکون ذات بعل اومن العواهر:قال:لیس هذاعلیک انما علیک ان تصدقها فی نفسها٭**

اگر میں سفر پر ہوں اور بر سر راہ کسی جگہ ایک پیکر حسن و جمال پر نظر پڑے (اور دوسرا آدمی بھی وہاں کوئی نہ ہو اور بذات خود مجھے یہ اندیشہ بھی ہو کہ عورت ہو سکتا ہے خاوند والی ہو یا زنا کار۔ فرمایا: اس قسم کے اوہام وظنون میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں بس تجھے اس کی قسم اور اس کے قول پر یقین لازم ہے۔

– خیمہ در ملک یقین زن کہ گماں چیزے نیست

ف: اقول اگر جھوٹی نکلی تو کیا ہو گیا؟ تو معذور ہو گا اور اس کا بقایا جو تیرے ذمہ واجب الادا ہو گا اس کو روک لینا اور کیا ہے؟ نفس وشیطان بھی راضی ہو جائیں گے اور قدرے بچت بھی حاصل ہو جائے گی۔

اتقی نہ بڑھایا کی داماں کی حکایت

۱۔ محمد بن فضل کہتا ہے کہ میں نے امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ عورت حسین وجمیل ہو اور زنا کار بھی ہو ﴿ھل تحب للرجل ان یتمتع بھا یوما اکثر؟ فقال: اذا کانت مشھورۃ بالزنا فلا تتمتع بہا ولا تنکحہا﴾

کیا آپ اس امر کو پسند کرتے ہیں کہ ایک شخص اس پیکر حسن وجمال اور غارت گر دین وایمان کے ساتھ صرف ایک دودن کے لئے متعہ کر کے آتش عشق کو بجھائے؟ فرمایا: اگر اس کا زنا کار ہونا مشہور ومعروف ہو چکا ہے تو پھر اس سے نہ ہی متعہ کر اور نہ ہی نکاح۔ (لیکن اگر اس کا زنا کار ہونا مشہور ومعروف نہیں خواہ تجھے ذاتی طور پر یقین بھی ہے کہ وہ ﴿المرئۃ الحسناء الفاجرۃ﴾ شمع ہر محفل ہے اور سکون ہر قلب مضطرب تو اس کے ساتھ متعہ میں حرج نہیں ہے۔

۲۔ زرارہ کہتا ہے کہ عمار نے امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے مسئلہ دریافت کیا اور میں بھی اس وقت موجود تھا۔ ﴿الرجل یتزوج الفاجرۃ متعۃ قال لا باس وان کان التزویج الاخر

فلیحصن بابہ﴾ اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جو فاجرہ زانیہ عورت کے ساتھ متعہ کرتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر دائمی نکاح ہو تو پھر اپنے دروازے کا پہرہ دے (نہ اسے نکلنے دے اور نہ کسی دوسرے کو داخل ہونے دے لیکن متعہ کی صورت میں اس پر یہ پابندی نہیں) فاعتبروا یااولی الالباب۔

بیوی کی عفت اور خاوند کی عزت

شیعی محدث کبیر سید نعمت اللہ الجزائری نے نقل کیا ہے کہ ایک عورت فسق وفجور سے کماتی اور خرچ کرتی تھی خاوند نے اس کو طلاق دے دی اور ایک عفیفہ کے ساتھ تزویج کر لیا لیکن اس سے بھی اسی طرح کمائی کرنے کا مطالبہ کیا (چنانچہ حسب الارشاد اس نے وہی روش اختیار کر لی) تو ایک دن وہ گھر لوٹا اور بیوی نے عمدہ اور لذیذ کھانا پیش کیا اور اس نے دریافت کیا یہ کہاں سے آیا ہے؟ تو اس عورت نے کہا: فلاں شخص آیا تھا اور اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان لایا اور حلوہ بھی چنانچہ ہم نے کھایا، اس کے بعد ہمبستری کی اور یہ بچ گیا تھا جو تمہاری خدمت میں پیش کر دیا ہے تو غیرت مند خاوند نے کہا:

﴿اذاتعاطیت هذافایاک واخباری بتفاصیل مایجری علیک فانی غیور﴾

(انوار نعمانیہ ص ۱۵۳، جلد ۲)

جب ایسا کام کرے تو خبردار: مجھے ان امور کی تفصیلات سے ہرگز آگاہ نہ کرنا جو تجھ پر گزریں کیونکہ میں بہت غیرت مند ہوں۔

اگر یہی عفت اور پاکدامنی ہے اور یہی غیرت مندی، تو پھر جو عفیف نہیں اور غیرت مند بھی نہیں، ان کا حال کیا ہوگا۔۔۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

نیز بعض روایات میں عفیفہ کی شرط دیکھ کر مغالطہ میں نہ رہنا چاہیے کہ واقعی یہ شرط پوری ہونی ضروری ہے اور عفیفہ کا یہاں بھی وہی معنی ہے جو عام اہل اسلام کے نزدیک ملحوظ و معتبر ہے بلکہ شیعی شریعت میں عفت کے معنی بھی مختلف ہیں اور غیرت کے پیمانے بھی۔ بلکہ یہ محض لفظ ہی لفظ ہیں جن کے تحت کوئی معنی ہے ہی نہیں۔

ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندہ معنی نہ ہوا

﴿لا حول ولاقوۃ الاباللہ﴾

کہ مستحق کرامت گناہگارانند

متعہ کے فضائل میں مرقوم روایات سے واضح ہوتا ہے کہ متعہ کرنے والے مرد اور عورت کو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے تو پھر کس قدر زیادتی ہوگی کہ فاجرہ اور زانیہ کو اس نعمت سے محروم رکھا جائے منہج الصادقین میں مذکور ہے اے محمد ﷺ چوں مومنے مومنہ را عقد متعہ کند از جائے خود برنخیزد تا آنکہ حق تعالیٰ او را بیامرزد و مومنہ را نیز مغفور سازد۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا کہ جب مومن مرد مومنہ عورت کے ساتھ عقد متعہ کرتا ہے تو ابھی اپنی جگہ سے اٹھنے نہیں پاتا کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور مومنہ کو بھی مغفرت و بخشش سے سرفراز فرماتا ہے (یہ تو ہے عقد متعہ کی برکت اور جب اس عقد کے تقاضے پورے کریں گے تو پھر کیا کیا درجات و مراتب ملیں گے وہ ہم بعد میں بتائیں گے ابھی صرف اس معاملہ میں پوری طرح غور و فکر کر لو)

ممتوعہ کی عفت معلوم کرنے کا طریقہ

﴿عن عبداللہ بن ابی یعفور عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال سالتہ عن المراۃ ولاادری ماحالھا: ایتزوجھا الرجل متعۃ؟قال: یتعرض لھافان اجابتہ الی الفجور فلایفعل﴾ (فروغ ص ۱۹۲، جلد ۲)

عبداللہ بن ابی یعفور نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت کا حال معلوم نہیں ہے کہ عفیفہ ہے یا نہیں تو کیا اس کے ساتھ متعہ کر لیا جائے؟ فرمایا: اس کو زنا کی دعوت دے اگر وہ قبول کر لے تو اس کے ساتھ متعہ نہ کرے لیکن اس کی رضامندی کے بعد امتحان لینے والا ہی۔

الوداع اے زہد وایمان الوداع سجدہ سجود

کہہ بیٹھے تو پھر کیا ہو گیا؟ آیئے اس کا علاج بھی بتلائے دیتے ہیں۔ اور وہ ہے گزشتہ را صلوات آئندہ را احتیاط۔

آئندہ احتیاط

﴿عن سماعة قال سالناعن رجل ادخل جارية يتمتع بهاثم نسى ان يشترط حتى واقعها يجب عليه حدالزانى قال لاولكن يتمتع بهابعد النكاح ويستغفر الله مما مضى﴾ (فروع کافی جلد ۲، ص ۱۹۸)

سماعہ سے مروی ہے کہ ہم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک عورت کو (مکان میں) داخل کیا تا کہ اس کے ساتھ متعہ کرے لیکن وہ شرائط طے کرنا بھول گیا (اور جذبات شہوانی اور خیالات شیطانی کے غالب آ جانے سے شرائط طے کرنے سے قبل ہی) اس کے ساتھ جماع کر لیا تو کیا اس پر زنا کی حد لگے گی؟ تو امام موصوف نے فرمایا: نہیں زنا کی حد نہیں لگے گی بس نکاح کر کے پھر اس سے لطف اندوز ہو لے، اور گذرے معاملہ سے استغفار کرے۔

(کیا ہے کوئی رائی برابر ایمان رکھنے والا اور ذرہ برابر عقل رکھنے والا جوان روایات کو ملاحظہ کرنے کے بعد متعہ کو رواج دینے والوں کے متعلق کسی حسن ظن سے کام لے اور انہیں دین اسلام کے خلاف سازش کرنے والے یہودی او مجوسی نہ سمجھے)۔

متعہ میں مدت کی تعین کس حد تک ہو سکتی ہے

عقد متعہ میں شیعہ کے نزدیک اجل اور مدت کا تعین بنیادی شرط ہے ذرا اس کے طول وعرض اور وسعت کو ملاحظہ فرمائے:۔

۱۔ زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا:۔

هل يجوز ان يتمتع الرجل من المراة ساعة او ساعتين؟فقال الساعة و الساعتان لايوقف على حد هما لكن العرد و العردين و اليوم و اليومين و اشباه ذلك ۔

آیا یہ درست ہے کہ مرد عورت کے ساتھ ایک یا دو گھڑی کیلئے متعہ کرے؟ تو آپ نے فرمایا: ایک یا دو ساعت کی حد نہیں معلوم ہو سکتی، بلکہ ایک دفعہ جماع یا دو دفعہ جماع پر متعہ کیا جائے یا ایک دو دن کے لئے اور اس کی مثل (تعین مہ وسال کی صورت میں استبصار۔ ج ۲،ص ۸۲)

۲۔ قاسم بن محمد ایک شخص سے روایت کرتا ہے جس کا نام اس نے ذکر کیا (لیکن نچلے راوی بھول گئے) کہ اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا:

الرجل يتزوج على عرد واحد فقال لاباس به لكن اذا فرغ فليحول وجهه ایک شخص ایک عورت کے ساتھ ایک مرتبہ ہمبستری کے لئے متعہ کرتا ہے کیا یہ درست ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: اس میں حرج نہیں ہے البتہ جب فارغ ہو جائے تو فوراً منہ پھیر لے۔

ان دونوں روایتوں کو نقل کرنے کے بعد ابو جعفر طوسی صاحب استبصار کہتا ہے: **فالوجه في هذين الخبرين ضرب من الرخصة** یعنی ان روایتوں کا محمل یہ ہے کہ اس قدر تسکین نفس اور حرارت شہوت کو بجھانے کیلئے متعہ درست ہے اور اس میں رخصت ہے اگر چہ عزیمت یہ ہے کہ کم از کم ایک دن مقرر کیا جائے۔

۳۔ درروایتے مروی است کہ بیک مرہ جماع عقد جائز است و بمجض فراغ از جماع چشم

وروئے خود از ضغیفہ بگرداند بل ہر دو از یکدگر بگردانند ایں روایت متروک العمل است۔(برہان المتعہ ص ۶۱)۔

ف: صاحب البرہان نے اس قدر اضافہ کیا ہے کہ صرف مرد منہ نہ پھیرے بلکہ دونوں ایک دوسرے سے آنکھیں اور منہ پھیر لیں لیکن بالکل جدا ہو جائیں اور جسم ایک دوسرے سے مس نہ ہونے پائیں اس کی ضرورت کسی نے محسوس نہیں کہ کیا آنکھ اور منہ پھیرنا اہم ہے یا مساس اجسام وابدان سے احتراز واجتناب زیادہ ضروری ہے دوسرا اضافہ یہ فرمایا کہ اس پر عمل نہیں ہے لیکن اس سے نہ روایت کی صحت پر اثر پڑتا ہے اور نہ ہی علامہ ابوالقاسم بن الحسین القمی کے ترک عمل سے دوسروں کی راہ مسدود ہوتی ہے جب بھی کوئی ضرورت مند ایک دو دفعہ جماع میں اپنی ہوس پوری کر لے اسکے لئے مذہب اثنا عشری میں کوئی عار نہیں ہے۔

اگر ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

کیا کوئی غیرت مند شخص اپنی بہن اور بیٹی کا عقد کسی کے ساتھ اس شرط پر کرنے کے لئے تیار ہوگا کہ تو ایک دفعہ اسے استعمال کر کے ہمیں واپس کر دینا۔ اسی لئے تو متعہ میں والدین کی اجازت کا تکلف بھی گوارا نہیں کیا گیا اگر عورت متعہ کی رمز سمجھتی ہو تو بس بزم عیش میں غیر کا وجود گوارا ہی کیوں ہو اور پس پردہ نئی نئی شادیوں کا موقع فراہم ہوتا رہے گا ان روایات کو ملاحظہ کرنے کے بعد کوئی شخص بازاری عورتوں اور متقی عفائف میں فرق کر سکتا ہے جو ایک دو مرتبہ مرد کی شہوت رانی کیلئے اپنے آپ کو اجرت پر پیش کر دیں اور نئے نئے خاوند بناتی پھریں آج ایک کی بغل میں ہیں تو کل کلاں دوسرے اور تیسرے کی بغل ہیں۔

متعہ دوریہ اور پچاس سال سے زائد عمر کی عورتوں کے لئے خصوصی رعایت

وہ عورت جو سن ایاس کو پہنچ جائے اور عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے اس کا حیض آنا بند ہو جائے تو مدت متعہ ختم ہونے کی صورت میں اس کے لئے عدت نہیں ہے عام لوگوں میں تو یہ حالت پچاس سال سے عمر کے متجاوز ہونے کے وقت طاری ہوتی ہے۔لیکن سادات قرشیات اور نبطیات کو ساٹھ سال کے بعد حیض نہیں آتا لہذا ان کیلئے اس عمر تک پہنچ جانے کے بعد عدت متعہ نہیں ہے ایسی ہی عورتوں کے لئے خصوصی رعایت ملاحظہ ہو۔

پس اگر کسے بااو درروز تا شام عقد کند و بعد اتمام اجلش و دخولش بعد از شام بادیگرے تا صبح عقد کند و دخول واقع شود و فردا روز بادیگر عقد کند و ہکذا اگر دہ برود عیب ندارد۔

(برہان المتعہ ص۶۹)

لہذا اگر ایسی عورت کے ساتھ ایک شخص صبح سے شام تک کے لئے متعہ کرے اور مباشرت بھی کرے شام ہونے اور مدت متعہ گزرنے پر دوسرے شخص سے متعہ کرے صبح تک اس کے ساتھ رہے مباشرت کرے صبح ہو جائے تو پھر تیسرے شخص سے متعہ کا عقد کرے اور ہر صبح وشام اس طرح سے کرتی چلی جائے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔

ف: عیب والی کون سی بات ہو سکتی ہے اس عمر میں نانی اماں کو رہی سہی کسر نکال کر ہی دنیا سے رخت سفر باندھنا چاہیے ایک خاوند کیا کر سکتا ہے ہر صبح وشام نیا ہو،تب ہی ساری قضائیں ادا ہو سکتی ہیں مگر نقوی صاحب نے ایک ظلم اب بھی روا رکھا ہے کیونکہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک ایک ایک شخص سے پابند کر دیا ہے کتنا ہی اچھا ہوتا کہ ایک ایک مرتبہ جماع کیلئے عقد متعہ

کے جواز والی روایت کو یہاں درج کرتا بس ایک الگ ہو تو دوسرا فوراً حاضر ہو جائے اور وہ عاجز ہو جائے تو تیسرا جب تیسرے کا ہتھیار کند ہو جائے تو چوتھا اور بس اسی طریقہ سے تا کہ

جتنی ہوں قضا ایک ہی ہفتہ میں ادا ہوں

قرآن مقدس میں عدت کے متعلق مفصل احکام موجود ہیں اور سن ایاس کو پہنچنے والی عورت کی مدت تین ماہ مقرر کی ہے یہ بجا کہ وہاں متعہ مذکورہ نہیں بلکہ اہل سنت کی تحقیق کے مطابق تو سرے سے عقد متعہ کا قرآن مجید میں ذکر ہی نہیں کیا گیا لیکن پھر بھی روافض نے نوجوان عورت کی عدت جہاں قرآن مجید کے حکم کے برعکس پنتالیس دن یا ایک دو حیض مقرر کر رکھی تھی تو اس بوڑھی اماں کو بھی مہینہ ڈیڑھ مہینہ کا وقفہ دے دیتے تو اس کی صحت پر کوئی ناگوار اثر تو نہیں پڑتا تھا مگر وہ جانیں اور ان کا کام۔ ہم نے تو صرف ان کا مذہب بیان کرنا تھا وہ پوری احتیاط سے بیان کر دیا ہے۔

ف: یہ امر اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ متعہ دوریہ کی تصریح کتب شیعہ میں نہ بھی ہوتی تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ جب شیعہ مذہب میں سن ایاس والی عورت کے لئے مدت ہی نہیں تو فی الفور یکے بعد دیگرے خاوند بناتے جانا اور ایک سے فراغت حاصل کر کے دوسرے کا آرام جان بنتے جانا اصول شیعہ کے مطابق بالکل جائز ہے اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنا ان کے لئے ممکن نہیں ہے خواہ اس کا نام متعہ دوریہ رکھیں یا کوئی اور۔ کیونکہ ہماری بحث صرف نام میں نہیں بلکہ ایک غیر اخلاقی فعل کو جائز رکھنے میں ہے اور اس مذہب کی رو سے ہی طوائف اپنا کاروبار جائز سمجھتی ہے اور آئینی تحفظ حاصل کرنے کی مذموم کوشش کرتی ہے۔

قاضی نوراللہ شوستری کی فریاد اور متعہ دوریہ کا اعتراف

قاضی نوراللہ شوستری نے مصائب النواصب میں ذکر کیا ہے:

﴿اما مانسبه الى اصحابنا انهم جوزوا ان يتمتع الرجال المتعددون ليلة

واحدة من امرا قسواء کانت من ذوات الاقراء ام لا فمما خان فی بعض قیوده وذلک لان الاصحاب قد خصوا ذلک بالائسة لابغیرها من ذوات الاقراء﴾

یعنی نواقض الروافض میں ہمارے اصحاب کی طرف جو منسوب کیا گیا ہے کہ وہ ایک ہی رات میں کئی آدمیوں کے لئے ایک عورت کے ساتھ متعہ جائز رکھتے ہیں خواہ اس کو حیض آتا ہو یا نہ۔ تو اس نے بعض قیود بطور خیانت ترک کر دی ہیں۔ کیونکہ ہمارے علماء نے اس متعہ دوریہ کو صرف اس عورت کے ساتھ جائز رکھا ہے جو حیض سے ناامید ہو چکی ہو نہ کہ ان عورتوں کے ساتھ جن کو حیض آتا ہے۔ (بحوالہ آفتاب صداقت)

متعہ دوریہ اور علامہ ڈھکو صاحب کا اعتراف

آفتاب ہدایت میں درج قاضی صاحب کے اس حوالہ کا تجلیات صداقت میں جواب دیتے ہوئے علامہ ڈھکو صاحب بھی اس کو بالکل تسلیم کر گئے اور حسب عادت نہ حوالہ پر اعتراض کیا اور نہ عبارت پر کمی بیشی وغیرہ کا اعتراض کیا بلکہ اس کو عین صواب اور سراپا حق وصداقت مان لیا ذرا آپ بھی موصوف کی عبارت ملاحظہ فرمالیں اور محظوظ ہوں۔

متعہ دوریہ والے اعتراض کا جواب

مولف نے اپنے بعض پیشروؤں کی تقلید میں جس متعہ دوریہ کا تذکرہ کیا ہے اس کا کئی طرح جواب دیا جا سکتا ہے۔

اولا: تو ہماری کتب متداولہ فقیہ میں اس مسئلہ کا کہیں نام ونشان نہیں۔

ثانیا: بنا بر تسلیم صحت اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ آئسہ عورت جو اس سن وسال کی ہو چکی ہے کہ اب اولاد جننے کے قابل نہیں رہی یعنی ایام ماہواری کا طبعی سلسلہ بند ہو گیا ہے لہذا اب اختلاط نسب کا

اندیشہ نہیں رہا شریعت نے اس سے عدت کی پابندی ختم کردی ہے چونکہ اس پر عدت نہیں ہے، اس لئے اگر ایک شخص نے تھوڑی مدت کے لئے متعہ کیا جب اس کی مدت ختم ہوگئی تو دوسرے نے کرلیا اس میں کیا جائے ایراد (اعتراض) ہے؟

ثالثا: اس عورت میں نکاح دوری والا اعتراض ہوسکتا ہے کہ ایک ہی رات میں دس بیس مرد اس سے نکاح کریں اور ہم بستر بھی ہوں تو جائز ہے کیونکہ صورت یہ ہوگئی کہ ایک نے نکاح کیا ہم بستری کی اور پھر طلاق دے دی اور چونکہ بوجہ آئسہ ہونے کے اس پر عدت واجب نہیں ہے فوراً دوسرے نے عقد کرلیا۔ ہاں البتہ اہل السنّت والجماعت کے نزدیک اس عورت پر بھی عدت لازم ہے جو خلاف عقل وشرع ہے۔ (تجلیات صداقت ص ۳۰۲)

تنبیہ: اقول علامہ موصوف کے تین جواب آپ نے ملاحظہ فرمائے دوسرے جواب میں صرف اس متعہ دوریہ کا جواز ہی تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کو مدلل انداز میں ثابت کیا ہے اور یہی ہمارا اصل مدعا تھا پہلے جواب کو صرف نمبر بڑھانے کی ایک بے سود کوشش سمجھا جائے گا کیونکہ جب اس عورت کے لئے عدت نہ از روئے عقل ثابت اور نہ از روئے شرع ثابت تو پھر متداول اور غیر متداول فقہی کتب کی بحث لایعنی اور بے ہودہ ہوگئی علاوہ ازیں متداول کتب فقہیہ نہ سہی مگر یہ کتابیں ہیں تو آپ کی ہی نہ کہ اہل السنّت کی اور ان کا یہ فتویٰ بھی تمہارے اصول وقواعد کے عین مطابق ہے پھر چون وچرا کی گنجائش کیا رہ گئی؟ یک نشد دو شد۔ نہ معلوم علامہ موصوف نشہ میں تھے یا نیند میں کہ متعہ دوریہ کا جواب دیتے دیتے جناب نے نکاح دوری بھی ثابت کر دکھایا اور اس کا جواز از روئے عقل اور شرع تسلیم کرلیا اب تو راہ فرار بالکل ہی مسدود ہوگئی کیونکہ نکاح میں حدود وقیود سخت تھیں لیکن جب سن ایاس کو پہنچی ہوئی عورت شیعہ مذہب میں خوش بختی سے نکاح میں بھی اس تعدد ازواج میں آزاد ہے اور اسے ایک ہی رات میں متعدد شادیاں رچانے کی رخصت ہاتھ آگئی

تو متعہ کی اجازت بطریق اولیٰ ثابت ہوگئی۔

اعتراض کس پر؟

علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ متعہ دوریہ پر اعتراض کرنے والوں پر نکاح دوری کے ساتھ اعتراض ہوسکتا ہے مگر آخری سطر میں تسلیم کرلیا کہ اہل سنت کے نزدیک تو اس پر عدت لازم ہے تو پھر یہ اعتراض کس پر ہوا؟ شیعہ پر یا اہل سنت پر شیعہ پر تو اس لئے اعتراض نہیں ہوسکتا کہ وہ متعہ دوریہ کے بھی قائل اور نکاح دوری کے بھی اور اہل سنت پر اس لئے نہیں ہوسکتا کہ وہ دونوں کے منکر اور ان کو ناجائز اور ناصواب سمجھنے والے ہیں تو آخر اس عبارت یعنی تیسری شق کا اس مقام سے تعلق کیا ہے؟ تو غالب کی زبان میں ہی کیوں نہ کہہ دوں۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

کیا آئسہ پر لزوم عدت کا قول خلاف عقل ونقل ہے

سطور بالا میں آپ نے ڈھکو صاحب کا یہ دعویٰ ملاحظہ فرمالیا کہ اہل سنت سن ایاس کو پہنچنے والی عورت پر بھی عدت لازم کرتے ہیں جو کہ خلاف عقل وشرع ہے اس ضمن میں انہوں نے شرعی دلیل کا ذکر ہی نہیں کیا جس سے اہل سنت کا قول باطل ہوتا ہوا البتہ عقلی دلیل ذکر کی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی یعنی عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے ماہواری کا طبعی سلسلہ بند ہوا اور اولاد میں اختلاط نسب کا اندیشہ نہ رہا لہذا شریعت نے عدت کی پابندی ختم کردی اور تقریباً یہی خلاصہ منہج الصادقین میں فتح اللہ کاشانی صاحب کی عقلی دلیل کا ہے اس عقلی دلیل میں چند امور قابل غور ہیں:

۱۔ کیا ماہواری آنے پر اولاد پر ہونا موقوف ہے؟
۲۔ کیا پچاس سال کی عمر کے بعد اولاد پیدا ہونا ناممکن ہے؟

۳۔کیا اختلاط نسب کا اندیشہ نہ رہے تو یکے بعد دیگرے تسلسل کے ساتھ خاوند اختیار کئے جا سکتے ہیں؟

امر اول: نقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو ماہواری نہیں آتی تھی نور الابصار، تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۴۷۵۔ **﴿عن ابی عبداللہ علیہ السلام انہا طاھرۃ لا تحیض﴾** لیکن اولاد پیدا ہوتی رہی اور اس دور میں بھی کتنی عورتیں ہیں جن کو ماہواری نہیں آتی اور اولاد بھی پیدا ہو رہی ہے۔

امر دوم: یہ دعویٰ بھی غلط اور نا قابل اعتبار و اعتداد ہے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا عمر شریف کے کس حصہ میں پہنچ چکی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ اسلام عطا فرمائے نیز شریعت میں کمال احتیاط سے کام لیا جاتا ہے اور امکان بعید کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاتا مثلاً ایک شخص مغرب میں ہے اور اس کی بیوی مشرق میں بظاہر اجتماع کی صورت نہیں لیکن بایں ہمہ اس عورت سے فرزند متولد ہوا اور اس خاوند نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ طی مکانی کے مرتبہ پر فائز ہو اور مسافت بعیدہ کو آن واحد میں طے کرنے پر قادر ہو لہذا امکان بعید اور عادت معروفہ کے خلاف ہونے کے باوجود، از روئے شرع اس کا نسب ثابت کیا جائے گا۔ اور اس شخص کے دعویٰ کو تسلیم کر لیا جائے گا۔

علاوہ ازیں یہ حلال کا معاملہ ہے اور اس میں احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ عدت لازم کی جائے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے۔ **﴿فان الوقوف عندالشبھۃ خیر من الاقتحام فی الھلکۃ﴾** کیونکہ شبہ کے نزدیک توقف اور رک جانا بہتر ہے ہلاکت میں گرنے سے (تہذیب جلد ۷ ص ۴۷۲)

اور آپ سے مروی ہے: **﴿امر الفرج شدید ومنہ یکون الولد ونحن**

(جلد ۷ ص ۴۷۲)

نحتاط﴾

عورت اوراس کے اندام مخصوص کی حلت وحرمت کا معاملہ شدید اور سخت ہے اور اس سے ولد ہوتا ہے اور ہم اس میں احتیاط سے کام لیتے ہیں۔

امر سوم: بھی ظاہر البطلان ہے مثلاً ایک عورت جوان ہے اور اپنی بچہ دانی ہی نکلوا دیتی ہے یا پیدائشی طور پر اس میں ہوتی ہی نہیں جس کی کئی مثالیں موجود ہیں یا ایسا آپریشن کروا دیتی ہے جس کے بعد اولاد کا امکان نہیں رہتا تو کیا وہ عدت سے مستثنیٰ ہو جائے گی قطعاً نہیں بلکہ اسے حیض نہیں آتا تو تین ماہ عدت گزارنی ہوگی اس لئے یہ عقلی دلیل نہیں بلکہ سراسر توہمات اور بے سروپا تخیلات کا مجموعہ ہے۔

عدت کا شرعی حکم

قرآن مجید نے سن ایاس والی اور صغیرہ کا جس کو حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو اس کی عدت تین ماہ فرمائی ہے ﴿قال اللہ: وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ (سورہ طلاق پارہ ۲۸)

اور وہ جو تمہاری عورتوں میں سے حیض سے مایوس ہو جائیں اگر تمہیں ریب وتردد ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض نہیں آیا تو قرآن مجید کے اس فرمان کے بعد آیسہ کی عدت نہ ماننا قرآن کے خلاف ہوگا نہ کہ تین ماہ عدت کا تسلیم کرنا۔

ہر چیز یہاں کی الٹی ہے ۔۔۔ یہاں الٹی گنگا بہتی ہے

سوال: تین ماہ عدت تو ریب وتردد کی صورت میں ہے نہ کہ علی الاطلاق۔

جواب اول: قرآن مجید میں موصوف بالصفت یا مشروط بالشرط کا یہ معنی نہیں ہوتا کہ صفت

اور شرط نہ پائی گئی تو حکم معدوم ہو جائے گا۔ مثلاً حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا وربائبکم اللاتی فی حجورکم۔ تم پر تمہاری وہ ربیبہ حرام ہیں جو تمہاری گود میں ہیں۔ حالانکہ بیوی کی بچی مطلقاً حرام ہے۔ خواہ زیر تربیت اور پرورش نہ بھی ہو اسی طرح ارشاد خداوند تعالیٰ ہے۔ ﴿لا جناح علیکم ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم من الذین کفروا﴾ تم پر نماز سے قصر اور کمی کرنے میں حرج نہیں ہے اگر تمہیں کفار کی طرف سے خطرہ لاحق ہو حالانکہ خوف لاحق نہ ہونے کی صورت میں بھی قصر کرنا درست ہے اگر مسافت قصر ہو تو لہذا یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوگئی کہ صفت اور شرط کی نفی سے حکم کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ حکم اس طرح ثابت ہوتا ہے بالکل یہاں پر بھی یہی صورت ہے کہ شرط موجود ہو یا نہ ہو ہر حال میں عدت آیسہ اور صغیرہ کی تین ماہ ہی ہے۔

جواب ثانی: ریب و تردد کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں حیض میں ریب و تردد ہو یا اس کا تو یقین ہے لیکن عدت کتنی ہے آیا حیضوں کے تناسب سے اس کی عدت متعین کریں گے جس کو تین حیض تین ماہ میں آتے تھے اس کی تین ماہ عدت ہو جائے جس کو چھ ماہ میں آتے ہیں۔ اس کی عدت اتنی ہوگی اگر کم سے کم مدت میں آجاتے تھے یعنی انتالیس دن میں تو وہ عدت ہوگی وغیرہ ذلک۔ صورت اولیٰ میں تو شرط کی نفی الٹا بطریق اولویت عدت کو تین ماہ میں منحصر کرے گی کیونکہ جب آیسہ ہونا محل تردد تھا تو اس عورت کی عدت مہینوں کی صورت میں تھی تو جب اس کا یقین ہو گیا تو بطریق اولیٰ مہینوں کے ساتھ ہوگی لہذا اب مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے ہوئے عدت کی نفی کرنا دلالۃ النص کی رو سے باطل ہو گیا جس طرح کہ اصولی طور پر بھی غلط تھا۔

صورت ثانیہ: میں بھی شرط کا مفہوم واضح ہے کہ اگر تمہیں یہ حکم معلوم نہیں اور تم اس میں متردد ہو تو ہم اس کی وضاحت کیے دیتے ہیں کہ عدت ان کی تین ماہ ہے جس طرح حیض ایک امر ضابطہ تھا اور قاعدہ کلیہ تو اسی طرح یہاں بھی حکم کلی ہونا چاہیے ہر عورت کی عادت معروفہ کو اعتبار

کرنے پر حکم بدلتے رہیں گے لہذا اس میں اٹل حکم تین ماہ والا ہے خواہ عادت معروفہ جو بھی ہو اندریں صورت شرط کا ذکر صورت واقعیہ بیان کرنے کے لئے ہوا نہ کہ احتراز کے لئے یعنی تمہیں اس میں تردد تھا لہذا ہم نے حتمی فیصلہ بتلا کر تمہارا تردد زائل کر دیا۔

صورت ثالثہ: ریب وتردد اس میں ہو کہ آیا ان پر بھی عدت واجب ہے یا نہیں جبکہ حیض والی پر تو عدت واجب ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم وجوب اور عدم وجوب میں متردد ہو تو سنو ان عورتوں کی جو آیسہ ہیں یا صغیر السن، ان کی عدت تین ماہ ہے اور جمہور مفسرین نے بھی اسی شق کو اختیار کیا ہے اور شان نزول بھی اس کی تائید کرتا ہے اور شیعہ کے علامہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کا مختار بھی یہی ہے۔ منہج الصادقین میں ہے: واکثر مفسراں برآنند کہ مراد بقولہ تعالیٰ ان ارتبتم ارتیابست در وجوب عدت نہ درسن و مراد بقولہ تعالیٰ لم یحضن عدم بلوغ ایشانست بسن حیض وعلم الہدیٰ برآنست۔ (ج۹ص۳۲۱)

سوال: شان نزول کی رو سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ حضرت ابی اور دیگر صحابہ کو عدت معلوم نہیں تھی لہذا انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کی عدت بیان فرمائی مگر آیسہ صغیرہ اور حامل کی عدت رہ گئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ کو ان جهلتم فرمانا چاہیے تھا کیونکہ وہ عدت سے بے خبر تھے نہ کہ اس میں متردد۔

(منہج الصادقین از کاشانی ص۳۲۱)

جواب اول:

عن ابی (الی) قالوا: لقد بقی من عدة النساء عدة لم تذکر فی القرآن عن اسماعیل (الی) فقالوا یا رسول الله ارایت التی لم تحض والتی

قدیئست من المحیض فاختلفوا فیھا فانزل اللہ ان ارتبتم یعنی ان شککتم﴾

(درمنثور جلد ۶ ص ۵۳۲)

دوسری روایت میں اختلاف کی تصریح موجود ہے اور روایت اولی میں گو تصریح نہیں لیکن تردد اور ریب کے منافی بھی نہیں ہے کیونکہ یہ تو انہیں معلوم ہے کہ عدت ہونی چاہیے اسی لئے عرض کیا کہ ان عورتوں کی عدت بیان ہونی باقی ہے۔ یہ نہیں عرض کیا کہ ان کے لئے عدت ہے یا نہیں تو لامحالہ عدت کی تعیین میں ریب وتردد ہوگا کہ ہر عورت کی عادت معروفہ کو دیکھا جائے گا یا کوئی حتمی صورت اس کی بیان ہوتی ہے۔ تو اس تردد کو زائل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالّٰٓـئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُھُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشْھُرٍ وَّالّٰٓـئِیْ لَمْ یَحِضْنَ﴾

جواب دوم: اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اسے معلوم تھا کہ ایک گروہ اپنے مزعومات کی وجہ سے اس عدت کا انکار کرے گا۔ اور ان کی عقلی دلیل بے بنیاد ہوگی جو محض موجب شک اور باعث ریب وتردد ہوگی اس لئے فرمایا ان ریب وتردد میں نہ رہو۔ میرا حتمی اور قطعی حکم سنو، جیسے منکرین قرآن اپنے طور پر تو یقین رکھتے تھے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں لیکن اس قول کے بے بنیاد ہونے کی وجہ سے فرمایا:

اور یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ آیات شان نزول میں منحصر نہیں ہوتیں جبکہ یہ حکم قیامت تک کیلئے ہے تو کسی بھی دور کا متردد اس کا مخاطب ہوسکتا ہے اور بطریق التغلیب سب امت مخاطب ہوسکتی ہے۔ مزید جوابات بھی دیے جاسکتے ہیں لیکن خوف طوالت مانع ہے۔

سوال: شیعہ مذہب میں ائمہ کرام سے منقول روایات میں تصریح موجود ہے کہ صغیرہ اور آیسہ پر عدت نہیں، لہذا کلام مجید کا معنی ومفہوم بھی انہی روایات کی روشنی میں متعین کیا جائے گا۔ لہذا

ڈھکو صاحب کا یہ کہنا درست ہو گیا کہ لزوم عدت کا قول خلاف شرع ہے؟

جواب اول: قرآن مجید کے صریح مفہوم اور قطعی مدلول کے خلاف جو روایت بھی ہوگی وہ قطعاً مردود اور نا قابل قبول ہوگی اور اس ضابطہ کا شیعہ کو بھی اعتراف ہے۔ اور ایسی جملہ روایات صریح مفہوم اور قطعی مدلول کے خلاف ہیں اور یہ تو چند روایات ہیں ان کا کیا اعتبار جبکہ انہی ائمہ کی طرف سے دو ہزار سے زیادہ روایات شیعہ کی کتب صحاح اور دیگر کتب میں منقول ہیں جو کہ تحریف قرآن پر مشتمل ہیں ﴿کما صرح صاحب فصل الخطاب﴾ مگر ڈھکو صاحب کہتے ہیں وہ سب مردود اور نا قابل اعتبار ہیں۔ تو جس مذہب کی ہزاروں روایات پر یقین نہیں کیا جا سکتا اس کی چند روایات پر اعتماد کیسے کیا جا سکتا ہے اور وہ بھی قرآن مجید کے صریح فرمان کو نظر انداز کر کے۔

جواب ثانی: اندریں صورت ڈھکو صاحب کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ لزوم عدت کا قول شیعہ مذہب کے خلاف ہے نہ کہ خلاف شرع ہونے کا حکم لگانا چاہیے تھا۔ کیونکہ شریعت پر کار بند ہونے کے تہتر اسلامی فرقوں میں سے ہر فرقہ کا دعویٰ ہے۔ اور ہر فریق اپنے طور پر آیات اور احادیث سے استدلال کرتا ہے اندریں صورت اہل السنت کا دعویٰ قرآن مجید کے مطابق ہے اور اپنے مذہب کی کتب احادیث وتفاسیر کے مطابق۔ اور شیعہ کے مسلم محدث اور متکلم سید مرتضیٰ علم الہدیٰ بھی اس مسلک پر گامزن نظر آتے ہیں تو ڈھکو صاحب کو قطعاً یہ دعویٰ زیبا نہ تھا کہ یہ قول خلاف شرع بھی ہے اور خلاف عقل بھی۔ جمہور کا لحاظ نہ تھا نہ سہی۔ ذرا اپنے علم الہدیٰ کے علم ہدایت کا ہی کچھ لحاظ کر جاتے۔۔۔ مگر متعہ دوریہ کا جوش تھا جس نے ہوش سلب کر لیا تھا اس لئے اپنے بیگانے کی پہچان بھی ختم ہو گئی اور یہ احساس بھی ختم ہو گیا کہ اہل السنت کا قول شیعی تحقیق کے خلاف سہی مگر کمال احتیاط اسی میں ہے اور حلال وحرام کے معاملہ میں سخت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے لہذا اس کو اختیار کر لیا جائے بلکہ اس کو علی الاطلاق خلاف عقل وشرع قرار

نے کر مکمل بے احتیاطی کا مظاہرہ کیا۔کیا سید مرتضیٰ علم الہدیٰ جیسے شیعی عالم میں عقل نہیں تھی یا اس کو شیعی شریعت کا علم نہیں تھا۔

قاضی نور اللہ شوستری کی خیانت اور غیر حائضہ کا متعہ دوریہ

اقول: قاضی صاحب بھی ایک خیانت کر گئے ہیں کیونکہ اگر عورت ایسی عمر میں ہو کہ اس کو بوجہ صغرسنی کے حیض نہ آتا ہو تو باوجود جماع کئے جانے کے اس پر عدت نہیں ہے جیسے کہ (فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸) میں امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے **لیس علیھا عدۃ وان دخل بھا**۔لہذا اس کے ساتھ بھی متعہ دوریہ کا جواز تسلیم کرنا لازمی تھا کیوں کہ نہ وہ آیسہ ہے اور نہ ہی ذوات الاقراء سے ہے اور نہ ہی اس پر عدت ہے اور ایک جگہ سے فارغ ہونے پر فوری طور پر دوسری جگہ شادی یا متعہ اس کے لئے بالکل روا ہے جیسے عبدالرحمن بن الحجاج نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔ ﴿**ثلاث یتزوجن علی کل حال**﴾ تین عورتیں ہر حال میں نکاح کر سکتی ہیں اور پہلے نمبر پر ﴿**التی لم تحض ومثلھا لاتحیض**﴾ اسی زوجہ کا ذکر ہے جس کو حیض نہ آیا ہو اور نہ اس عمر کی لڑکیوں کو حیض آتا ہو جب عدت بھی نہیں اور نکاح ومتعہ میں رکاوٹ ائمہ اہل بیت کی طرف سے نہیں تو لازمی طور پر اس کے لئے متعہ دوریہ جائز ہوگا جب تک حیض آنا شروع نہ ہو یا حمل ٹھہرنے کی عمر کو نہ پہنچے۔لہذا قاضی صاحب نے اس صنف کا ذکر نہ کر کے خیانت سے کام لیا ہے اور اس کے متبعین شیعی علماء نے بھی۔

مگر بدقسمت صرف وہ ہے

جس کو حیض آتا ہو یا اس عمر میں ہو اگرچہ منکوحہ عورتوں کی نسبت ان کیلئے کافی رعایت دی گئی ہے کیونکہ نکاح والیوں کے لئے تین حیض یا تین ماہ عدت ہے اور متعہ والی کے لئے صرف

ایک حیض یا ڈیڑھ ماہ عدت ہے مگر کہاں ایک ایک مرتبہ جماع پر متعہ کرنے والیوں یا ایک ایک گھنٹہ کی میعاد پر متعہ کرنے والیوں کا اجر وثواب اور آمدنی کا حساب اور کہاں ڈیڑھ ڈیڑھ ماہ یا ایک ایک حیض کے وقفہ سے متعہ کرنے کا اجر اور اجرت۔ ارمان تو ہمیں اس کی محرومی کا بہت ہے لیکن اس کی تدبیر ہمیں کتب شیعہ میں نظر نہیں آئی لہذا کوئی کارگر نسخہ کرنے سے قاصر ہیں۔

محرومی کا تدارک

مگر وہ اس طرح بھی کر لیتی ہیں کہ ایک خاوند کے ہوتے ہوئے دوسری جگہ متعہ کرتی رہتی ہیں اگر پردہ رہ جائے تو پھر اجرت اور آمدنی والا خسارہ پورا ہو جاتا ہے آخرت میں جو ہوگا وہ تو یقین ہے کہ ایک ایک کے ساتھ متعہ کرنے والیوں کا حشر بھی زنا کاروں جیسا ہوگا لیکن داد عیش ،لذت نفس میں یعنی کل جدید لذیذ اور آمدنی میں تو وہ سبقت نہیں لے جائیں گی نا۔ روایت ملاحظہ ہو۔

امام ابوالحسن کے پاس ابان بن تغلب نے ایسی ہی ایک متعہ کا خط میں ذکر کے مسئلہ دریافت کیا ہے۔

﴿الرجل يتزوج المراة متعة بمهر الى اجل معلوم واعطاها بعض مهر ها واخرته بالباقي ثم دخل بها وعلم بعد دخوله قبل ان يوفيها باقي مهر ها انما زوجته نفسها ولها زوج مقيم معها .ايجوز جس باقي مهر ها ام لا يجوز؟ فكتب عليه السلام لا يعطيها شيئا لانها عصت الله عزوجل﴾

(کافی ج ۲ ص ۱۹۲)

ایک آدمی نے ایک عورت کے ساتھ مہر معین پر مدت معینہ کے لئے عقد متعہ کر لیا کچھ مہر دے دیا اور کچھ ادھار کیا ہم بستری کر لی اور اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس کا خاوند تھا جو اس کے

ساتھ مقیم تھا۔ کیا بقایا اجرت اس کو دینی لازم ہے یا اس کو روک سکتا ہے (تا کہ بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی)؟

توامام موصوف نے فرمایا کہ اس کو کوئی چیز نہ دے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرنبرداری کی ہے۔ لیکن افسوس کہ نہ تو ابان بن تغلب نے توجہ دلائی اور نہ ہی امام موصوف کو خیال آیا کہ جس غریب کا نکاح تھا اس کی عزت برباد ہوئی اور اس متعہ کے شائق نے صرف اس عورت کے کہنے پر بغیر تحقیق وتفتیش کے یہ قدم کیوں اٹھایا؟ اور اس کی آبرو کیوں برباد کی۔ نہ اس کی سزا اور حدود وتعزیر کا ذکر آیا نہ اس کو تاوان ادا کرنے کا حکم دیا معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہب میں کسی شریف آدمی کی عزت اور ناموس کے تحفظ کا کوئی بندوبست نہیں ہے اور اس خرابی کی جڑ اور بنیاد یہ ہے کہ اس مذہب میں صرف متعلقہ عورت کا اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ میں خاوند والی نہیں ہوں۔ نیز گواہ مقرر کرنے اور عقد کی تشہیر بھی لازم وضروری نہیں ہے ورنہ روز اول ہی حقیقت واضح ہو جاتی اور عزت وآبرو کے تحفظ کا سامان ہو جاتا۔

عقد متعہ میں سخت بے احتیاطی

شیعہ صاحبان خود بے احتیاطی کرتے اور بیک وقت ایک عورت کے متعدد خاوند بنے رہتے تو کہہ سکتے تھے ہمارا ذاتی معاملہ ہے اس میں دوسرے شخص کو مداخلت کا کیا حق مگر وہ جو بھی غلط کام کرتے ہیں ائمہ کرام اور اہل بیت عظام کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور ان کی عظمت واحترام کو بھی ختم کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔

ا۔ ابان بن تغلب کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا ﴿انی اکون فی بعض الطرقات فاری المراۃ الحسناء ولاامن ان تکون ذات بعل اومن العواھر قال لیس ھذا علیک انما علیک ان تصدقھا فی

نفسھا﴾ (فروع کافی ج ۲ ص ۲۹۶) (باب ۔مصدقه علی نفسھا)

میں کبھی کسی راستے پر گزرتے ہوئے حسین و جمیل عورت کو دیکھوں اور اندیشہ بھی ہو کہ یہ شادی شدہ ہے یا زنا کاروں میں سے ہے (اور متعہ کرنے کے لئے طبیعت بھی مضطرب اور بے قرار ہو تو تحقیق و تفتیش کروں یا اس کی ضرورت نہیں ہے) تو آپ نے فرمایا: یہ تیری ذمہ داری نہیں ہے بلکہ تم پر یہ لازم ہے کہ اس کو سچا مانے اور اپنے معاملے میں اس کی زبان پر اعتماد و اعتبار کرے یہ ہے شیعہ کا اولین محدث ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی جس نے عنوان بھی یہی قائم کیا کہ متعہ جو کہے اس کی تصدیق کرو اور تفتیش و تحقیق کے چکر میں نہ پڑو۔

اسی طرح کا عنوان شیعہ کے عظیم محدث اور متکلم ابو جعفر محمد بن حسن طوسی شیخ الطائفہ نے قائم کیا ہے۔

﴿متی ارادالرجل تزویج المتعة فلیس علیه التفتیش عنها بل یصدقها فی قولها﴾ کہ جو شخص عقد متعہ کا ارادہ کرے تو اسے عورت کے معاملے میں تحقیق اور تفتیش کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جو عورت کہہ دے اسی کو درست تسلیم کرتے ہوئے متعہ کرے۔ (خواہ وہ جھوٹ ہی کیوں نہ بول رہی ہو اور مرد کو اس کی سچائی میں شک و شبہ ہی کیوں نہ ہو) پھر اس ضمن میں تین روایات درج کی ہیں ملاحظہ فرمائیں اور متعہ کی سہولتوں اور آسانیوں پر داد دیں۔

۲۔ فضل مولی محمد بن راشد کہتا ہے کہ میں نے امام ابو عبداللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔

﴿انی تزوجت المراة متعة فوقع فی نفسی ان لها زوجا ففتشت عن ذلک فوجدت لها زوجاقال ولم فتشت؟﴾

میں نے ایک عورت کے ساتھ متعہ کیا اور میرے دل میں یہ بات جاگزیں ہوگئی کہ اس کا خاوند ہے۔ (اور اس نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے اور زنا کا ارتکاب کیا ہے؟ چنانچہ میں نے

حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے تفتیش کی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ اس کا خاوند تھا تو امام صاحب نے فرمایا تو نے یہ تحقیق و تفتیش کی ہی کیوں؟

۳۔ مہران بن محمد اپنے بعض ساتھیوں سے نقل کرتا ہے کہ امام ابو عبداللہ سے عرض کیا گیا۔ ان

﴿فلاناتزوج امرائة متعة فقيل له ان لهازوجافسألها فقال ابو عبدالله عليه السلام. ولم سالها؟﴾

بے شک فلاں نے ایک عورت کے ساتھ متعہ کیا تو اسے کہا گیا اس کا خاوند موجود ہے تو اس نے اپنے متعہ سے دریافت کیا تو امام ابو عبداللہ نے (سرزنش کرتے ہوئے) فرمایا۔ اس نے سوال کیوں کیا؟

۴۔ محمد بن عبداللہ الاشعری کہتا ہے کہ میں نے امام رضا سے دریافت کیا۔

﴿الرجل يتزوج بالمرئة فيقع فى قلبه ان لهازوجاقال ماعليه اراء يت لو سالها البينة كان يجد من يشهد ان ليس لها زوج؟﴾

ایک شخص ایک عورت کے ساتھ متعہ کرتا ہے اور اس کے دل میں خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کا خاوند ہے (اور یہ مجھے دھوکہ دے کر متعہ کی اجرت کما رہی ہے) تو آپ نے فرمایا اس پر کوئی حرج نہیں ہے اور نہ تحقیق و تفتیش کے گورکھ دھندے میں پڑنے کی ضرورت ہے۔ بتلایئے اگر یہ شخص اس عورت سے گواہ طلب کرے گا تو کیا لامحالہ ایسے اشخاص مل جائیں گے جو گواہی دے دیں گے کہ اس کا خاوند نہیں ہے۔

ف: روایت گھڑنے والوں نے یہ نہ سوچا کہ متقیوں کے سردار اور پیشوا کیا ایسی بے احتیاطیوں کا حکم دے سکتے ہیں اور علی الخصوص حلال و حرام کے معاملہ میں پھر حیرانگی کی بات ہے کہ امام کو اس قدر بے علم اور بے خبر ثابت کر دکھلایا کہ نفی و اثبات میں تعارض و تخالف کی صورت میں ترجیح کس کو ہوتی ہے اور خاص طور پر جو امور خفیہ سر انجام دیے جاتے ہوں اور صرف اخص الخواص ہی ان

سے باخبر ہو سکتے ہوں بلکہ ماں باپ کو بھی خبر نہ ہونے دی جاتی ہو تو وہاں نفی کی گواہی کی کوئی اہمیت بلکہ اعتبار کی صورت ہو سکتی ہے؟

الغرض یہ ہے وہ لچک اور نرمی جس کی وجہ سے کئی لوگ عزت وآبرو گنوا بیٹھتے ہیں اوران کی عورتوں کو بیک وقت کئی جگہ متعہ کرنے کا موقع مل جاتا ہے اگر پردہ رہ جائے تو آمدنی ہی آمدنی اور بہار ہی بہار ہے اور راز فاش ہو جائے تو صرف بقایا ملنے کی توقع نہیں رکھ سکتیں، بس۔

متعہ کی اجرت

اس متعہ کو سہل ترین اور مرغوب القلوب بنانے کے لئے اسکے مرتکبین اور دلدادگان کو بڑی رعایت اور چھوٹ دی گئی ہے نہ نان ونفقہ لازم نہ لباس وپوشاک کی ذمہ داری اور نہ مکان اور رہائش گاہ مہیا کرنے کا بارگراں اور مزید برآں یہ کہ اجرت بھی انتہائی معمولی یعنی ایک مٹھی گندم یا کھجوریں بلکہ مسواک یا چند گھونٹ پانی مہیا کرنے پر بھی عقد ہو سکتا ہے۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

دلائل ملاحظہ فرمائیں۔۔۔۔

۱۔﴿عن ابی بصیر قال ساء لت ابا عبدالله علیه السلام عن ادنی مهر المتعة ماهو؟قال کف من طعام دقیق او سویق او تمر﴾ (فروع کافی ج۲ص۱۹۴)

ابوبصیر سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے متعہ کی کم از کم اجرت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔ایک مٹھی آٹا یا ستو یا کھجوریں۔

۲۔﴿عن الاحول قال.قلت لابی عبدالله علیه السلام ماادنی ماتتزوج به المتعة؟ قال کف من بر﴾ (فروع کافی ج۲ص۱۹۴)

احول سے مروی ہے کہ میں نے امام ابوعبداللہ سے عرض کیا کہ عقد متعہ کی ادنی مقدار اور اجرت

کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ ایک مٹھی گندم۔

۳۔ ﴿روی بعضهم (انه) سواک﴾ اور بعض نے اس روایت میں ادنی مقدار اور کمترین اجرت کے طور پر مسواک کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت (امیر المومنین) عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئی اور کہا۔

﴿انی زنیت فطهر نی فامربهاان ترجم فاخبر بذلک امیر المومنین علی علیه السلام فقال. مررت بالبادية فاصابنی عطش شديد فاستسقيت اعرابيا فابی ان يسقينی الاان امكنه من نفسی فلمااجهدنی العطش و خفت علی نفسی سقانی فامكنته من نفسی .فقال امير المومنين عليه السلام تزويج ورب الكعبة﴾ (فروع کافی ج۲ ص۱۹۸ باب النوادر)

کہ میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے لہذا مجھ پر شرعی حد لگا کر مجھے پاک کریں آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس سے دریافت کیا تو نے کیسے زنا کیا؟ تو اس نے کہا میں ایک ویرانہ اور جنگل میں سے گزر رہی تھی اس دوران مجھے سخت پیاس لگی۔ ایک اعرابی اور بدوی سے پانی طلب کیا تو اس نے اس وقت تک پانی دینے سے انکار کر دیا جب تک کہ میں پانی پلانے کے عوض اس کو جماع اور زنا کا موقع مہیا نہ کروں۔ جب مجھے پیاس کی شدت نے مجبور کر دیا اور مجھے جان کا خطرہ لاحق ہو گیا تو اس نے مجھے پانی پلا دیا اور میں نے اس کا مطالبہ اور تقاضائے نفس پورا کر دیا اور اسے زنا کا موقع فراہم کرتے ہوئے اپنا آپ اس کے حوالے کر دیا۔ تو امیر المومنین نے فرمایا مجھے رب کعبہ کی قسم یہ تو ازدواجی تعلق ہے نہ کہ زنا یعنی یہ عقد متعہ ہے لہذا اس پر حد اور تعزیر نہیں لگ سکتی ہے لہذا اس کو معافی دی جائے۔

متعہ کے سب شرائط معاف ہو گئے

جس فعل بد کے متعلق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف یہ روایت منسوب کر کے اس کو عقد متعہ اور حلال قرار دیا گیا ہے اس میں نہ متعہ کے صیغے مذکور ہیں نہ اجل اور مدت کا تعین ہے نہ ایجاب وقبول کی ظاہری صورت موجود ہے بلکہ حد یہ ہے کہ عورت کو پتہ تک نہیں کہ متعہ بھی شریعت میں ہے اور ایسی ضرورت اور مجبوری میں اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے بلکہ وہ خود اس کو خالص زنا سمجھتی ہے اور اس آلودگی سے پاکیزگی اور تطہیر کی خاطر شرعی سزا کا مطالبہ کرتی ہے مگر اس کے وہم وگمان کے برعکس اس کو صرف سزا سے ہی معافی نہ ملی بلکہ متعہ کے عظیم اجر وثواب کی مستحق ٹھہری اور وہ جنگلی دیو جو پانی کے چند گھونٹ پلا کر ان کی بڑی قیمت وصول کر گیا اس کو بھی چھٹی مل گئی اور کسی نے نہ پوچھا کہ اسلامی حکومت میں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور حکومت میں تو کون ہوتا ہے مسلمانوں کی عزت وآبرو لوٹنے والا اور ایسی ذلیل حرکت کرنے والا؟ بلکہ اس کے برعکس اس فعل قبیح اور عمل شنیع کو نکاح بنا دیا گیا۔

کیا جہان میں کوئی ایسا عقل مند شخص مل سکتا ہے جو جان بلب عورتوں کی مجبوریوں سے اس قسم کے فوائد حاصل کرنے کو نکاح قرار دے اور اس درندگی کو عقد متعہ قرار دے کر صرف مباح ہی قرار نہ دے بلکہ بے انتہا اجر وثواب کا موجب قرار دے بلکہ ہر کوئی اسے زنا بالجبر کی ہی ایک صورت تسلیم کرے گا جس طرح کہ خود اس عورت نے اس کو زنا ہی سمجھا اور وہ عورت مستحق تعزیر وحدود نہ سہی اس درندہ صفت انسان کو تو چھٹی نہیں ملنی چاہیے تھی اور نہ اس کا یہ فعل بد نکاح قرار دیا جانا چاہیے تھا لیکن صرف روافض ہی ہیں جو ایسے شرمناک فعل کو بھی نکاح بنا دیتے ہیں اور پھر ایسے ناپاک فعل کی نسبت ان مقدس لوگوں کی طرف کر کے ستم بالائے ستم کے مرتکب ہوتے ہیں۔

نیز قابل غور امر یہ ہے کہ یہ فعل نکاح دوام تو ہے نہیں لامحالہ اس کو متعہ ہی قرار دیا جائے گا تو کیا واقعی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دور فاروقی میں ایسے گھناؤنے فعل کو متعہ کہہ کر جائز قرار دے سکتے تھے؟ قطعاً نہیں بالکل نہیں بلکہ وہ تو اپنے دور حکومت میں بھی جبکہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصال فرمائے تیرہ چودہ سال بیت چکے تھے یہی کہتے نظر آتے ہیں۔

﴿لولا سبقنی الیه عمر مازنا الاشقی یعنی الاقلیل اراد (انه) لو لاماسبقنی به عمر رضی الله تعالیٰ عنه من نهیه عن المتعة وتمکن نهیه فی قلوب الناس لندبت الناس الیها ورغبتهم فیها﴾ (تفسیر صافی ص ۱۲۷)

یعنی عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے پہلے لوگوں کو متعہ سے منع نہ کر دیا ہوتا اور لوگوں کے دلوں میں ان کا امتناعی حکم راسخ نہ ہو چکا ہوتا تو میں انہیں متعہ کرنے کی دعوت اور ترغیب دیتا تاکہ وہ متعہ میں مشغول ہو کر زنا سے بچ جاتے اور صرف قلیل لوگ ہی زنا کرتے جو بہت بد بخت ہوتے۔

الغرض جب شیر خدا اسد اللہ الغالب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے اتنا عرصہ بعد بھی اس طرح کا حکم دینے سے قاصر ہیں تو انہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان کے حتمی فیصلہ کے خلاف فتویٰ دینے کی ہمت کیسے ہو سکتی تھی یا تقیہ کے دعوے غلط ہیں۔ یا اس قسم کی روایات سراسر کذب ہیں۔

الغرض متعہ جیسے عقد میں مالی بوجھ کے اندر چھوٹ اور رعایت اور تعداد میں اس قدر وسعت کہ ہزار عورت سے بھی یہ عقد جائز اور درست نان ونفقہ اور پوشاک وغیرہ سے مکمل چھوٹ اور درجات ومراتب کے لحاظ سے بے انتہا ترقی اور رفعت تو کیا کہنے ہیں اس عقد متعہ کے اور اس مذہب تشیع کے بس حلوائے بے دود ہے اور مفت کی شراب عتیق ورحیق بشرطیکہ خوف خدا نہ ہو اور نبی الانبیاء ﷺ سے شرم وحیا نہ ہو۔

شیعی تاویل وتوجیہ

علامہ ڈھکو صاحب فرماتے ہیں۔متعہ کے لئے معمولی اجرت رکھی گئی ہے تو کون سی قیامت آ گئی۔عقد مہر میں بھی تو معمولی حق مہر دینا کافی ہے۔

اقول: دائی نکاح میں گو صرف احناف کے نزدیک کم از کم دس درہم چاندی کے تعین ہے اور دوسرے ائمہ کرام معمولی مالیت کی اشیاء کو بدل مہر کے طور پر جائز رکھتے ہیں۔لیکن اس میں خوراک، پوشاک اور رہائش وغیرہ کی ذمہ داری تو خاوند پر عائد ہوتی ہے لیکن عقد متعہ میں وہ ذمہ داریاں بھی معدوم اور اجرت کی حالت بھی ملاحظہ کر چکے تو اس سے صاف ظاہر اور روشن ہو گیا کہ اس مذہب اور نظریہ کے ایجاد کرنے کا بنیادی مقصد آوارگی اور بے راہ روی پیدا کرنا ہے اور نکاح مسنون جو کہ سراسر خیر و برکت ہے اور عزت و ناموس اور حسب و نسل کی حفاظت اور صیانت کا موجب اس سے لوگوں کو ہٹانا بے رغبت کرنا اور سراسر عیاش اور شہوت پرست بنانا ہے۔

متعہ کی اجرت کس وقت اور کتنی دینی لازم ہے؟

یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ جو معمولی اجرت بھی عقد متعہ میں طے پائی ہو، محض عقد متعہ کی وجہ سے وہ ادا کرنی لازم نہیں ہوگی بلکہ اس کے لئے عملاً مکمل استفادہ اور نفع اندوزی کا موقع پانا ضروری ہے۔ورنہ اس کی ادائیگی مکمل طور پر روکی جا سکتی ہے یا اس میں کٹوتی کی جا سکتی ہے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔اگر عقد متعہ کے بعد مرد کو موقع ہی نہیں دیا گیا کہ وہ جماع کرے، خواہ عورت کی طرف سے رکاوٹ پیش آئی یا اس کے اقارب کی طرف سے اور سارا وقت جو متعہ کے لئے مقرر کیا گیا تھا اسی طرح گزر گیا تو اس عورت کے لئے بالکل اجرت نہیں ہے اور اگر کچھ عرصہ تو اسی طرح محرومی

میں گزرا اگر بقیہ وقت میں موقعہ مل گیا تو مقررہ اجرت اور ایام عقد کی مناسبت سے جتنے دن اس کو موقع ملا ان کی اجرت ادا کرے گا اور عورت کے نشوز اور اپنے حرمان والے ایام کی اجرت ساقط ہو جائے گی۔ (برہان المتعہ ص ۶۱)

﴿وقال ابو الحسن علیه السلام نعم ینظر ماقطعت من الشرط فیحبس عنها من مهر هابمقدار مالم تف به ماخلا ایام الطمث﴾ (فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۶)

امام ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں مرد دیکھے کہ عورت نے مشروط ایام میں سے کتنی مقدار منقطع کر دی ہے۔ تو اسی قدر اس کی اجرت سے روک لے جس قدر اس نے وفا کی، ماسوا ایام حیض کے (ان کی اجرت نہیں کاٹی جا سکتی کیونکہ وہ شرعی عذر ہے)۔

۲۔ اگر عقد متعہ کے بعد اور مجامعت اور مباشرت سے پہلے اجل اور مدت متعہ عورت کو ہبہ کو دے تو علماء شیعہ کی ایک جماعت کے نزدیک نصف مہر ادا کرنا ہوگا اور اگر ایک مرتبہ جماع کرنے کے بعد بقیہ ایام ہبہ کر دے تو پوری اجرت دینا لازم ہوگی۔ (برہان المتعہ ص ۶۲،۶۱)

اور جامع عباسی ص ۱۵۱ پر مرقوم ہے۔ اگر زن متعہ باشد و مدت راباو بخشد نصف آنچہ باو قرار دادہ بدہد۔ یعنی متعی عورت کو متعہ بخشنے پر آدھی اجرت دینی لازم ہوگی۔ اس عبارت سے تمام علماء شیعہ کا اس بات پر اتفاق یا کم از کم اس قول کا مختار ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ اگر جماع سے پہلے مرد فوت ہو جائے تو متعہ والی عورت کے لئے آدھی اجرت ہوگی اور عدت وفات بھی لازم ہوگی مگر بعض علماء اس صورت میں بھی پوری اجرت ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں اور کامل احتیاط اسی میں ہے۔ (برھان المتعہ ص ۶۱)

اگر موت قبل دخول حائل شد پس اور انصف مہر و نگداشتن عدت وفات میر سد و تمام مہر نزد بعضے باشد و ایں احوط ست۔

متعہ کے لئے ایڈوانس بکنگ

۴۔اگر عقد معلق ہے مدت موخر پر خواہ ایک ماہ کم وبیش یعنی عقد آج طے پا گیا لیکن مدت اور اجل ایک ماہ بعد شروع ہونی قرار پائی تو اس میں کوئی عیب اور جائے اعتراض نہیں اما نتیجہ در چند موضع دہد یعنی اس کے اثرات چند جگہ ظاہر ہوں گے۔

ا۔ایں ضیغہ در بین ایں زمان تا زمان حضور اجلش با غیر عقد صیغہ دیگر نمیتو اند اگر چہ زمان وسعت مدت وعدت ایں صیغہ ہم داشتہ باشد۔یعنی یہ عورت وقت عقد سے لے کر عقد متعہ کے آغاز تک کسی دوسرے شخص سے عقد متعہ کی مجاز نہیں ہوگی خواہ درمیانی عرصہ اتنا وسیع ہو کہ متعہ کے ایام گزر کر عدت بھی گزر سکے یا آیسہ یا صغیرہ ہم علی الاطلاق باشد خواہ وہ عورت سن ایاس کو پہنچی ہو (جس کی عدت ہی نہیں ہوا کرتی) اور یا صغیرہ ہو (اس کی بھی عدت نہیں ہوتی)۔

ب: خواہر ایں زن را دریں مدت در عقد نمیتو اند آورد۔دوسرا اثر یہ مرتب ہوگا کہ وہ مرد اس منسوبہ عورت کی بہن سے ان ایام میں عقد نہیں کر سکے گا۔

ج: اگر ما بین عقد و اجل موت حائل شد پس عقد و مہر و عدت باطل شد۔تیسرا ثمرہ اور نتیجہ یہ مترتب ہوگا کہ اگر عقد معلق اور آغاز اجل ومدت کے درمیان موت حائل ہو جائے تو عقد بھی باطل ہو جائے گا اور مہر وعدت بھی۔ (برھان المتعہ ص ۶۰)

تبصرہ بیک وقت دو مردوں کے ساتھ عقد متعہ کا جواز

اگر عقد معلق اب منعقد نہیں ہو چکا تھا تو اس عورت کی بہن سے عقد ممنوع کیوں ٹھہرا اور اب منعقد ہو چکا تو بیک وقت دو عقد قرار پائے گئے ایک کے لئے مباشرت اور مجامعت حلال ٹھہری مگر دوسرے کا بھی عقد متعہ صحیح ہے اگر چہ وہ ابھی مباشرت اور مجامعت کا حقدار نہیں ہے کیا کوئی آسانی

مذہب ایسی ایڈوانس بکنگ کی مثالیں عورتوں کے متعلق پیش کر سکتا ہے؟ نہیں قطعاً نہیں یہ صرف اور صرف روافض کو امتیاز حاصل ہے اور انہوں نے ہی یہ انوکھے طریقے ایجاد کیے ہیں۔

آمدم برسر طلب۔ اس امر سے قطع نظر کہ یہ عقد غلط ہے یا صحیح ہم نے یہ بتلایا ہے کہ عقد متعہ محقق مان کر موت حائل ہونے کی صورت میں اجرت کے لزوم کر باطل ٹھہرایا گیا ہے لہذا واضح ہو گیا کہ محض عقد متعہ سے اجرت مقررہ ادا کرنا لازم نہیں ہے۔

قول باری تعالیٰ۔ فما استمتعتم به منهن الآية

اور شیعی استدلال کا بطلان

مندرجہ بالا حوالہ جات سے حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ شیعہ مذہب میں عقد متعہ سے پوری اجرت مقررہ ادا کرنی لازم نہیں ہے بلکہ دائمی نکاح کی طرح دراصل جماع اور مباشرت کے ساتھ ہی پوری اجرت دینا لازم ہوتی ہے خواہ حقیقتاً مباشرت پائی جائے یا حکماً جیسے خلوت صحیحہ وغیرہ اور اگر عورت اور اس کے اقارب مباشرت سے مانع ہوں تو عقد کے باوجود ایک پائی کی بھی حقدار نہیں اور بعض حصہ مقررہ میں سے بلا مباشرت گزار دیں تو کٹوتی کر لی جائے گی لہذا شیعہ صاحبان کا اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے استدلال لغو اور باطل ہو جائے گا۔ **فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن** کیونکہ محض عقد متعہ سے اجرت مقررہ ادا کرنا ان کے نزدیک لازم ہی نہیں اور اس آیت کریمہ سے عقد متعہ مراد ہو تو پھر شیعہ مذہب کا خلاف قرآن ہونا لازم آئے گا۔ اور یہ تفصیلات و تفریعات لغو اور باطل ٹھہریں گی۔ تو لامحالہ قول باری تعالیٰ میں استمتاع سے مراد مجامعت اور مباشرت ہوگی اور یہ معنی لغوی ہے جو کہ عقد دائم میں بھی متحقق ہے اور اس آیت مبارکہ کا سیاق و سباق بھی عقد دائم کے احکام پر مشتمل ہے۔

لہذا شیعہ اور اہل سنت کے اجماع و اتفاق سے یہاں پر استمتاع کا لغوی معنی مراد ہونا

واضح ہو گیا اور اس سے محض عقد متعہ مراد ہونا غلط محض اور سراسر باطل ہو گیا۔ (استبصار ص ۱۲۱) وغیرہ میں یہی حکم حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام محمد باقر سے مروی ہے۔

﴿لا یوجب المهر الاالوقاع فی الفرج اذاالتقی الختانان وجب المهر و العدة﴾

یعنی فرج میں جماع اور عورت ومرد کی شرم گاہوں کے اختلاط سے مہر اور عدت لازم ہوتے ہیں اور امام محمد باقر فرماتے ہیں۔ ﴿اذا دخل بها (الی) یجب المهر﴾۔ یعنی مجامعت سے ہی مہر اور اجرت لازم ہو گی۔

لہذا مہر نیمروز کی طرح روشن ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں صرف اور صرف مہر کامل کے وجوب کا بیان ہے اور اس فرض سے جلد سبکدوش ہونے کی اپیل ہے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ میں ایک عورت کے ساتھ نکاح اور مباشرت کروں اور اسے کچھ نہ دوں تو یہ طریقہ جائز ہے؟

آپ نے فرمایا۔ ﴿نعم یکون دینا علیک﴾ ہاں مباشرت جائز ہے لیکن مہر اور اجرت تجھ پر قرض ہو گی۔ (استبصار ص ۱۱۸)

اور یہی الفاظ متعدد روایات میں موجود ہیں لہذا آیت کریمہ میں بھی استمتاع اور حصول منفعت کے بعد لازم آنے والے اس قرض کی ادائیگی اور اس فرض سے جلد از جلد سبکدوش ہونے کی تلقین ہے۔

قرات شاذہ الی اجل مسمی کا حقیقی مفہوم

نیز جس قرات شاذہ میں الی اجل مسمی کے کلمات مذکور ہیں تو اس میں بھی اس فرض اور قرض کی ادائیگی کی تاکید مقصود ہے یعنی جب صرف ایک مرتبہ مجامعت کر لینے سے پورا حق مہر تم پر واجب الادا ہو چکا تھا تو جن کے ساتھ تم لمبے عرصہ تک نفع اندوز ہوتے رہے انہیں

مقرر حق مہر کیوں نہیں دیتے جلد از جلد اس قرض کو ادا کرو اور حق کو حق دار تک پہنچاؤ علاوہ ازیں یہ قرات متعہ کے اصطلاحی یا شرعی معنی کے ارادے سے مانع ہے کیونکہ مدت کی تعیین اس کی ماہیت میں داخل ہے اور بغیر اس کے متعہ کا تحقق نہیں ہو سکتا تو پھر متعہ کے بعد اس کا ذکر بے فائدہ ہو کر رہ جائے گا۔ اور عبث وھو کماتری۔

نیز الی اجل مسمی شاذ قرات ہے جس کا درجہ اخبار آحاد سے بھی کم ہوتا ہے لہذا اس قرات کی وجہ سے قرات متواترہ کا حکم کیونکر نظر انداز کر سکتے ہیں اور اس آیت کریمہ کے سیاق وسباق کو کیونکر نظر انداز کر سکتے ہیں جو صاف صاف دلیل ہیں اس امر واقعہ کی کہ عقد نکاح کے بعد جب ان منکوحہ عورتوں سے مباشرت کرلو تو ان کا حق مہر ان کو ضرور ادا کرو نیز مہر معجل بھی ہوتا ہے اور موجل بھی تو قرات شاذہ میں مہر موجل کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے۔ جس طرح متواترہ میں مطلقاً مہر ادا کرنا لازم کیا گیا تو اس صورت میں بھی متعہ معروفہ پر استدلال غلط ہو گیا۔ مزید تحقیق اس آیت کریمہ کی دوسری جگہ ذکر کی گئی ہے۔

فائدہ ضروریہ

اب تک ناظرین کرام نے عقد متعہ میں اجرت کی مقدار اور اس کی ادائیگی کے احکام ملاحظہ فرمائے اب ذرا اس معمولی اجرت کو بھی واپس لینے کا طریق کار اور حیلہ گریوں کا نمونہ دیکھیں اور بزعم خویش اللہ تعالیٰ کے عقد متعہ کی اجرت ادا کرنے والے ﴿فاتوھن اجورھن﴾ پر عمل درآمد کا بھی مشاہدہ کریں اور یہ بھی دیکھیں کہ یہ کارستانیاں عوام سے لے کر خواص تک میں برابر پائی جاتی ہیں اور اس حمام میں سبھی ننگے نظر آتے ہیں اور شرم وحیا کی دولت سے محروم۔ اور یہ سب راز ھائے درون پردہ جناب علامہ نعمت اللہ الجزائری کی زبانی معلوم ہوئے ہیں آپ بھی مطالعہ کریں اور عبرت حاصل کریں۔

شیعہ کا متمتعات کے ساتھ سلوک اور اجرت واپس لینے بلکہ نفع کمانے کے حیلے

سید نعمت اللہ الجزائری نے اس ضمن میں چند واقعات درج کئے ہیں وہ قارئین کی ضمانت طبع کے لئے پیش کئے جاتے ہیں تا کہ ان لوگوں کی شرم وحیا کا اندازہ ہو سکے اور یہ بھی اندازہ ہو سکے کہ ان کے نزدیک قطعاً ﴿فاتوھن اجورھن﴾ کا یہ معنی نہیں ہے کہ عقد متعہ طے ہونے پر پوری اجرت ادا کرنی لازم ہے بلکہ ان کا ہدف پورا نہ ہو تو نہ صرف ادا کردہ رقم واپس لے لیتے ہیں بلکہ مزید وصول کئے بغیر ان بے چاریوں کی جان بخشی نہیں کرتے۔ بہر حال گھر کے بھیدی کی زبانی حقائق درون پردہ کا مشاہدہ فرمائیں۔

۱۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک نے ایک عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا چونکہ وہ فقیر آدمی تھا لہذا اجرت دو درہم طے ہوئی چنانچہ اس نے ایک رات میں اس کے ساتھ پانچ مرتبہ جماع کیا جب صبح ہوئی تو اس نے دو درہم اجرت طلب کی مگر وہ تو اس مومن کے پاس تھے نہیں (دیتا کس طرح) چنانچہ جب اس مومنہ نے مومنین کے بھرے مجمع میں اپنی آپ بیتی کہہ سنائی اور محرومی کا رونا رویا اور کہا اس نے پانچ مرتبہ جماع کیا ہے اور دو درہم بھی دینے کو تیار نہیں ہے چنانچہ اس مومن نے اس کے تقاضے سے مجبور ہو کر کہا۔

﴿ یا حبابة انعالیی ثم انه نام ورفع ارجله وقال تعالی جامعینی سبع مرات عوض الخمسة المرات فقال الحاضرون الحق مع العالم﴾

اے دلدادہ تشریف لایئے پھر وہ لیٹ گیا اور اپنی ٹانگیں اوپر کو اٹھالیں اور کہا میرے ساتھ پانچ کو عوض سات مرتبہ جماع کر لے تو حاضرین (اش اش کر اٹھے اور کہا) حق اس ع کے ساتھ ہے۔

۲۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک نے شیرازی عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا اور اس کو ایک محمد یہ (سکہ کا نام) دینے کا عہد کیا موسم گرمی کا تھا دوسرے ساتھی مکان کی چھت پر سو گئے اور اس نے حجرہ کا دروازہ بند کر کے اس عورت کے ساتھ رات گزارنے کی ٹھانی۔ ابھی رات آدھی ہوئی ہوگی کہ اس عورت کی آواز اور چیخنے چلانے سے ہم لوگ بیدار ہو گئے تو کیا سنتے ہیں کہ وہ کہہ رہی تھی خدا کیلئے آیئے اور مجھ اس مومن سے بچایئے اس نے تو میری شرم گاہ ہی چیر کر رکھ دی ہے چنانچہ ہم نیچے اتر کر اس کے پاس گئے اور میں نے اس عورت سے ماجرا پوچھا تو اس نے بتلایا کہ رات ابھی آدھی نہیں ہوئی اور اس نے بیس مرتبہ میرے ساتھ جماع کر لیا ہے (آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا) اور میں اس کی قوت برداشت نہیں رکھتی اسے کہیے یہ اپنا سکہ لے لے اور بقیہ رات مجھے معاف رکھے۔

جب میں نے رفیق سفر مومن سے جواب دعویٰ کی وضاحت چاہی تو اس نے کہا یہ بالکل جھوٹی ہے پھر میرا ہاتھ پکڑ کر حجرہ میں لے گیا تو اس نے ہر بار کے جماع کی دیوار پر لکیریں کھینچ کر نشاندہی کر رکھی تھی۔ جب مجھے گننے کا حکم دیا تو اٹھارہ لکیریں نکلیں تو کہنے لگا دیکھو کس قدر جھوٹی ہے۔ تو میں نے اس سے کہا۔

﴿یا فلان اقسم علیک باللہ ما کان فی نظرک الشریف الی وقت الصباح من مرۃ فقال واللہ کان فی خاطری اربعین مرۃ﴾

اے فلاں میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ جناب کی نظر شریف اور خیال مبارک میں صبح تک کتنی مرتبہ جماع کرنے کا ارادہ تھا۔ تو اس نے کہا بخدا میں چالیس مرتبہ جماع کا عزم صمیم رکھتا تھا۔ (لیکن یہ مومنہ شکست کھا گئی اور سب ارادے خاک میں مل گئے اور اٹھارہ مرتبہ کا جماع مفت میں نصیب ہو گیا)

﴿ثم ان المراۃ اعطتہ المحمدیۃ وانہزمت نصف اللیل﴾

مومنہ نے اجرت کی وصولی کے لئے بہت بڑی برداشت کی اور صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا مگر اس کی بدقسمتی کہ اسے اس مومن کی قوت فعل وتاثیر کا اندازہ ہی نہ تھا اور نہ ہی کبھی ایسے مومن کا تصور ہی اس نے کیا ہوگا اس لئے سب صبر وتحمل اکارت گیا اور پوری اجرت واپس کر کے جان بچائی۔

۳۔ بعض مومنین نے اصفہان میں متعہ کا ارادہ کیا تو اسے ایک بڑھیا دلالہ نے کہا میں تجھے ایک حسین وجمیل حتی عورت کا پتہ بتاتی ہوں چنانچہ وہ اسے ایک گھر میں لے گئے جس میں ایک پردہ دار عورت ستر اور پردہ میں مستور بیٹھی تھی۔ چنانچہ اس نے اس کو جوان اور حسین سمجھ کر قبول کرلیا اور اجرت بڑھیا کے ہاتھ تھمادی جو لے کر رفو چکر ہوئی اور جب حجاب اٹھایا تو نوے سال سے زائد عمر کی عورت برآمد ہوئی جس کے منہ میں دانت ہی نہ تھے چنانچہ اس نے چند لمحے سوچا (کہ کس طرح رقم واپس لوں) پھر کہا اے مجسمہ محبت بتولا مجھے کچھ تیل درکار ہے وہ اٹھی اور اس نے فی الفور تیل حاضر کر دیا تو اس نے سر سے دستار وغیرہ اتار کر اچھی طرح سر کو تیل کے ساتھ تر کیا۔ پھر اسے کہا۔۔۔﴿نامی علی اسم الله حتی نقضی الحاجة فنامت فقدم راسه فقالت ماتصنع؟قال قاعدة بلادنا ان یاتون النساء بروسهم﴾

اللہ کا نام لے کر لیٹ جا تا کہ اپنا کام شروع کریں چنانچہ وہ لیٹ گئی تو اس نے اپنا سر اندر داخل کرنے کے لئے مقام مخصوص پر رکھا تو وہ چلا اٹھی ارے کم بخت یہ کیا کرتے ہو اس نے کہا ہمارے علاقے کا دستور العمل ہی یہی ہے کہ وہ عورتوں کے اندام مخصوص میں اپنے سر داخل کرتے ہیں اس عورت نے کہا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے شہروں کو برباد کرے۔﴿هذا شیئی مایکون فقال انظری کیف یکون﴾ یہ کام تو ہو سکتا ہی نہیں اس نے کہا بس دیکھو تو سہی کیسے ہوتا ہے بالکل ہو کر رہے گا۔ چنانچہ وہ مجبور ہو کر اس کے نیچے سے نکلی اور درہم اس کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔﴿هذا دراهمک خذها لا بارک الله﴾ یہ اپنے درہم لیجا اللہ تیرے لئے ان میں برکت نہ دے لیکن اس نے کہا نہیں یہ نہیں ہو سکتا (قول مرداں جان دارد) عہد تھا و اوران کے

بدلے میرے سرنیاز کو بارگاہ ناز میں داخل کی اجازت مرحمت کرو اور مزاحمت سے باز آؤ)

﴿فلم يقبل حتى ضاعفت له الدراہم اضعافا كثيرة بالتماس كثير حتى اخذها و خرج منها﴾

چنانچہ اس عورت نے منت سماجت کر کے کئی گنا زیادہ دراہم دے کر جان چھڑائی اور وہ مومن ان دراہم مضاعفہ اور کثیر منفعت سے فائز المرام ہو کر اور تیل سے مرغن ہو کر واپس تشریف لے گئے۔

۴۔ایک اور مومن کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا جب اس نے متعی عورت کے ستر اور پردہ کو ہٹایا تو بنی اسرائیل کی بوڑھی عورتوں سے بھی عمر میں متجاوز پایا چنانچہ لوٹا اٹھا کر بیت الخلاء کی طرف قضا حاجت کے بہانے گیا اور اپنے آلہ تناسل پر اپنی دستار کو لپیٹ لپیٹ کر اسے ہاون دستہ کی مانند بنا ڈالا پھر ہائے وائے کرتے ہوئے اس عورت کی طرف واپس آیا اور پردہ ہٹا کر آلہ اس کو دکھایا تو اس نے کہا یہ پٹی کیسی ہے؟

تو اس نے کہا مجھے زہر باد کی بیماری ہے اور مجھے طبیب نے یہ مشورہ دیا ہے کہ میں بوڑھی عورت کے ساتھ متعہ کروں اور یہ زہر اس کی اندام نہانی میں گراؤں تب شفا پاؤں گا۔تو وہ یہ صورت حال دیکھ کر سن کر چلا اٹھی اور کہا۔

﴿خذ دراهمک لا بارک الله لک فيها.فقال هيهات هيهات لا اقبل هذا ابدا حتى زادت على ما اعطاها زيادة وافرة فاخذها ومضى﴾

اپنے دراہم واپس لے اللہ تعالیٰ تیرے لئے ان کو نا مبارک کرے تو اس نے کہا ناممکن ،ناممکن میں قطعاً ان کو واپس نہیں لوں گا۔حتیٰ کہ اس عورت نے وصول کردہ دراہم پر بہت زیادہ دراہم اپنی طرف سے بھی اس کو دیے تب وہ انہیں لے کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔

(انوار نعمانیہ ص ۴،۱۳۶،۱۳۰)

۵۔ ہمارے بھائیوں میں سے ایک نے شیراز میں ایک عورت سے عقد متعہ کیا جبکہ وہ ہمارے ساتھ مدرسہ منصوریہ میں قیام پذیر تھا جب عورت نے پردہ ہٹایا اور مجامعت کے لئے گدی کے بل لیٹ گئی تو اس نے اندام مخصوص کو دیکھا کہ وہ غیر مختون ہے تو نشتر لے کر اس عورت کا ختنہ کر دیا تو وہ درد سے چلا اٹھی اور ادھر خون فوارہ کی صورت بہہ نکلا چنانچہ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے مجھ سے زخمی کرنے کی دیت اور تاوان طلب کیا اور میں نے اس سے ختنہ کرنے کی اجرت طلب کرنی شروع کردی۔ ﴿وغلبتها واخذت منها القیمة لکن لامن جنس الدراهم والدنانیر﴾ (ص۱۵۲)

اور کہا کہ میں اس پر (حجت و برھان کے ساتھ) غالب آگیا اور ختنہ کرنے کی اجرت اور قیمت وصول کی لیکن نقدی کی صورت میں نہیں (بلکہ جماع اور مباشرت کی صورت میں لیکن خدا ہی جانے وہ کیا وزنی دلائل تھے جن سے مغلوب ہو کر اس مومنہ نے لہولہان ہونے کے باوجود اپنے اس عضو مخصوص کو اس مومن کے حوالے کر دیا اور ہر چہ بادا باد پر راضی ہوگئی)

۶۔ پچھلی سطور میں آپ نے مومنہ کی شکست اور ناکامی ملاحظہ فرمائی اب آپ مومنہ کی فراخدلی اور مومن کی شکست اور ناکامی و نامرادی ملاحظہ کریں۔ علامہ جزائری فرماتے ہیں۔

ہمارے صالح بھائیوں میں سے ایک نے شیراز میں ایک عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا۔ جب دروازے بند کئے اور کار خاص کا آغاز کرنے کا عزم صمیم کیا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس متعی عورت کا چہرہ سالخوردہ مشک کی مانند خشک اور جھریوں والا ہے اور اس کے منہ میں دانت بھی نہیں ہیں جن کے ساتھ بات کر سکے ماسوا ان کی بوسیدہ جڑوں کے چنانچہ اجرت کھری کرتے ہوئے آنکھیں بند کر کے اور ناک پر ہاتھ رکھ کر جماع کر ہی ڈالا اور فارغ ہونے پر دروازہ کھول کر بھاگنے کی سوچ رہا تھا تو اس نے کہا۔ ﴿لاتفتحه ودعنا الیوم فی عیشنا وان لم ترد من القبل فهذا غیره حاضر﴾

دروازہ نہ کھول اور آج کا دن عیش ونشاط میں رکھ اور اگر اگلا حصہ پسند نہیں ہے تو پچھلی طرف بھی ایک قابل استعمال مقام ہے وہ حاضر ہے دامن جھٹک کر نہ جا اور محروم وصال نہ کر۔

﴿فعرفت الموت فی الموقعة الاخری فصحت الی اصحابی هلموا الی وخلصونی من هذا الموت الحاضر فاتوا الی وحدوا الباب واخرجونی منها﴾

مگر میں نے دوسری مرتبہ جماع کرنے میں اپنی موت کا یقین کرلیا تھا لہذا فوراً اپنے ساتھیوں سے فریاد کی کہ میری مدد کو پہنچے مجھے اس سر پر منڈلاتی موت سے نجات دلا یئے چنانچہ وہ میرے پاس پہنچ گئے اور دروازہ کھول کر مجھے اس کے پاس سے نکال لیا۔

ف: شیعہ حضرات کے حسن انتظام کی داد دینی پڑتی ہے کہ ریزرو عملہ بالکل قریب موجود رہتا ہے جونہی متعی مرد اور عورت مدد کو پکاریں فوراً موقعہ پر پہنچ جاتے ہیں اور کوئی ناگوار حادثہ پیش نہیں آنے دیتے۔ نیز اس صورت حال کو دیکھ کر سمجھ میں یہ بات آ ہی گئی کہ علما شیعہ نے ایسی بوڑھی عورتوں کے لئے کیوں عدت مقرر نہیں کی بلکہ مسلسل اور یکے بعد دیگرے ان کے ساتھ متعہ کرنا جائز اور مباح رکھا ہے کیونکہ ایسی صورت میں تو وہ متعی مردوں کیلئے مردم خوار اژدھا ثابت ہوتیں بلکہ میرا مشورہ یہ ہے کہ صاحب برہان المتعہ کو صبح سے شام تک ایک کے ساتھ اور شام سے لے کر صبح تک دوسرے کے ساتھ والی قید بھی ختم کردینی لازم ہے۔ دیکھو! پورا دن یا پوری رات معین کرنے میں مومنین پر کس قدر موت کا اندیشہ ہوسکتا ہے اور امدادی عملہ کی ضرورت پیش آتی ہے لہذا حکم سرکار اس طرح ہونا چاہیے کہ ایسی مادران ملت کے دروازہ پر ارادتمندوں کی لائن لگی ہونی چاہیے اور تسلسل برقرار رہنا چاہیے تاکہ نہ کسی کی جان پر بنے اور نہ کسی کی تمناؤں کا خون ناحق ہو بلکہ ہر طرف خوشی اور مسرت کا دور دورہ ہو اور لوگ عبداللہ بن سبا اور حمدان قرمط کے بچوں کو دعائیں دیتے رہیں۔

عقد متعہ کی صورت میں عدت

علماء شیعہ نے عقد متعہ کے دیگر احکام میں انوکھا پن اور جدت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ عدت کے معاملہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا بلکہ اس میں بھی ہر ممکن رعایت مہیا کی ہے اور نکاح دوام سے بالکل مختلف احکام جاری کیے جو اس حقیقت کی دلیل ناطق ہیں کہ قرآن مجید میں جس نکاح اور رشتہ ازدواج کے احکام مذکور ہیں متعہ اس نکاح میں داخل نہیں ہے ورنہ احکام عدت میں مختلف نہ ہوتا بہر حال پہلے احکام عدت ملاحظہ فرمائیں مزید تبصرہ بعد میں معروض خدمت ہوگا۔

۱۔عدت متعہ بروایت ابن عباس یک حیض است ایں متروک العمل است وآنچہ مشہور واکثر است آنست کہ دو حیض عدت دارد و نزد بعض دو طہر اگر چہ قول مشہور معمول است لیکن آخر احوط است۔ (برہان المتعہ مولفہ ابوالقاسم النقی الرضوی)

متعہ کی عدت ابن عباس کے قول کے مطابق ایک حیض ہے اس روایت پر عمل متروک ہے اور مشہور اور اکثر روایت یہ ہے کہ اس کی عدت دو حیض ہے اور بعض کے نزدیک دو طہر ہے اگر چہ معمول بہ قول مشہور ہے لیکن زیادہ احتیاط آخری قول میں ہے۔

۲۔﴿قال ابو عبدالله خمسة واربعون یوما او حیضة مستقیمة﴾

(استبصار جلد ثانی ص ۸۱)

بقول امام جعفر صادق علیہ السلام عدت متعہ ۴۵ دن یا ایک حیض کامل ہے۔

۳۔﴿عن محمد بن مسلم عن ابی عبدالله علیه السلام فی المتعة قال لیست من الاربعة لانها لاتطلق ولاترث وانما هی مستاجرة وعدتها خمسة واربعون لیلة﴾

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا متعہ والی عورت چار میں سے نہیں ہے کیونکہ نہ طلاق دی جاتی ہے نہ وراثت بنتی ہے وہ صرف اجرت پر لی جاتی ہے اور اس کی عدت ۴۵

ایام ہیں۔ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۹)

۴۔﴿عن زرارہ عن ابی عبداللہ علیہ السلام ان کانت تحیض فحیضۃ وان کانت لاتحیض فشھر ونصف﴾ (فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ متعہ والی عورت کو حیض آتا ہے تو پھر عدت ایک حیض ہے اور حیض نہیں آتا تو پھر اس کی عدت ۴۵ دن ہے۔

۵۔﴿عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی الصبیۃ التی لا تحیض مثلھا والتی قد ایست من المحیض لیس علیھا عدۃ وان دخل بھا﴾

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس صغیرہ کے متعلق جسے حیض نہ آتا ہو اور اس کبیرہ کے متعلق جس کو حیض سے مایوسی ہو چکی ہو مروی ہے کہا اس پر عدت نہیں خواہ عقد متعہ کے بعد ان کے ساتھ مباشرت ومجامعت بھی کی گئی ہے۔

۶۔﴿عن محمد بن مسلم عن ابی جعفرؑ علیہ السلام قال التی لاتحبل مثلھا لاعدۃ علیھا﴾

امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس عمر کی لڑکی کو بوجہ صغیر سنی حمل نہ ٹھہرتا ہو اس پر عدت نہیں ہے۔ (فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸)

۷۔﴿عن عبدالرحمن بن الحجاج عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال ثلاث یتزوجن علی کل حال التی لم تحض ومثلھا لاتحیض وقال قلت ماحدھا قال اذااتی لھا اقل من تسع سنین والتی لم یدخل بھا والتی قد یئست من المحیض ومثلھا لاتحیض قلت وماحدھا؟ قال اذا کان لھا خمسون سنۃ﴾

(فروع ج ۲ ص ۱۷۸)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تین عورتیں ہر حال میں شادی کر سکتی ہیں۔

ا۔وہ جس کو حیض نہ آیا ہو اور اس کی عمر کی لڑکیوں کو بھی حیض نہ آتا ہو۔راوی عبدالرحمٰن نے دریافت کیا۔اس کی حد عمر کیا ہے تو فرمایا جس پر ابھی نو سال سے کم عرصہ گزرا ہو۔

۲۔جس کے ساتھ دخول اور مباشرت نہ پائی گئی ہو۔

۳۔جو حیض سے مایوس ہو چکی ہو اور اس کی عمر کی عورتوں کو حیض نہ آتا ہو میں نے عرض کیا اس کی عمر کی حد کیا ہے؟ تو فرمایا جب اس کی عمر پچاس سال کی ہو۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے قارئین کرام نے اندازہ کر لیا کہ متعہ اور نکاح دوام میں کتنا بڑا فرق ہے۔

1۔متعہ کی عدت ایک حیض رکھی گئی ہے حالانکہ یہ لونڈی کا حکم ہے جبکہ اس کو خریدا جائے تو مشتری پر اس کے رحم کی برات معلوم کرنے کے لئے ایک حیض تک توقف ضروری ہے یا دوران جنگ قیدی بننے کی صورت میں یہ حکم ہے مگر حرہ اور آزاد عورت کے خاوند سے جدائی کی صورت میں ایک حیض پر اکتفا کی کوئی صورت نہیں ملتی۔اگر متعہ بھی نکاح ہے اور جدائی بمنزلہ طلاق ہے تو پھر تین حیض یا تین ماہ عدت ضروری ہے۔نیز اگر قرآن مجید میں عقد متعہ کا ذکر تھا تو عدت جیسے اہم معاملے کا ذکر بھی ضروری تھا اور جب الگ حکم مذکور نہیں تو پھر اشتراک و اتحاد تسلیم کرنا ضروری ٹھہرا۔یہ تفریق کسی طرح بھی روا نہیں ہو سکتی لہذا فتح اللہ کاشانی اور صاحب لمعہ کا یہ دعویٰ کہ نکاح اور متعہ میں صرف مدت کی تعیین اور عدم تعیین والا فرق ہے باقی معاملات بالکل ایک جیسے ہیں لغو اور باطل ہے اور سراسر مہمل کلام ہے۔عدت کے معاملہ میں اور دیگر بیسیوں امور میں فرق ہدیہ ناظرین ہو چکا ہے اور آئندہ صفحات میں اس کی وضاحت ذکر کی جا رہی ہے۔اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

عجب در ایں است کہ ہیچ فرق نیست میاں نکاح دوام و متعہ در مستحبات و واجبات

وکیفیات از رضاء زوجین وصلاحیت ایقاع عقد درمیان ایشان وایجاب وقبول ومہر ودیگر شرائط وکیفیت مگر اجل کہ در متعہ ہست ودر دوام نیست پس چرا اہل جہالت دوام را مشروع وحلال دانند ومتعہ را احرام ونامشروع واین نیست مگر محض عناد وانکار وبدعت۔

﴿نعوذ بالله من هذه الطريقة المضلة والعقائد الفاسدة انتهى كلام صاحب اللمعه﴾ (منہج الصادقین ج ۲ ص ۴۹۱)

۲۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ شیعہ صاحبان کے ساتھ ہمارا اختلاف صرف متعہ میں نہیں بلکہ صغیرہ اور آیسہ کے معاملہ نکاح میں بھی سخت اختلاف ہے ہم ان کیلئے از روئے نص قرآن تین ماہ عدت کے قائل ہیں اور تین ماہ کے اندر ان کے ساتھ مباشرت کو دوسرے خاوند پر حرام ٹھہراتے ہیں بطور متعہ بھی اور نکاح دوام بھی گویا اس مذہب کی رو سے بازاری عورتوں کا کاروبار جائز ہو سکتا ہے صرف ایجاب وقبول اور اجرت اور وقت کا یا ایک دو دفعہ جماع کا تعین کر لینا ضروری ہے یا پھر یہ دیکھنا ضروری ہے کہ بالغ نہ ہو یا پچاس سے اوپر کی ہو بلکہ شیعی عقلی استدلال کی رو سے اگر جوان عورت بچہ دانی نکلوا دے اور حیض آنے استقرار حمل اور اختلاط نسب کا اندیشہ ختم کر دے تو وہ بھی رات دن مسلسل شادیاں رچا سکتی ہے۔ کیا ہے کوئی صاحب عقل سلیم جو قوم کی بہنوں اور بیٹیوں کو اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی طرح سمجھنے کے بعد ایسے فتوے اور احکام جاری کرے بلکہ آیسہ اور صغیرہ کے لئے متعدد خاوندوں کے ساتھ بیک وقت نکاح بھی جائز ہوگا کیونکہ بیوی کو خاوند کے ساتھ مختص ٹھہرانے کی وجہ بھی اختلاط نسب ونسل تھا۔ جب یہ اندیشہ ختم ہو گیا تو جس طرح ایک خاوند چار بیویاں نکاح میں لا سکتا ہے ایک بیوی بھی چار خاوند کر سکے گی۔ اگر یہ دلیل صحیح ہے تو اس کا لازمی نتیجہ بھی درست اور واجب القبول ہونا چاہیے اور اگر یہ نتیجہ فاسد ہے تو یقیناً وہ دلیل بھی فاسد اور باطل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عداوت اور دشمنی کے لئے یہ کب لازم ہے کہ اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی عزتوں کے ساتھ کھیلا جائے اور ان کو بازاری عصمت فروش اور شرم

وحیا سے بیگانہ عورتوں کی طرح ہوس پرستوں کے حوالے کردیا جائے۔

انوکھا عقد متعہ

اہل تشیع نے محض بوس وکنار معانقہ وبغلگیری اور تحیذ وتبطین کے لئے بھی متعہ کو جائز رکھا ہے اور اس صورت میں بھی عدت لازم نہیں ہے۔

عمار بن مروان نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص ایک عورت کو عقد متعہ کی دعوت دیتا ہے اور وہ اس کے جواب میں کہتی ہے۔

﴿ازوجک نفسی علی ان تلتمس منی ماشئت من النظر والتماس وتنال منی ماینال الرجل من ابلہ الاان الاتدخل فرجک فی فرجی وتتلذذبماشئت فانی اخاف الفضیحۃ فقال لیس لہ الا مااشترط﴾

(فروع کافی ج۲ ص۱۹۸)

یعنی میں اپنے آپ کے ساتھ تیرا عقد اس شرط پر کرتی ہوں کہ تو اپنی شرمگاہ میری فرج میں داخل نہیں کرے گا کیونکہ استقرار حمل کی صورت میں مجھے ذلت اور رسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس کے علاوہ جو تو چاہے نظر بازی، معانقہ، بوس وکنار اور جملہ موجبات تلذذ وہ سب تیرے لئے مباح ہوں گے تو آپ نے فرمایا اس کو صرف اس قدر ہی حق حاصل ہوگا جس قدر اس نے شرائط میں طے کیا ہے۔

اقول: اس روایت سے بھی متعہ اور نکاح دوام کا فرق روز روشن کی طرح واضح ہے کیونکہ نکاح ان شرائط پر نہیں ہوسکتا مگر متعہ ہوسکتا ہے۔ نیز یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اگر غلبہ شہوت میں ان شرائط کو نظر انداز کر جائے تو شیعی شریعت میں نہ زنا ہے اور نہ اس پر حد زنا عائد ہوگی بس زبانی استغفار کرے اور آئندہ شرائط کے مطابق عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے۔

سماعہ نے امام ابوعبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ایسے آدمی کے متعلق دریافت کیا جس نے عورت کو اپنے حرم سرا میں متعہ کے لئے داخل کیا پھر وہ عقد متعہ اور ایجاب وقبول اور تعیین مدت واجرت بھول گیا اور مباشرت شروع کر دی تو کیا اس پر زنا کی حد لگے گی؟ تو آپ نے فرمایا۔

﴿لا ولكن يتمتع بها بعد النكاح ويستغفر الله مما اتى﴾

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۸۰)

اور ایسی ہی روایت فضل بن یسار سے مروی ہے کہ اس نے امام ابوعبداللہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص حسین وجمیل لونڈی اپنے دوست کو بطور عاریت دیتا ہے اور جماع کے علاوہ دوسرے موجبات تلذذ وقضاء شہوت اس کے لئے حلال ٹھہراتا ہے مگر وہ شہوت سے مغلوب ہو کر جماع کر لیتا ہے تو آپ نے فرمایا۔ یہ اس کو زیبا نہیں تو اس نے دریافت کیا۔

﴿ان فعل يكون زانيا؟ قال. لا ولكن يكون خائنا﴾

کیا وہ اس کی وجہ سے زانی ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا نہیں زانی نہیں ہوگا لیکن خائن ہوگا۔

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۰۰۔ استبصار ج ۲ ص ۴۷)

تحلیل لواطت کی مصلحت

دیکھا آپ نے اس مذہب کے عقد متعہ کو اور زنا کو حلال قرار دینے کی تدریجی کوشش اور سعی کو اور یہیں سے عورتوں کے ساتھ لواطت کو حلال ٹھہرانے کی مصلحت بھی واضح ہو گئی کہ جب عقد متعہ کی اجرت دینی ہی ہے اور محض بوس وکنار اور معانقہ وغیرہ سے تو خواہش نفس پوری ہو نہیں سکتی بلکہ یہ امور تو آتش شوق تیز کرنے اور بھڑکانے کے موجب ہیں اور جماع کی صورت میں ذلت ورسوائی کا بھی امکان ہے (بصورت استقرار حمل) اس لئے لواطت کو جائز قرار دے دیا تاکہ شیطان کا منہ بھی کالا ہو جائے اور مفت میں اجرت کا بار گراں بھی برداشت نہ کرنا پڑے۔

متعہ خلاف فطرت ہے

علاوہ ازیں یہ حقیقت بھی طشت از بام ہوگئی کہ متعہ کو حلال ٹھہرانا غیر فطرتی امر ہے ورنہ خجالت اور رسوائی کا کیا اندیشہ؟ اول تو کسی کو یہ پوچھنے کا حق ہی کیا کہ یہ صاحبزادے کیسے متولد ہوئے؟ کیونکہ ہر ایک کو معلوم ہونا چاہیے کہ نکاح دوام سے بڑھ کر سہل کارآمد اور موجب ترقی درجات صورت عقد متعہ کی موجود ہے اور اگر کوئی پوچھ ہی لے تو بڑے فخر سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ متعہ شریف کے فیوض و برکات سے ہیں اور شیعی شریعت میں فرزند متعہ نکاح والے فرزند سے افضل ہے۔ (منہج الصادقین ج ۲ ص ۲۹۵)

ولد متعہ افضل است از ولد زوجہ دائمہ۔ (امام جعفر صادق)

تو گویا ماں بیٹے دونوں کا سر فخر سے بلند ہوگا اس میں خوف فضیحت خلق کا کیا شائبہ؟ مگر حقیقت خود بخود اگلی گئی کہ جس عقد میں نہ گواہ نہ اعلان و تشہیر نہ والدین کا اذن وہ فطرت سلیمہ کے نزدیک باعث شرم و حیا ہے اور موجب ننگ و عار اور سراسر ذلت و رسوائی۔ ﴿الیس منکم رجل رشید﴾ کیا ہے کوئی جاگتے نصیب والا اور بیدار بخت جو ضمیر کی اس آواز کو غور سے اور کان لگا کر سنے اور اس کی رہنمائی میں اس انتہائی اہم اختلافی مسئلہ کا فیصلہ کرے۔

اپنی آنکھ کا شہتیر کیوں نظر نہ آیا

شیعی علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب نے جواب آں غزل کے طور پر بڑے دھوم دھڑلے سے بیان کیا ہے کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ جن کے مذہب میں اجرت پر زنا کرنے سے حد شرعی جاری نہیں ہوتی وہ متعہ کو زنا سے تعبیر کر کے شیعوں کو مطعون کر رہے ہیں چنانچہ فتاوی قاضیخان ج ۴ ص ۸۲۱ پر ہے۔

﴿لو استاجر امراۃ لیزنی بھا فزنی لا یحد فی قول ابی حنیفۃ﴾

یعنی اگر کوئی شخص اجرت مقرر کر کے زنا کرنے کے لئے کرایہ پر عورت لائے اور اس سے زنا کرے تو ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔

(وکذا فی الفتاویٰ السراجیہ ص ۶۰)

پھر اس پر اپنی طرف سے حاشیہ آرائی یوں فرمائی تمام کنجروں اور کنجریوں کو امام اعظم کا ممنون ہونا چاہیے کہ جنہوں نے ان کے پیشے کو جائز قرار دے کر ان کے لئے رزق کے دروازے کھول دیے شرم، شرم، شرم (تجلیات صداقت ص ۳۰۱)

﴿الجواب ومنه التوفيق للصدق والصواب﴾

۱۔ حنفی مسلک پر علامہ موصوف کے اعتراض اور پھبتی کا تحقیقی جواب عرض کرنے سے پہلے قارئین حضرات کو زحمت دوں گا کہ وہ چند سطر پیچھے کی طرف سماعہ کے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقل کردہ فرمان اور فضل بن یسار کے نقل کردہ فرمان امام پر نظر ڈالیں جن میں سے پہلی روایت کے مطابق عقد متعہ نہ ہونے کے باوجود مباشرت پر حد زنا کی نفی فرمائی ہے اور دوسری روایت کے مطابق جماع اور مباشرت پر عقد متعہ واقع نہ ہونے کے باوجود جماع کر لینے کو زنا ہی قرار نہیں دیا اقامت حد کا تو ذکر ہی کیا۔ اپنے مذہب کی مستند ترین کتب حدیث میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایسے فرمان نقل ہونے کے باوجود امام ابو حنیفہ اور مذہب حنفی پر اعتراض بہت ہی مضحکہ خیز امر ہے۔

۲۔ نیز علامہ صاحب نے حد زنا جاری نہ ہونے کا فتویٰ دیکھ کر اجرت پر زنا کو جائز قرار دیا اور کنجروں کنجریوں کے لئے نوید مسرت سنا دی۔ ہم حیران ہیں کہ جہاں میں ایسے علامہ بھی ہو سکتے ہیں جو کسی جرم پر حد قائم نہ ہونے کی صورت میں اس کا جواز سمجھ لیں اگر یہ استنباط اور نتیجہ صحیح ہے تو قرآن مجید کی رو سے بھی زنا حلال ہے کیونکہ تین گواہ ہوں تو زانی مرد اور زانیہ عورت پر حد نہیں لگ سکتی۔

﴿قال اللہ تعالی لولاجاؤ اعلیہ باربعة شهداء فاذالم یاتوا بالشهداء فاولئک عنداللہ هم الکاذبون ﴾

لہذا قرآن نے ڈھکو صاحب کے استدلال کے مطابق زنا کو حلال کر دیا لہذا سب کنجروں اور کنجریوں کو صلائے عام دے دو کہ مژدہ باد تمہارے لئے قرآن مجید نے اور رب قدیر نے رزق کے دروازے کھول دیے ہیں۔ بے شک زنا کرو لیکن ایسے انداز میں کرو کہ بیک وقت چار آدمی دیکھ نہ سکیں۔ ﴿لاحول ولاقوة الاباللہ﴾

۳۔ میں علامہ صاحب سے تو بات نہیں کرتا کیونکہ ان کا ارادہ راہ حق تلاش کرنے کا نہیں بلکہ وہ دیدہ دانستہ لوگوں کو گمراہ کرنے کا عزم صمیم کئے ہوئے ہیں۔ متلاشیان حق وحقیقت سے گزارش کرتا ہوں کہ حد اس معین سزا کو کہا جاتا ہے جس میں تبدیلی اور کمی وبیشی روانہ ہو اور پایہ ثبوت تک پہنچنے کے بعد کسی کو معاف کرنے سے معاف نہ ہو سکتی ہو۔ اسی لئے قصاص کو حد نہیں کہا جاتا کیونکہ وارثان مقتول اس کو معاف کر سکتے ہیں اور تعزیری کاروائی کو بھی حد نہیں کہتے کیونکہ اس میں تعین وتحدید نہیں ہوتی بلکہ امام اور حاکم وقت کی صوابدید پر اس کو گھٹایا یا بڑھایا جا سکتا ہے اور جہاں حد کی نفی کر دی جائے تو تعزیر کی نفی نہیں ہوتی اور نہ اس فعل کے جرم ہونے کا انکار لازم آتا ہے مثلاً مرد اور عورت ناجائز حالت میں دیکھے گئے گواہوں کا نصاب پورا نہیں یا صرف برہنگی کی حالت میں دیکھے گئے زنا میں معروف نہیں دیکھے گئے تو گو حد لاگو نہیں ہو گی یعنی شادی شدہ ہونے کی صورت میں سنگساری اور کنوارے ہونے کی صورت میں سو سو کوڑے نہیں لگیں گے۔

لیکن تعزیری کاروائی ضرور کی جائے گی اور اس جرم کو بہر حال جرم ہی سمجھا جائے گا نہ کہ اس پر جواز کا فتوی صادر کر دیا جائے گا۔ ایسی ہی صورت یہاں پر ہے کہ امام صاحب کے قول کے مطابق اس صورت میں حد اور معین عقوبت نہیں اس کو جواز زنا کی سند بنالینا ڈھکو صاحب جیسے علامہ کا ہی کام ہو سکتا ہے بقائمی ہوش وحواس کوئی عام آدمی بھی ایسا نتیجہ اخذ نہیں کر سکتا علامہ صاحب نے خود

ہی غلط نتیجہ نکال کر حنفیوں کو کہا شرم شرم شرم۔ میں نے حقیقت حال واضح کر دی لیکن علامہ صاحب کو شرم شرم شرم نہیں کہتا کیونکہ ان سے شرم کی توقع رکھنا ہی عبث ہے۔

۴۔ عام قاعدہ اور قانون ملاحظہ کر لینے کے بعد یعنی نفی حد جواز فعل کو مستلزم نہیں ہوتی بلکہ اس میں تعزیری کاروائی ثابت ہوتی ہے۔ اب اس قول کی حقیقت اور اس کا صحیح پس منظر ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ ڈھکو صاحب کی نقل کردہ عبارت کتاب الحدود کی ہے جس کی ابتدا یوں ہے۔

﴿الحدود خمسة. حدالزنا وحدالشرب وحد القذف وحدالسرقة وحد قطع الطريق﴾

حدیں پانچ ہیں۔ زنا کی حد، شراب خوری کی حد، قذف کی حد چوری کی حد اور ڈاکہ کی حد۔

﴿اما الزنا وهو ايلاج الذكر فى قبل الاجنبية ان تمحض حراما يجب الحد وان تمكنت فيه الشبهة لايجب﴾ (فتاوی قاضی خان ج۴ ص ۸۲)

لیکن زنا عبارت ہے مرد کا اپنی شرمگاہ کو اجنبیہ عورت کے فرج میں داخل کرنے سے اگر وہ حرام خالص ہے تو اس میں حد واجب ہے اور اگر اس میں شبہ پایا گیا ہو تو واجب نہیں ہوگی۔

اس عبارت سے ہر صاحب عقل و دانش یہ سمجھ سکتا ہے کہ شبہ کی وجہ سے کسی پر سے حد اور مقررہ سزا کا ساقط ہو جانا اس کو مباح نہیں ٹھہراتا بلکہ مجرم کی نوعیت جرم بدل گئی اور اسے شک کا فائدہ پہنچا۔ مثلاً جج کسی قاتل کو شک کا فائدہ دیتے ہوئے اسے پھانسی نہ دے تو کیا اس کا معنی یہ ہوگا کہ اس جج نے قتل کو جائز کر دیا ہے بالکل اسی طرح یہاں پر ہے کیونکہ مسلمہ قاعدہ ہے۔ **الحدود تندرى بالشبهات.** شبہات کی وجہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہے۔

اسی فتاوی کے ص ۸۲۸ پر تعزیرات کے ضمن میں ذکر فرمایا۔

﴿رجل قبل اجنبية حرة او امة او عانقها اومسها بشهوة يعزرو كذالو جامعها فيما دون الفرج فانه يعزرو كذااذا تلوط في قول ابى حنيفة وفى قول

صاحبیه اذا تلوط حد الزنا﴾

اگر ایک شخص اجنبیہ آزاد عورت یا لونڈی کو بوسہ دے یا اس کے ساتھ معانقہ کرے یا اس کو شہوت کے ساتھ مس کرے تو اس کو تعزیر لگائی جائے اور ایسے ہی اگر فرج کے علاوہ مجامعت کرلے یعنی تفخیذ و تبطین کی صورت میں بھی تعزیر لگائی جائے گی اور اگر لواطت کرے تو امام صاحب کے نزدیک تعزیری کاروائی کی جائے گی اور صاحبین کے نزدیک حد زنا لگائی جائے گی۔

وجہ اشتباہ ۔۔۔ پچھلی عبارت سے یہ حقیقت تو روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حد کی نفی سے احناف کے نزدیک تعزیر کی نفی نہیں ہوتی بلکہ لگائی جاتی ہے۔ اب اس صورت مخصوصہ میں وجہ اشتباہ ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے کہ جب عورت کو اجرت پر لیا تو اسے اجرت پر دینے والے اور لینے والے کے درمیان ایجاب وقبول پایا گیا جو ولی نکاح اور ناکح کے ایجاب وقبول کے مشابہ ہے اور اجرت پائی گئی جو حق مہر کے مشابہ ہے گو نیت نکاح کی نہیں ہے اور اس وجہ سے متعہ کے لئے لی ہوئی عورت کے ساتھ مباشرت پر حد واجب نہیں ہوتی۔ حالانکہ فعل حرام موجود ہے جیسے کہ قاضی خان کے اسی صفحہ اور جلد میں اس کی تصدیق کی گئی ہے۔ لہذا فعل زنا متحقق ہوگا مگر اشتباہ کی وجہ سے رجم یا سو کوڑوں کی مقررہ سزا لاگو نہیں ہوگی کیونکہ فعل کا زنا ہونا علیحدہ معاملہ ہے اور حد واجب ہونا علیحدہ معاملہ۔ علامہ ابن عابدین حاشیہ درمختار المعروف بہ ردالمحتار میں فرماتے ہیں۔

﴿ان الشرع لم يخص اسم الزنا بما يوجب الحديل بما هو اعم والموجب للحد بعض انواعه ولو وطي جارية ابنة لا يحد حد الزنا ولا يحدقاذفه بالزناء فدل على ان فعله زنا وان كان لا يحدبه﴾ (ج ۳ ص ۱۵۴)

بیشک شریعت نے زنا کے لفظ کو موجب حد فعل کے ساتھ مختص نہیں ٹھہرایا بلکہ وہ عام معنی میں ہے اور موجب حد صرف اس کے بعض انواع ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کی لونڈی کے ساتھ مباشرت کرے تو اس پر (بوجہ شبہ جواز) حد زنا نہیں لگائی جائے گی لیکن اس کو زنا کے ساتھ

متہم کرنے والے کو قاذف قرار دے کر حد قذف (تہمت کی سزا) بھی نہیں لگائی جائے گی۔ تو ثابت ہو گیا کہ اس شخص کا یہ فعل زنا ہے اگرچہ اس کی وجہ سے اس پر حد زنا واجب نہیں ہوتی (کیونکہ سرور عالم ﷺ کا ارشاد ﴿ انت و مالک لابیک ﴾ یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کی ملکیت ہے موجب شبہ ہے)۔ (ردالمحتار حاشیہ در مختار ج ۳ ص ۱۵۴)

حنفی مذہب کیا ہے

نیز یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ مذہب حنفی یہ نہیں کہ اجرت پر لی ہوئی عورت کے ساتھ زنا پر حد نہیں ہے۔ یہ صرف کتب فقہ میں منقول روایت اور قول ہے اور کتب فتاوی میں صحیح و سقیم ضعیف و قوی مختار و مفتی بہ اور غیر مختار و غیر مفتی بہ بھی اقوال منقول ہوتے ہیں لیکن وہ سب مذہب حنفی نہیں کہلاتے بلکہ مختار اور مفتی بہ اور مذہب یہی ہے کہ ایسے شخص پر حد زنا لاگو ہوگی۔ جیسے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے جیسے کہ در مختار میں ہے۔

﴿لاحد بالزنا بالمستاجرۃ لہ ای للزنا والحق وجوب الحد کالمستاجرۃ للخدمۃ﴾ (ج ۳ ص ۱۷۲)

یعنی زنا کے لئے اجرت پر لی ہوئی عورت کے ساتھ زنا پر حد نہیں اور حق یہ ہے کہ اس میں حد واجب ہے جس طرح خدمت کے لئے اجرت پر لی ہوئی عورت کے ساتھ زنا کی صورت میں حد واجب ہے اور علامہ ابن عابدین نے فرمایا۔

﴿والحق وجوب الحدای کما ھو قولھما وھذابحث لصاحب الفتح وسکت علیہ النھر﴾ (جلد ۳ ص ۱۷۲)

یعنی حد واجب ہے جیسے کہ صاحبین کا قول ہے۔

الغرض مذہب مختار اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ حد واجب ہے اور قطع نظر اس سے اس فعل

کے زنا ہونے اور قبیح ہونے میں تو کلام ہی نہیں۔ لیکن کنجروں اور کنجریوں کے ایسے افعال کو مستحسن قرار دینے والوں کی بصارت اور بصیرت یہاں پر ختم ہو گئی اور کیوں نہ ہوتی سرور عالم ﷺ کا فرمان غلط کیونکر ہو سکتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔ حبک الشیی یعمی ویصم تیری کسی چیز سے محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

عقد متعہ کے متعلق دی گئی رعایات اور سہولیات اور بے احتیاطیوں سے عفو و درگزر بلکہ زنا تک کی اجازت کے حوالہ جات ملاحظہ کر لینے کے بعد اب اس فعل کے نہ کرنے کی وعید اور کرنے پر بے حد و حساب اور بے نہایت بے غایت اجر و ثواب اور درجات کی بلندی و بالاتری ملاحظہ فرمائیں جن کو دیکھ کر شریعت کے سبھی ارکان ہیچ معلوم ہونے لگتے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام صرف اور صرف متعہ کا نام ہے اور نبی کریم ﷺ صرف اور صرف اس لئے مبعوث ہوئے کہ اس کی عظمت شان اور امتیازی حیثیت اور مقام کو اہل اسلام پر واضح کریں اور انہیں اس میں مستغرق رہ کر انبیاء و مرسلین اور ائمہ اہل بیت اور نبی الانبیا ﷺ کے مراتب و مدارج حاصل کرنے بلکہ اس سے بھی سبقت لے جانے کا مژدہ جانفزا اور بشارت روح افزا سنائیں و بس۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

متعہ کا اجر و ثواب اور فضائل و درجات

۱۔ من لا یحضرہ الفقیہ میں قرآن ناطق حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔

﴿لیس منا من لم یؤمن بکرتنا ولم یستحل متعتنا﴾

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو شخص ہمارے دنیا میں دوبار تشریف لانے کا عقیدہ نہ رکھے اور متعہ کو حلال نہ جانے وہ ہماری جماعت میں شامل نہیں ہے۔

(من لا یحضرہ الفقیہ بحوالہ منہج الصادقین ج ۲ ص ۴۸۸)

۲۔﴿درھدایت الامت مرویست ان المومن لایکمل ایمانہ حتی یتمتع﴾

مومن کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک متعہ نہ کرے (یعنی محض اعتقاد جواز کافی نہیں بلکہ عمل کرے تب مومن کامل بنے گا۔)

۳۔ہدایت الامت میں ہے۔﴿قال علیہ السلام انی لاحب للمومن لایخرج من الدنیا حتی یتمتع ولو مرۃ﴾

حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں مومن کے لئے اس امر کو بہت زیادہ پسندیدہ سمجھتا ہوں کہ وہ وفات سے پہلے متعہ کرے اگرچہ ایک مرتبہ (تاکہ کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے)

﴿فقال علیہ السلام انی لاکرہ للرجل المسلم ان یخرج من الدنیا وقد بقیت علیہ خلۃ من خلال رسول اللہ لم یقضھا.﴾

امام موصوف فرماتے ہے۔مومن کے لئے اس امر کو سخت ناپسند سمجھتا ہوں کہ وہ فوت ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ کے اخلاق وعادات میں سے کوئی خصلت باقی رہ گئی ہو جس پر اس نے عمل نہ کیا ہو اور متعہ (العیاذ باللہ) اخلاق نبویہ سے ہے۔

۵۔در صافی از فقیہ آوردہ:

﴿فقلت ھل تمتع رسول اللہ ؟ فقال نعم وقرء ھذہ الایۃ واذاسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا الی قولہ تعالیٰ ابکارا﴾

صافی نے فقیہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام موصوف سے دریافت کیا کہ آیا خود سید عالم ﷺ نے متعہ کیا؟ تو انہوں نے فرمایاہاں کیوں نہیں اور اس آیت کریمہ واذاسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا کا مطلب ومفہوم یہی بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ماریہ قبطیہ کے ساتھ متعہ کیا اور حضرت حفصہ کی رضامندی کے لئے اس کو حرام کر دیا (حالانکہ وہ آپ کی ذاتی لونڈی تھیں اس کے ساتھ متعہ کا کیا معنی؟ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جائے زید نے اپنی بیوی کے

ساتھ متعہ کیا)

۶۔ کافی ووافی ومسائل میں حضرت ابوجعفر علیہ السلام سے مروی ہے۔

قال النبی لما اسری بی الی السماء قال لحقنی جبریل فقال یا محمد ان اللہ تعالیٰ یقول انی قد غفرت للمتمتعین من امتک من النساء۔

نبی عالم ﷺ نے فرمایا جب مجھے آسمان کی طرف معراج کرایا گیا تو جبریل علیہ السلام مجھ سے آملے اور مجھ سے کہا اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہاری امت میں سے متعہ کرنے والی عورتوں کو بخش دیا۔

۷۔ **قال ابو جعفر علیہ السلام لھو المومن فی ثلاثۃ اشیاء اتمتع بالنساء ومفاکھۃ الاخوان والصلوۃ باللیل۔**

خصال میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ مومن کا لہو ولعب صرف تین خصلتوں میں ہے۔

۱۔ عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے والا ہو۔

۲۔ برادران اسلام کے ساتھ خوش طبعی کے ساتھ پیش آنے والا ہو۔

۳۔ شب بیدار اور تہجد گزار ہو۔

۸۔ در وسائل مرویست کہ اسمعیل ہاشمی را حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام پرسید از آنروز یکہ خانہ برآمدی آیا متعہ کردی عرض کرونہ بکثرت مشاغل طریق غنی بودم از متعہ۔

قال علیہ السلام وان کنت مستغنیا فانی احب ان تحی سنۃ رسول ﷺ۔

وسائل میں مروی ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسماعیل ہاشمی سے دریافت کیا کہ تو جب سے گھر سے نکلا ہے متعہ کیا ہے یا نہیں؟ تو اس نے عرض کیا۔ راہ کی مشغولیتوں کی وجہ سے متعہ کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا ضرورت نہ سہی میں اس امر کو محبوب رکھتا ہوں کہ تو سنت رسول ﷺ کو زندہ کرے۔

۹۔ دروانی از فقیہ آوردہ۔

﴿قال علیہ السلام ان اللہ تعالیٰ حرم علی شیعتنا المسکر من کل شراب وعوضھم عن ذالک المتعۃ﴾ یعنی متعہ زنان۔ وانی میں فقیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت امام ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے شیعوں پر نشہ آور شی حرام فرما دی ہے اور اس کے عوض ان کے لئے متعہ حلال ٹھہرا دیا ہے۔ (گویا نعم البدل موصول ہو گیا جو لذت ہوش و حواس بحال ہوتے ہوئے حاصل ہو لذت تو وہی ہے۔ بے ہوشی اور مدہوشی والی لذت تو کوئی لذت نہیں ہوتی)

۱۰۔ وسائل میں مروی کہ حضرت ابوعبداللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسماعیل جعفی سے دریافت کیا کہ آیا تو نے امسال متعہ کیا ہے اس نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا میں نے تجھ سے متعہ حج کے متعلق سوال نہیں کیا بلکہ عورتوں سے متعہ کے متعلق دریافت کیا ہے تو اس نے کہا بلے باکنیزک بربرنہ قال قد قیل یا اسماعیل تمتع بماوجدت ولو سندیۃ. (برہان المتعہ ص ۴۸)

ہاں بربری لونڈی کے ساتھ متعہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے اسماعیل متعہ کرو ساتھ ہر عورت کے جو دستیاب ہو اگرچہ سندھی ہی کیوں نہ ہو۔

۱۱۔ وسائل میں ہی مروی ہے کہ حضرت امام ابوعبداللہ نے محمد بن مسلم سے دریافت کیا کہ آیا تو نے متعہ کیا ہے تو اس نے عرض کیا نہیں میں نے متعہ نہیں کیا قال لا تخرج من الدنیا حتی تحی السنۃ تو حضرت امام نے فرمایا اس دنیا سے اس وقت تک نہ نکلنا اور رخت سفر نہ باندھنا جب تک متعہ والی سنت کو زندہ نہ کرے۔ (برہان المتعہ ص ۴۸)

اقول: گویا شیعی ملت میں باقی تمام سنن اور فرائض ہیچ ہیں اصل الاصول اور سب فرائض و سنن کی روح صرف متعہ کرنا ہے اور حضرت امام کے لئے اس کے متعلق کس قدر دلچسپی ظاہر کی گئی ہے کہ راہرو دں

اور مسافروں سے دیگر تکالیف اور دشواریوں وغیرہ کے متعلق بھی دریافت نہیں فرماتے تھے صرف اور صرف متعہ کے متعلق تحقیق و تفتیش فرماتے تھے۔﴿سبحانک هذا بهتان عظیم﴾

۱۲۔کافی، وافی اور وسائل میں مروی ہے کہ ایک قریشی کو اس کی چچازاد نے یہ پیغام بھیجا کہ تجھے معلوم ہے کہ مجھ سے بہت معزز لوگوں نے خواستگاری کی ہے مگر میں نے ان کی دعوت ٹھکرا دی ہے اور میں ثروت اور مال و دولت کی وجہ سے شادی سے بے نیاز ہوں۔لیکن اب میں دل سے متمنی اور آرزومند ہوں کہ تو مجھے عقد متعہ میں لے لے۔ مجھے مال کی لالچ ہے اور نہ مردوں سے رغبت بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت رسول ﷺ کے حکم کو جاری کرنے کیلئے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ فلاں (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کو حرام قرار دیا ہے لہذا میں اس امر کو پسند کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں۔اس قریشی جوان نے کہا صبر کن من حضرت باقر علیہ السلام را بپرسم ﴿فقال علیه السلام افعل صلی الله علیکما من زوج﴾ (برہان المتعہ ص ۴۹)

صبر کرو میں حضرت امام باقر علیہ السلام سے پوچھ لوں تو آپ نے فرمایا متعہ کر اللہ تعالیٰ تم دونوں پر اس زوجیت اور جفتی ہونے کی بدولت درود و صلوات بھیجے گا۔

اقول: دائمی عقد جو مقاصد تزویج کی تکمیل کا موجب اور شرم و حیا کے تقاضوں کے عین مطابق اور شرفاء کی عزت و حرمت کا محافظ ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوات کا نزول نہ ہو اور صرف اس عقد میں ہو جو صرف شہوت رانی کے لئے ہو کس قدر محل تعجب ہے اور موجب حیرت؟

۱۳۔فقیہ، وافی اور وسائل میں مروی ہے کہ صالح بن عقبہ کے باپ (عقبہ) نے امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔

﴿للمتمتع ثواب قال ان کان یرید بذالک وجه الله و خلافا علی من انکر.لم یکلمها کلمة الا کتب الله له بها حسنة ولم یمدیده الیها الا کتب الله

لہ حسنۃ فاذادنا منہا غفر اللہ لہ بذلک ذنبا فاذاغتسل غفر اللہ لہ بقدر مامر من الماء علی شعرہ. قلت بعدد الشعر؟ قال نعم بعدد الشعر﴾

(تفسیر منہج ج ۲ ص ۴۸۸۔ برہان المتعہ ص ۴۹۔ من لایحضرہ الفقیہ ج ۳ ص ۲۹۵)

کیا متعہ کرنے والے کیلئے ثواب ہے تو آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرے اور منکرین کی مخالفت کے لئے تو متعی عورت سے جو کلمہ بولے گا ہر کلمہ پر اس کیلئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور جب اس کی طرف ہاتھ بڑھائے گا تو اس کی بدولت بھی اس کے لئے نیکی لکھی جائے گی۔ اور جب اس سے مقاربت کرے گا تو اس کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادے گا اور جب غسل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بالوں میں سے ہر ہر بال پر سے گزرنے والے پانی کی مقدار مغفرت اور بخشش فرمانے گا۔ (عقبہ کہتا ہے) میں نے کہا کیا تمام بالوں کی گنتی کے مطابق؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں تمام بالوں کی تعداد کے مطابق اس کو مغفرت اور بخشش حاصل ہوگی۔

۱۴۔ وسائل میں مروی ہے کہ قال ابو عبداللہ علیہ السلام ما من رجل تمتع ثم اغتسل الا خلق من کل قطرۃ تقطر منہ سبعین ملکا یستغفرون لہ الی یوم القیامۃ و یلعنون مجتنبیہا الی ان یقوم الساعۃ. (برہان المتعہ ص ۵۰)

امام ابوعبداللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو مرد متعہ کرے پھر غسل کرے تو اس کے بدن سے ٹپکنے والے پانی کے ہر قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا کئے جائیں گے جو اس کے لئے قیامت تک مغفرت طلب کریں گے اور متعہ سے گریز اور پرہیز کرنے والوں پر قیامت تک لعنتیں بھیجتے رہیں گے۔

اقول: اسلام میں ملائکہ کی تخلیق نور سے ثابت ہے۔ جنبی مرد کے غسل جنابت والے پانی سے

جو پیدا ہوں وہ یقیناً نورانی فرشتے نہیں ہو سکتے بلکہ خبیث الفطرت شیاطین ہی ہوں گے اور اگر وہ متعہ جیسی شرعی برائی سے اجتناب کرنے والوں سے بغض نہ رکھیں تو ان کا تقاضائے خمیر ختم ہو کر رہ جائے گا اسلئے یقیناً ان کو پاکباز لوگوں کا دشمن ہونا ہی چاہیے۔

۱۵۔ شیخ علی بن عبدالعالی نے اپنے رسالہ متعہ میں اپنی سند کے ساتھ اور تفسیر منہج الصادقین میں ملا فتح اللہ کاشانی نے ذکر کیا ہے۔

﴿قال النبی من تمتع مرة واحدة عتق ثلثه من النار ومن تمتع مرتین عتق ثلثاه من النار ومن تمتع ثلث مرات عتق کله من النار﴾

(برہان المتعہ ص ۵۱ منہج الصادقین ج ۲ ص ۴۹۲)

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا اس کا ایک تہائی حصہ بدن کا آتش دوزخ سے آزاد کر دیا گیا اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا اس کا دو تہائی حصہ بدن دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیا گیا اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا تو اس کو مکمل طور پر آتش دوزخ سے آزاد کر دیا گیا

(اقول۔ ہم خرما و ہم ثواب، مزید مجاہدہ و ریاضت کی ضرورت ختم)

۱۶۔ شیخ علی بن عبدالعالی کے رسالہ متعہ میں اور تفسیر منہج الصادقین میں مروی و منقول ہے۔

﴿قال النبی ﷺ من تمتع مرة درجته کدرجة الحسین ومن تمتع مرتین درجته کدرجة الحسن ومن تمتع ثلاث مرات درجته کدرجة علی ومن تمتع اربع مرات درجته کدرجتی﴾ (برہان ص ۵۲۔ تفسیر الصادقین ج ۲ ص ۴۹۳)

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا اس کا درجہ امام حسین کے درجہ کی مانند ہے۔ اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا اس کا درجہ امام حسن کے درجہ کے برابر ہے اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا تو اس کا مرتبہ علی مرتضیٰ کے درجہ کے مماثل ہے اور جس نے چار مرتبہ متعہ کیا تو اس کا مرتبہ میرے درجہ اور مرتبہ کے برابر ہے۔ (العیاذ باللہ)

تعجب انگیز۔۔۔اوّل متعہ کے دلدادگان نے کتنی جسارت اور بیبا کی کے ساتھ اس کی درجہ بندی کی ہے۔اور ان مقدس ہستیوں کی قدر و منزلت میں کس قدر تفریط و تنقیص اور تحقیر و توہین کا ارتکاب کیا ہے؟

بالخصوص اس شہید شاہ گلگوں قبا کی قربانی کو کس قدر بے مقدار ٹھہرایا ہے کہ ہر شیعی مرد صرف ایک جست میں ان کے مرتبہ و مقام پر فائز ہو گیا۔العیاذ باللہ۔گویا شہادت اور جانبازی و جانفشانی اور اعزہ و اقارب کی قربانی اور اسلام کی سر بلندی کیلئے محنت و کوشش اور سعی اور جدو جہد تو کوئی شی ہی نہ ہوئی اصل الاصول تو سب کا صرف اور صرف متعہ ٹھہرا جو فقط شہوت رانی ہے۔

نیز پچھلی روایت کو ساتھ ملا کر دیکھیں تو ان مقدس ہستیوں کی توہین و تحقیر کی کوئی حد نہیں رہتی۔ایک طرف ایک مرتبہ متعہ کا درجہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجہ کے برابر اور دوسری طرف ایک مرتبہ متعہ کرنے سے تہائی حصہ آتش دوزخ سے آزاد ہو تو پھر امام حسین کا حال کیا ہوا۔نیز دو مرتبہ متعہ کرنے پر ادھر دو تہائی حصہ آتش دوزخ سے آزاد ہوا ادھر امام حسن کا درجہ مل گیا تو امام حسن کا مقام کیا ہوا۔ادھر تین مرتبہ متعہ کرنے پر شیعی مرد کا بدن مکمل طور پر آتش دوزخ سے آزاد ہوا اور ادھر اس کو علی المرتضیٰ والا درجہ بھی مل گیا تو گویا حضرت علی مرتضیٰ اور سر چشمہ ولایت کا صرف یہ مقام ہے کہ بس آتش دوزخ سے رہائی مل گئی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو یہ مقام بھی نصیب نہ ہو سکا۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

نیز تعجب انگیز امر یہ ہے کہ یہ تمام درجات تو صرف چار مرتبہ متعہ کرنے سے حاصل ہو گئے تو جو شیعہ ساری زندگی متعہ ہی کرتا رہے تو اگر اس کا مرتبہ نہ بڑھے تو خلاف عدل و انصاف ہے اور اگر بڑھے تو وہ کس مقام پر فائز ہو گا؟

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

صاف ظاہر ہے کہ دشمنان اسلام نے اہل اسلام کو اخلاق حسنہ سے عاری کرنے کے لئے اور خواہشات نفس کا گرویدہ بنانے کے لئے ایسے افترات اور بہتانات سے کام لیا اور پاکباز ہستیوں کی طرف ایسے ایسے جھوٹ منسوب کئے کہ شیطان بھی اس سے شرمائے ہے۔

۱۷۔ شیخ علی بن عبدالعالی نے اپنے رسالہ متعہ میں اور علامہ کاشانی نے تفسیر منہج الصادقین میں ذکر کیا ہے۔

﴿قال النبی ﷺ من تمتع مرة امن من سخط الله الجبار ومن تمتع مرتین حشر مع الابرار ومن تمتع ثلاث مرات زاحمنی فی الجنان﴾

(برہان المتعہ ص۵۱ تفسیر منہج الصادقین ج۲، ۴۹۳)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا تو اللہ جبار کی ناراضگی اور قہر وغضب سے پرامن ہو گیا اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا اس کا حشر ابرار اور نکوکار لوگوں کے ساتھ ہو گیا اور جس نے تین مرتبہ متعہ کر لیا وہ میرے ساتھ جنات نعیم میں مزاحمت کرے گا۔ اور مجھ سے سبقت کی کوشش کرے گا۔

اقول: شیعہ کے ہاں ہزار ہزار عورت کے ساتھ متعہ جائز ہے تو ایسے اشخاص کے درجات مراتب کیا ہوں گے۔ کیا شیعی شریعت میں سید الرسل اور امام الانبیاء ایسے دلدادگان متعہ کی گرد راہ کو بھی پہنچ سکیں گے؟

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

۱۸۔ تفسیر منہج الصادقین میں نقل کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

﴿من خرج من الدنیا ولم یتمتع جاء یوم القیامة وهو اجدع﴾

(ج۲ ص۴۹۳۔۴۸۹)

جو دنیا سے نکلا ایسی حالت میں کہ اس نے متعہ نہیں کیا تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی ناک کٹی ہوگی۔

اقول: نکاح دائمی میں عمل ضروری نہیں صرف عقیدہ اباحت اور جواز کا کافی ہے۔ لیکن متعہ صرف جواز کا عقیدہ ہو اس پر عمل نہ کیا ہو تو ناک کٹی ہوگی اس سے صاف ظاہر کہ اس نظریہ کے بانیوں کے مقاصد کیا ہیں؟ اور وہ کونسے لوگ ہیں جو اخلاقیات اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے درپے ہیں؟

۱۹۔ شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو عبداللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔

﴿انہ یدخلنی من المتعۃ شئی فقد حلفت ان لاتزوج متعۃ ابدا فقال لہ عبداللہ علیہ السلام انک اذا لم تطع اللہ عصیتہ﴾

مجھے متعہ کرنے سے وسوسہ دل میں داخل ہوتا ہے لہذا میں نے حلف اٹھالی ہے کہ میں متعہ کی شادی کبھی نہیں کروں گا۔ تو امام ابو عبداللہ نے اس سے فرمایا اگر تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرے گا تو عاصی اور نافرمانبردار ٹھہرے گا۔ (من لایحضرہ الفقیہ ج ۳)

اور تفسیر منہج الصادقین میں اس جواب کو ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے کہ

۲۰۔ ایک شخص نے امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے قسم کھالی ہے کہ متعہ نہیں کروں گا اور اب میں سخت پشیمان ہوں تو آپ نے فرمایا:

﴿یا ھذا انک حلفت أن لا تطیع اللہ واللہ ان لم تطعۃ تبغضہ﴾ (ج ۲ ص ۴۸۸)

اے پست ذہنیت والے تو نے یہ قسم کھالی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرے گا بخدا اگر تو اس نے کی اطاعت نہ کی تو تو اس سے بغض رکھنے والا ہوگا۔

اقول: اگر دائمی نکاح عملی طور پر کرلے تب بھی وہ ناک کٹنے اور عاصی و نافرمانبردار بننے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغض رکھنے والا ہوگا جرم سے نہیں بچ سکتا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل مقاصد اس مسئلہ کی اشاعت اور اس پر زور دینے کے کیا ہیں؟

۲۱۔ تفسیر منہج الصادقین میں سلمان فارسی، مقداد بن اسود کندی اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے طویل روایت نقل کی ہے۔ جس کے ضروری حصے نقل کرنے پر اکتفاء کیا جائے گا۔ رسول معظم ﷺ نے فرمایا:

برادرم جبرئیل تحفہ از نزد پروردگار بمن آوردو آں تمتع زناں مومنہ است و پیش از من ایں تحفہ را بہیچ پیغمبرے ارزانی نداشت و من شمارا باں امری کنم (تا) و بدانید کہ متعہ امریست کہ حق تعالیٰ مرا باں مخصوص ساختہ بجہت شرف من بر غیر از انبیاء سابق۔ ہر کہ یک بار در مدت عمر خود متعہ کند از اہل بہشت باشد۔ و ہرگاہ متمتع و متمتعہ باہم بنشینند فرشتہ برایشاں نازل گردد و حراست ایشاں کند تا آنکہ ازاں مجلس برخیزند و اگر باہم سخن کنند ایشاں ذکر و تسبیح باشد و چوں دست یکدیگر رابدست گیرند ہر گناہے کہ کردہ باشند از انگشتان ایشان ساقط گردد و چوں یکدیگر رابوسہ دہند حق تعالیٰ بہر بوسہ حج و عمرہ برائے ایشاں بنویسند و چوں خلوت کنند بہر لذتے و شہوتے حسنہ برائے ایشاں بنویسند مانند کوہہائے برافراشتہ۔

بعد ازاں فرمود جبرئیل مرا گفت یارسول اللہ حق تعالیٰ میفرماید کہ چون متمتع و متمتعہ برخیز ند و بغسل کردن مشغول شوند در حالیکہ عالم باشد بانکہ من پروردگار ایشانم و ایں متعہ سنت من است بر پیغمبر من بالملائکہ خود گویم اے فرشتگان من نظر کنید بایں دو بندہ من کہ برخواستہ اند و بغسل کردند و میدانند کہ من پروردگار ایشانم گواہ شوید بر آنکہ من آمرزیدم ایشانرا و بہ ہر قطرہ آب دہ حسنہ بنویسد و دہ سیہ محو کند و دہ درجہ رفع نماید۔

پس برخواست امیر المومنین علیہ السلام وگفت۔۔۔انا مصدقک من تصدیق کنند ام شمار را یا رسول اللہ۔ چیست جزائے کسیکہ دریں باب سعی کند؟ فرمود لہ اجر بما مراو را باشد اجر متمتع و متمتعہ۔ گفت یا رسول اللہ اجر ایشاں چہ چیز است فرمود چوں بغسل مشغول شوند بہر قطرہ آب کہ از بدن ایشاں ساقط شود حق تعالی فرشتہ بیافریند کہ تسبیح و تقدیس او بجانہ کند و ثواب آں از برائے غاسل ذخیرہ باشد تا روز قیامت۔

اے علی ہر کہ ایں سنت را سہل فرا گیرد و احیاء آں نکند از شیعہ من نباشد و من از و بری باشم۔

(ج ۳ ص ۴۹۴)

میرے بھائی جبرئیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس ایک تحفہ لائے اور وہ ہے مومن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنا اور مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو یہ تحفہ عطا نہیں کیا اور میں تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں (تا) اور جان لو کہ متعہ ایسا امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے ساتھ مخصوص ٹھہرایا بوجہ میرے انبیاء سابقین پر افضل ہونے کے۔ جو ایک مرتبہ کرے گا۔ وہ اہل بہشت میں سے ہوگا۔ اور جب متعہ کرنے والا مرد اور متعی عورت باہم مل بیٹھتے ہیں تو ان پر فرشتہ نازل ہوتا ہے اور ان کی نگرانی کرتا ہے جب تک کہ وہ اس مجلس سے اٹھ نہ جائیں۔ اور اگر باہم گفتگو کریں تو ان کی گفتگو ذکر اور تسبیح کی مانند ہوتی ہے اور جب وہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے ہیں تو انہوں نے جو گناہ بھی کیا ہو وہ ان کی انگلیوں سے نیچے گر جاتا ہے اور جب ایک دوسرے کا بوسہ لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہر بوسہ کے بدلے ان کے لئے حج اور عمرے کا ثواب لکھ دیتا ہے اور جب مباشرت کرتے ہیں تو ہر لذت اور شہوت کے بدلے ان کے لئے ایک ایک نیکی جو بلند ترین پہاڑوں کی مانند ہوتی ہے تحریر فرماتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے کہا ہے یا رسول حق تعالیٰ فرماتا ہے جب متمتع مرد اور متمتعہ عورت فارغ ہو کر اٹھتے ہیں اور غسل کرنے میں مشغول ہوتے ہیں جبکہ ان کا عقیدہ یہ

ہو کہ میں ان کا پروردگار ہوں اور یہ متعہ میری طرف سے پیغمبر علیہ السلام کے حق میں مسنون ٹھہرا ہوا ہے تو میں اپنے فرشتوں سے کہتا ہوں کہ دیکھو یہ مومن اور مومنہ ابھی ابھی اس فعل خاص سے فارغ ہوئے اور غسل طہارت میں مشغول ہو رہے ہیں اور مجھے اپنا رب سمجھتے ہیں۔ تم گواہ ہو جاؤ کہ میں نے انہیں بخش دیا ہے اور جب پانی ان کے بالوں سے گزرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دس دس نیکیاں لکھنے کا حکم دیتے ہیں دس دس گناہ معاف کرتے ہیں اور دس دس درجے بلند کرتے ہے یہ سنتے ہی حضرت علی المرتضیٰ اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں جو اس مسئلہ اور معاملہ کی ترویج و اشاعت کرے اس کو کتنا ثواب ملے گا؟ فرمایا ان دونوں کو فرداً فرداً جتنا ثواب ملے گا اس اکیلے کو اتنا ثواب مل جائے گا۔ عرض کیا ان کا اجر و ثواب کتنا ہوتا ہے؟ فرمایا جب وہ غسل کرتے ہیں تو وہ قطرہ قطرہ پانی جوان کے بدن سے گزرتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد و ثناء کرتا ہے اس کا ثواب متعہ کرنے والے مرد اور عورت کے لئے ذخیرہ کیا جاتا رہے گا۔ اے علی! جو اس سنت کو معمولی سمجھے گا اور اس کو زندہ و پائندہ نہیں رکھے گا وہ میرے شیعوں سے نہیں ہوگا اور میں اس سے بری ہوں گا۔ (کون سا شیعہ مومن اور مومنہ ہوں گے جو اس قدر خسارے اور گھاٹے کو قبول کریں گے۔ اور متعہ کو ترک کریں گے یہ مقناطیسی کشش ہے جو نوجوان نسل کو اس مذہب کی طرف مائل اور راغب کرتی ہے سیالوی غفرلہ)

۲۲۔ نیز در روایت آمدہ رسول خدا ﷺ فرمود ای مرداں ہیچ میدانند کہ متعہ را چہ فضیلت وثوابست؟ گفتند نے یا رسول اللہ فرمود جبرئیل اکنوں بر من نازل شد و گفت اے محمد حق ترا اسلام می رساند و تحیت و اکرام مینواز دومی فرماید کہ امت خود را بمتعہ کردن امر کن کہ آں از سنن صالحاں است ہر کہ روز قیامت بمن رسد و متعہ نکردہ باشد حسنات او بقدر ثواب متعہ ناقص باشد، اے محمد درمے کہ مومن صرف متعہ کند نزد خدا افضل از ہزار درہم است کہ در غیر آں انفاق نماید۔ اے

محمد ﷺ در بہشت جمعی از حور العین مستند کہ حق تعالیٰ ایشاں را از برائے اہل متعہ آفریدہ اے محمد چوں مومنی مومنہ را عقد متعہ کند از جائے خود برنخیز د تا کہ حق تعالیٰ اوراایامرزد و مومنہ رانیز مغفور سازد و منادی آسمان ندا کند کہ اے بندہ خدا حق تعالیٰ می فرماید کہ اے بندہ من متعہ کردہ بامید ثواب من ہر آئینہ امروز ترا مسرور سازم بتکفیر سیئات تو و مضاعفہ حسنات تو۔

خلاصہ مقصود یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! اے لوگو کیا تمہیں معلوم ہے کہ متعہ کا ثواب اور اس کی فضیلت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہمیں تو معلوم نہیں۔ فرمایا ابھی ابھی جبرئیل مجھ پر نازل ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچایا ہے کہ اپنی امت کو متعہ کا حکم دو کیونکہ وہ صالحین کی سنت اور طریقہ ہے جو شخص قیامت کے دن میری بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے متعہ نہیں کیا ہوگا تو متعہ کے ثواب کی مقدار اس کی نیکیاں کم ہوگی اور عظیم خسارہ اور نقصان اس کو لاحق ہوگا۔ اے محمد ﷺ وہ درہم جسے مومن مرد متعہ کرنے پر خرچ کرتا ہے وہ اس ہزار درہم سے بہتر ہے جو متعہ کے علاوہ دیگر امور پر خرچ کئے جائیں۔ (خواہ حج اور جہاد یا نکاح دائم ہو) اے محمد ﷺ بہشت میں حور عین کی ایک جماعت ہے جس کو میں نے صرف متعہ کرنے والوں کے لئے پیدا کیا ہے (مگر متعہ کرنے والیوں کو کیا ملے گا؟ کاش انہیں بھی معلوم ہوتا) اے محمد ﷺ جب مومن مرد کسی مومنہ عورت کے ساتھ متعہ کا عقد کرتا ہے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھنے نہیں پاتے کہ دونوں کی بخشش و مغفرت کا فرمان جاری کر دیا جاتا ہے اور آسمان سے فرشتہ اسے پکار کر کہتا ہے! اے بندہ خدا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تو نے ثواب کی امید پر متعہ کیا میں لازماً آج تجھے تیرے گناہ معاف کر کے اور نیکیاں کئی گنا بڑھا کر خوش و خرم کروں گا۔

متعہ کا منکر کافر ہے اور متعہ کے ذریعے پیدا ہونے والا فرزند نکاح کے ذریعے پیدا ہونے والے فرزند سے افضل ہے

۲۳۔ واز حضرت صادق علیہ السلام مروی است کہ متعہ از دین ما است و دین آباء ما است ہر کہ باں عمل کند عمل بدین ما کردہ و ہر کہ انکار آں کند انکار دین ما کردہ و بغیر دین ما اعتقاد نمودہ۔ بدرستیکہ متعہ دنواست در سلف و امانست از شرک وولد متعہ افضل است از ولد زوج دائمہ و منکر آن کافر و مرتد است و مقر باں مومن موحد تا آنکہ اگر زن مومنہ متمعہ بدینارے استمتاع کند پس آنرا بزوج خود بخشد حق تعالی اورا دو اجر بنویسد اجر صدقہ و اجر متعہ۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ متعہ ہمارے دین اور ہمارے آباء کے دین کا رکن اعظم ہے۔ جس نے اس پر عمل کیا اس نے ہی صحیح معنوں میں ہمارے دین پر عمل کیا اور جس نے اس کا انکار کیا اور ہمارے دین کے برعکس عقیدہ رکھا اور متعہ آدمی کو اسلاف کے ساتھ لاحق کرنے کا موجب ہے اور کفر و شرک سے امان کا ضامن۔ اور متعہ سے پیدا ہونے والا بچہ دائی نکاح کے ذریعے پیدا ہونے والے سے بہت زیادہ فضیلت و بزرگی والا ہے۔ اور اس کا منکر کافر و مرتد ہے۔ اور اس کے ماننے والا ہی مومن و موحد ہے حتیٰ کہ اگر مومنہ عورت ایک دینار اجرت پر متعہ کرے اور پھر اس (فصلی) خاوند کو بخش دے تو اللہ تعالی اس کو دو اجر عطا فرمائے گا ایک صدقہ کا اجر اور دوسرا متعہ کا۔

اجرت متعہ بخش دینے والی کا اجر عظیم

۲۴۔ از حضرت رسالت مروی است ہر زنے کی صداق خود را بزوج بخشد خواہ در عقد متعہ یا دائمی حق تعالی بہر درہے چہل ہزار شہر از نور در بہشت باو بخشد و بہر درہے ہفتاد ہزار حاجت دنیا

وآخرت اورارواگرداند وبہر درہے نورے درقبراوداخل سازد وبہر درہے ہفتاد ہزار حلہ بہشت دراوپوشاند وبہر درہے فرشتہ رابعث کند کراز برائے اوحسنات بنویسد تاروز قیامت۔

(تفسیر منہج الصادقین ج ۲ص ۴۹۵۔ورسالہ شیخ علی ابن عبدالعالی)

رسول معظم ﷺ سے مروی ہے کہ جو عورت اپنا حق مہر خاوند کو بخش دیتی ہے خواہ عقد متعہ میں خواہ عقد دائم میں۔اللہ تعالی ہر درہم کے بدلے چالیس ہزار شہر نور کے بہشت میں اس کو عطا فرمائے گا اور ہر درہم کے بدلے دنیاوی اوراخروی ہزار حاجات پوری فرمائے گا اور ہر درہم کے بدلے اس کی قبر میں نور داخل کرے گا۔اورایک ایک درہم کے بدلے ستر ستر ہزار پوشاک بہشتی اس کو زیب کرائے گا اورایک ایک درہم کے بدلے ایک ایک فرشتہ مبعوث فرمائے گا جو قیامت تک اس کے لئے نیکیاں ہی نیکیاں لکھتے رہے گا۔

نوٹ: اختصار مانع ہے ورنہ ابھی فضائل متعہ کے بحرنا پیدا کنار میں بڑے بڑے قیمتی جواہر باقی ہیں۔

لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی شریعت میں صرف متعہ ہی رکن اعظم ہے اورآپ اسلئے مبعوث ہوئے تھے کہ امت کو اس خواہش نفسانی کی اس انداز میں ترغیب دیں کہ دیگر ارکان اسلام کی ادائیگی کے متعلق اس کا عشر عشیر بھی شیعہ کتب میں ڈھونڈنے سے نہ ملے۔نہ نماز وروزہ پہ ایسے اجر ثواب کا کہیں تذکرہ نہ زکوۃ اور حج میں خرچ کئے جانے والے ہزاروں دنانیر ودراہم پراس اجر وثواب کا ایک فیصد بھی کہیں اشارہ ہو جو متعہ کے درہم میں ذکر کیا گیا ہے ساری زندگی میں مجاہدہ وریاضت کرنے والے صائم النہار اور قائم اللیل صوفیا اور مال وجان کی راہ خدا میں بازی لگانے والے شہداء توان ائمہ کے درجہ کو نہ پاسکیں بلکہ تمام انبیاء ورسل بھی اس کے مراتب ودرجات میں برابری نہ کرسکیں مگر متعہ ہے کہ ایک ہی جست میں اتنے غیر محدود مراتب طے کرادیتا ہے کہ امام حسین کے درجہ پر جابٹھاتا ہے اور دو دفعہ کرنے پر جتنی درجات طے

تین مرتبہ کرنے پر مرتضوی مقام پر رسائی اور چوتھی مرتبہ کرنے پر سید الانبیا ﷺ کے مقام پر پہنچا دیتا ہے۔

افسوس مراتب خلق ہی ختم ہو گئے ورنہ جس کو چسکا پڑ جائے وہ چار دفعہ پر اکتفا کیوں کرے گا جبکہ ہزار عورت سے کرنے کی رخصت ہے تو شیعہ علماء کو اس غریب کی محنت و مشقت پر ترس نہ آیا کہ ہزار مومنہ کو مشرف بہ متعہ کرے مگر درجہ وہیں کا وہیں رہے۔ شاید مجتہدین شیعہ کے نزدیک درجات تو اوپر بھی ہوں لیکن از روئے تقیہ چھپا لئے ہوں اور خلق خدا کے خوف سے بیان نہ کئے ہوں اور سینہ بہ سینہ ان درجات کا عرفان ہوتا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی شخص تعصب اور حمیت جاہلیہ سے بالاتر ہو کر ان روایات پر نگاہ ڈالے تو فوراً پکار اٹھے گا ﴿سبحانک هذا بهتان عظیم﴾ رسول معظم ﷺ اور ائمہ طاہرین اور مقدسین پر ان روایات نبویہ اور روح اسلام کے سراسر منافی عمل کو ایک گھناونی سازش کے تحت اسلام کا سب ارکان سے بالاتر رکن ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے ورنہ انبیاء علیہم السلام اور ائمہ کرام کے درجات ایسے افعال سے حاصل کرنے کا تصور ہی کون سا مسلمان کر سکتا ہے۔

شیعی تاویلات

شیعی مجتہد اعصر محمد حسین ڈھکو صاحب نے تجلیات صداقت ص ۲۹۸ پر ان روایات پر وارد اعتراضات کا تحقیقی جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ قرآن میں وارد ہے:

﴿من یطع الله والرسول فاولئک مع الذین انعم الله علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا﴾

جو اللہ اور رسول کا کہا مانے تو ایسے ہی لوگ (جنت میں) ان مقبول بندوں کے ساتھ

ہوں گے جن پر اللہ نے بڑے بڑے انعام کئے ہیں یعنی نبی صدیق، شہداء اور نیک بندے اور یہ لوگ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

جب اس آیت کی روشنی میں خدا اور رسول کی اطاعت کرنے والا جنت میں نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے درجہ میں ان کی رفاقت کر سکتا ہے تو پھر وہ متعہ جس کو خدا اور رسول نے حلال ارو جائز قرار دیا تھا۔ بعض حکام وقت نے بداخلت فی الدین کرتے ہوئے اسے ممنوع قرار دیا تو اگر کوئی شخص اس مردہ حکم شریعت کو زندہ کرنے کی غرض سے اس پر عمل کرے اور جنت میں اسے سرکار محمد وآل محمد کی رفاقت نصیب ہو جائے تو اس میں کیا اعتراض ہے؟ حدیث میں یہ تو نہیں کہ ایسا کرنے والا معاذ اللہ خود امام حسین وحسن بن جاتا ہے بلکہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ ان کے درجہ میں ہوگا اور ظاہر ہے کہ رفاقت جب ہی ہو سکتی ہے کہ درجہ ایک ہو جو قرآن سے ثابت ہے۔ اس مردہ حکم کو زندہ کرنے کے لئے علماء اسلام یعنی ائمہ دین نے یہ ثواب بیان کر کے ترغیب دلائی ہے۔ (تجلیات صداقت ص ۲۹۸)

﴿الجواب وباللہ الاعتصام ومنہ الھام الصواب﴾

علامہ موصوف کا یہ تحقیقی جواب ہے تو غیر تحقیقی کا اندازہ بھی اسی سے فرمالیں کہ اس میں حق وصواب اور صدق وسداد نام کی کوئی شے ہو سکتی ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

اس جواب میں چند امور غور طلب ہیں۔

۱۔ کیا وہ متعہ مردہ حکم شریعت تھا؟

۲۔ کیا ہر حکم شرعی جو متروک ہو اس پر عمل سے اس قدر درجات بلند ہوتے ہیں؟

۳۔ کیا آیت کریمہ میں درجات میں برابری مراد ہے؟

۴۔ کیا رفاقت جبھی ہو سکتی ہے جب درجات میں برابری پائی جائے؟

امر اول: کے متعلق ہر صاحب عقل و ہوش سمجھ سکتا ہے کہ شیعی علماء کے نزدیک سید عالم ﷺ کے دور میں بلکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی متعہ متروک نہیں تھا صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے منع فرمایا تو لامحالہ اس کی موت جب وصال نبوی کے بعد پائی گئی تو سرور عالم ﷺ کی زبانی اس کے یہ فضائل اور درجات کیسے ثابت ہو گئے تو لازمی بات یہ ہوئی کہ یہ روایات بعد میں تیار کی گئی ہیں اور از روئے افتراء ان کو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

(ب) نیز جنہوں نے ابتدائی دور میں متعہ کیا ان کے لئے یہ فضائل نہیں ہوں گے کیونکہ یہ سنت مری نہیں تھی۔ صرف بعد والے دور میں متعہ کرنے پر یہ فضائل ہوں گے اور اگلے لوگ انہیں حسرت بھری نگاہ سے دیکھتے ہی رہ جائیں گے اور اس بات کے جان و دل سے آرزومند ہوں گے کہ کاش ہم بھی بعد میں ہوتے اور متعہ کرتے اور ان مدارج پر فائز ہوتے۔ **﴿لاحول ولاقوۃ الا باللہ﴾**

(ج) علاوہ ازیں متعہ اپنے موجدین کے خیال میں ہی شرفا کے لئے باعث ننگ و عار اور ممنوع کنواری عورتوں کے لئے حرام یا مکروہ تحریمی، مومنات کے لئے موجب ذلت اور شادی شدہ لوگوں کے لئے ممنوع تھا جیسے کہ روایات عرض کی جا چکی ہیں۔ خود علامہ ڈھکو صاحب کو تسلیم ہے کہ اس کی غرض تشریع اور علت جواز یہ تھی کہ جب بوجہ سفر وغیرہ جنسی گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو اس جائز طریقہ پر تسکین حاصل کر کے گناہ سے بچ جائے (ص ۳۰۱)

تو ایک ضرورت اور مجبوری کے تحت جواز پانے والا امر ٹھہرا جس طرح جان کا خطرہ لاحق ہو تو خنزیر اور مردار کھا کر جان بچانا حلال ٹھہرا دیا گیا تو عقل سلیم کے نزدیک اس کے یہ

درجات ومراتب ہو سکتے ہیں؟ اور اس کو اسلام کا ایک رکن عظیم ٹھہرایا جاسکتا ہے؟ اسی طرح نہ یہ سنت نہ رکن اسلام بلکہ سراسر عیب و باعث ننگ وعار اور شرافت وسیادت کے منافی فعل ہے اس کے لئے ایسی روایات گھڑنا اسلام کے خلاف سازش ہے لہذا ڈھکو صاحب کا یہ جواب سراسر دھوکا اور فریب کاری پر مبنی ہے۔

(د) نیز اگر مقصد تشریع اور جواز یہ تھا تو پھر ہزار ہزار کے ساتھ جائز کیوں رکھا اور حضر میں بیویوں کے ہوتے ہوئے اس کا حکم کیوں دیا گیا لہذا مقصد تشریع میں بھی ڈنڈی ماری گئی تاہم ثواب ودرجات کی توجیہ کا لغو ہونا ثابت ہو گیا۔

امر ثانی: شیعہ صاحبان نے صرف متعہ کے متعلق اس قدر زور لگایا اور اس کے فضائل ودرجات گھڑے ہے حالانکہ ان کی شریعت کی رو سے بہت سے جائز امور کو حرام ٹھہرایا گیا ہے۔

ا۔عورتوں کے ساتھ لواطت جائز مگر دیگر تمام فرق اسلامیہ کے نزدیک حرام ہے۔
تو کیا علماء شیعہ نے اس فعل کے متعلق بھی اس قدر ثواب اور درجات کا کہیں مژدہ سنایا؟

۲۔شیعہ کے نزدیک عاریہ الفرج یعنی لونڈی کسی سے مانگ کر اس کے ساتھ بغیر نکاح قضاء شہوت کر کے مالک کو واپس کر دینا جائز ہے لیکن دوسرے اسلامی فرقے اس کو حرام قرار دیتے ہیں۔تو اس پر اجر وثواب کی خوشخبری کیوں نہیں دی گئی۔

۳۔ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا شیعہ مذہب میں لازمی سنت ہے اور دیگر مذاہب میں ہاتھ باندھنا مسنون ہے مگر ہاتھ چھوڑنے کے بارے میں ایسی روایات جو درجات ومراتب کی ترقی کی ضامن ہوں مذکور نہیں ہیں۔

۴۔شیعہ مذہب میں وضو کرتے وقت پاؤں دھونا ممنوع ہے بلکہ مسح بھی جدید پانی کے ساتھ ہاتھ تر کر کے کرنا ممنوع ہے بلکہ صرف سر والے مسح کی بقایا تری کے ساتھ کرنا چاہیے یا بدن کے کسی

دوسرے حصہ سے تری حاصل کر کے مسح کرنا ضروری ہے لیکن اس عظیم فریضہ کی طرف ترغیب کے لئے ایسی خوش کن اور موجب ترغیب روایات کہیں ذکر نہیں کی گئیں۔ وغیر ذلک۔

تو صاف ظاہر ہے کہ شریعت کے مردہ حکم کو زندہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ امت مصطفیٰ ﷺ میں عیاشی اور آوارگی پھیلانے اور انہیں برائیوں میں مبتلا کرنے کے لئے شاطر یہودیوں اور چالاک مجوسیوں نے یہ چال چلی ہے اور دائمی نکاح جو روح اسلام اور حکمت خداوندی کے تقاضوں کے عین مطابق ہے اس میں یہ فضائل ثابت نہ کئے صرف متعہ جو شہوت رانی کا وقتی اور عارضی ذریعہ ہے اس کے لئے اس قدر فضائل تراش لئے۔

امر ثالث: آیت کریمہ ﴿مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ الآیہ میں درجات و مراتب کے لحاظ سے برابری سمجھ لینا بھی لغو اور باطل ہے۔

(الف) اگر سارے مطیع اور متبع ان مقدس ہستیوں کے ساتھ درجات اور مراتب میں برابر ہو گئے تو نبی اور غیر نبی کا فرق ہی ختم ہو کر رہ جائے گا اور اس طرح دیگر حضرات میں بھی تابع اور متبوع کا درجہ ایک ہونے پر یہ فرق ہی ختم ہو جائے گا۔

(ب) جب متبوعین میں چار گروہ شامل ہیں اور ان کے درجات مختلف ہیں تو ان کی معیت جس کو نصیب ہو گی وہ چاروں فریق کے درجہ میں کیونکر ہو سکے گا؟ اور اس حقیقت کے اعتراف میں کسی مسلمان کو ذرہ بھر تردد نہیں ہو سکتا کہ ان چاروں فریق کا ذکر تفاوت مراتب بیان کرنے کے لئے ہے اور صدیقین کا درجہ انبیاء علیہم السلام سے کمتر اور شہداء و صالحین سے بڑھ کر ہو گا۔ اور شہداء کا صدیقین سے کمتر اور عام صالحین سے برتر ہو گا تو ایک شخص ان مختلف درجات و مراتب میں بیک وقت کیسے ہو گا؟ یا پھر درجات جنت میں تفاوت کا انکار کرنا پڑے گا جو کہ بالکل باطل ہے۔

(ج) اللہ تبارک وتعالیٰ نے فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والوں، جہاد کرنے والوں اور مالی قربانیاں دینے والوں کے متعلق فرمایا کہ وہ ان صحابہ کرام کے ساتھ درجات ومراتب میں برابر نہیں ہو سکتے جو فتح مکہ سے قبل مشرف باسلام ہوئے اور راہ خداوند تعالیٰ میں جہاد کیا۔ بایں ہمہ کہ فرائض وواجبات اور جہاد نفسانی ومالی میں بعد والے پہلوں کے ساتھ شریک ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے درجات ومراتب میں برابری کی بالکل نفی کردی ہے۔

﴿قال الله تعالى لايستوى منكم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجة من الذين انفقوا من بعد وقاتلوا وكلا وعد الله الحسنى﴾

(د) پھر یہ امر قابل غور ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت کے عظیم فرد اور صحابی رسول ہونے کے علاوہ تن من دھن بلکہ اولاد اور عزیز واقارب کی قربانی دے کر اسلام کی کشتی کو کنارے پر لگانے والے ہیں۔

بہر حق در خاک وخون غلطیدہ است
پس بنائے لاالہ گردیدہ است

تو کیا صرف ایک مرتبہ متعہ کرنے والا اتنی اونچی چھلانگ لگا سکتا ہے کہ صحابی رسول ﷺ اہل بیت میں سے تیسرے امام، شہید راہ وفا اور دین اسلام کو اپنے اعزہ واقارب کے خون سے پروان چڑھانے والے کے برابر ہو جائے پھر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انہیں امتیازات کے ساتھ مختص اور حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ ومقام دوسرے سب ائمہ سے بلند ترین اور پھر شیعی شریعت میں صرف یہ تین امام نہیں بلکہ سبھی امام تمام انبیاء ورسل حتیٰ کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہما السلام سے بھی افضل ہیں۔ جن مقدس انبیاء ورسل نے توحید خداوند تعالیٰ اور احکام الٰہیہ کی خاطر عظیم قربانیاں دیں اور کفر وشرک کی ہلاکتوں سے بچا کر

خلق خدا کو اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں لے آئے ان سے ائمہ افضل مگر ائمہ کے ساتھ مراتب میں مساوی اور شریک ہوتا ہے تو متعہ کرنے والا اور وہ بھی صرف ایک دو تین مرتبہ کرنے پر اور چوتھی دفعہ تو اس کو مہمان لامکان اور عرش نشیں نبی کے ساتھ درجہ میں مشارکت اور برابری مل گئی ۔آخر اتنی اندھیر نگری بھی کہیں ہوسکتی ہے؟ ہر نص قرآنی بتلا رہی ہے کہ متاخرین اصحاب رسول تمام تر مجاہدات اور قتال فی سبیل اللہ اور مالی قربانیوں کے باوجود متقدمین اور سابقین کے ساتھ درجات میں برابر نہیں ہوسکتے بلکہ سابقین کے درجات لاحقین کی نسبت عظیم تر ہیں۔ ﴿اولئک اعظم﴾ درجۃ تو اس قسم کی صریح آیات کے ہوتے ہوئے اس شیعی توجیہ و تاویل کی لغویت بیہودگی اور اس کے فساد و بطلان میں کسی مسلمان کو شک وشبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(ہ) پھر یہ الفاظ کہہ کر غلو صاحب نے کس قدر عقل و خرد اور دانش و بینش سے تہی دامنی اور افلاس کا مظاہرہ کیا ہے کہ متعہ کرنے والے کے درجہ کو حسین و حسن کا درجہ قرار دیا گیا ہے اور اسے حسین وحسن تو نہیں کہا گیا۔اسے کون سمجھائے کہ امتیاز تو ہوتا ہی درجات سے ہے۔وصف نبی میں شریک ہونے کے باوجود انبیاء کے درجات برابر نہیں تو کسی کو نبی الانبیاء کے درجے میں شریک مان لیا جائے تو اتنا جواب کافی ہوگا کہ درجات میں برابری مانی ہے محمد تو نہیں کہا ہے۔فضیلت و برتری صرف نام میں نہیں ہوتی مقام میں ہوتی ہے اور وہ تقوی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے سے ہوتی ہے۔﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ﴾ نیز جب ایک مرتبہ میں اتنی فضیلت ہے تو جو زندگی بھر اس کاروبار میں لگا رہے اس کو حسین وحسن کہو تو اس کے درجات کی صحیح ترجمانی نہیں ہوسکتی اور اس کی محنت و مشقت کا حق تو ادا نہیں ہو سکے گا۔کیونکہ حسین وحسن تو بہت نیچے رہ گئے۔صرف متعہ کے دو جھٹکوں میں اس فاصلے کو سمیٹ لیا گیا۔اب جوان کے باپ اور نانا کو بھی تیسرے اور چوتھے جمپ کے بعد پیچھے چھوڑ جائے گا اسے حسن وحسین کہنا تو بہرحال اس

کے مرتبہ کا انکار ہے۔لعنت بریں عقیدہ باد۔

(و) ستم بالائے ستم یہ ہے کہ متعہ کر کے غسل کرنے والے مرد وعورت کے بدن پر جنابت کی نجاست کے ساتھ آلودہ پانی کے ہر قطرہ سے فرشتہ کی بلکہ ستر ستر فرشتہ اور نوری مخلوق کی تخلیق تسلیم کی گئی ہے۔کیا نوروں کی تخلیق کے لئے ایسے ہی نورانی مادے ہوا کرتے ہیں؟

شیعہ صاحبان نے جوش متعہ میں ہوش وخرد کو بھی خیر باد کہہ دیا ہے اور کیوں نہ ہوان کی شریعت میں یہ شراب بھنگ اور افیون چرس اور ہیروئن کا قائم مقام ہے تو اس کی اثرات ایسے ہی نمایاں ہونے چاہیں کہ نہ اہل بیت کی عزت کا خیال اور نہ نوری معصوم ملائکہ کی عزت کا خیال

(ز) علامہ ڈھکو صاحب دو دو ہزار احادیث وروایات سے زائد دفتر کو موضوع، نا قابل اعتبار اور غلط قرار دے سکے ہیں جو ان کی مستند کتب وتفاسیر وغیرہ میں منقول ہیں مگر ایسی بے بنیاد اور عقل ونقل کے خلاف روایات کو ضعیف کہنے کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوئی بلکہ ان کی تصحیح کے لئے قرآن مجید کی معنوی تحریف کا ارتکاب کرنا گوارہ کر لیا اور صریح نصوص اور واضح ترین آیات کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔

امر چہارم: علامہ ڈھکو صاحب نے فرمایا کہ رفاقت درجات میں برابری کے بغیر نہیں ہوسکتی لہذا ہر شخص جو اللہ تعالیٰ اور رسالت مآب ﷺ کا اطاعت گزار ہوگا وہ انبیاء کرام وصدیقین اور صالحین کا ہم مرتبہ ہوگا کیونکہ وہ مقدس ہستیاں اس کی توفیق رفیق ہوں گی لیکن اس دعویٰ کا بطلان بھی ہر صاحب عقل ہوش پر واضح اور روشن ہے۔کیونکہ خادم اور مخدوم رفیق تو ہوتے ہیں مگر ہم پلہ نہیں ہوسکتے۔اللہ تعالیٰ اپنے متعلق بار بار محسنین کی معیت، مومنین کی معیت متقین کی معیت کا اعلان فرمایا۔میدان بدر میں آنے والے ملائکہ کو فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں۔حضرت صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ﴿ماظنک باثنین الله ثالثهما﴾ جن دو کے ساتھ تیسری اللہ تعالیٰ کی ذات ہو ان کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے اور قران مجید نے بھی اس کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا ﴿اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ تو کیا اللہ تعالیٰ کا مرتبہ بھی ان حضرات کے برابر تسلیم کیے جائے گا؟

جن اسفار میں صحابہ کرام کو نبی اکرم ﷺ کی رفاقت نصیب ہوئی یا شیعان حیدر کرار کی رفاقت ہوئی تو وہ ان ہستیوں کے ساتھ درجات و مراتب میں شریک اور برابر ہو گئے۔

علاوہ ازیں جنت کے درجات کا مختلف اور متفاوت ہونا مسلم ہے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور اس کے رسول ﷺ کی تو وہ سبھی ایک درجہ میں ہو گئے پھر دوسرے درجات بنانے ہی بے سود ٹھہرے۔علاوہ ازیں انبیاء وصدیقین کے مراتب باہم برابر نہیں اور نہ شہداء صالحین کے آپس میں برابر اور نہ انبیاء وصدیقین کے ساتھ برابر تو جب ان منعم علیہم ہستیوں کے درجات برابر نہ ہوئے جیسے کہ اسلوب کلام ہی سے واضح ہے تو عام مطیعین درجات میں برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ لہذا یہ دعویٰ سراسر تحکم سینہ زوری اور منہ زوری کا مظاہرہ ہے اسے عقل مندی اور دانش و بینش کی ہوا بھی نہیں لگی۔

الغرض جب ڈھکو صاحب کے تحقیقی جواب کا حال یہ ہے تو ان کے الزامی جواب کا حال اس سے بھی بدتر ہونا یقینی ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

الزامی جواب

کتب اہل السنّت میں بظاہر معمولی معمولی اعمال پر ثواب بے حساب مذکور ہیں بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ ایسا کرنے سے آدمی صدیق اور شہید بن جاتا ہے۔

۱۔ کوئی صبح و شام اعوذ باللہ کے بعد سورہ حشر کی آخری چند آیات پڑھ لیا کرے تو ستر ہزار فرشتے ہمیشہ اس کیلئے دعا کرتے ہیں اور جب موت آئے تو شہید مرتا ہے۔

۲۔ کوئی شخص شب جمعہ نماز وتر پڑھ لے تو اگلے جمعہ تک کوئی گناہ اس کے نامہ اعمال میں نہیں لکھا جائے گا اور اگر مر جائے تو شہید مرتا ہے۔ ہر رکعت کے بدلے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ایک سال کی عبادت لکھی جاتی ہے۔

۳۔ جو شخص لا الہ الا اللہ کہہ لے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے خواہ وہ چوری کرے خواہ زنا کرے۔

۴۔ اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لیا کرے تو صدیق بن جاتا ہے۔

اگر یہ سب درست ہیں اور ان کی مناسبت تاویل ہو سکتی ہے تو ہمارے کرم فرماویں کو صرف روایات متعہ میں ہی کیوں کیڑے نظر آتے ہیں (باختصار یسیر ص ۲۹۹)

اقول و علی توفیقہ اعول

علامہ ڈھکو صاحب کو تلاش بسیار کے باوجود اگر ملیں تو نماز، تلاوت اور کلمہ توحید کے اجر و ثواب پر مشتمل روایات، اگر کوئی مباشرت اور جماع کے متعلق اجر و ثواب پر مشتمل روایت ملتی تو نقل کرنے میں قطعاً تقیہ سے کام نہ لیتے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارا قبلہ کدھر ہے اور ان کا کدھر ہے وہ کن سفلی جذبات کی تسکین سے ترقی درجات کے متلاشی ہیں اور ہم کس پاکیزہ اور مقدس ذریعہ سے اس ترقی کے متمنی ہیں۔

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

نیز ڈھکو صاحب کونظر آئے تو صدیق اور شہید بن جانے کے حوالے مگر اس کا تو کہیں ذکر نہ ملا کہ وہ سید الشہداء کے برابر اور صدیق اکبر کے برابر ہو جاتے ہیں اور یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام کے درجات میں تفاوت ہے صدیقین، شہدا اور صالحین کے مدراج میں بھی تفاوت ہے ڈھکو صاحب نے سمجھ لیا کہ سبھی صدیق ہم مرتبہ ہوتے ہیں اور سبھی شہداء بھی۔ حالانکہ یہ واقعہ کے بھی خلاف ہے اور اہل السنّت کی تعبیرات کے بھی۔ اور کچھ بھی ہو ڈھکو صاحب کو یہ حوالہ تو بالکل نہ ملا کہ فلاں ورد سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا سید عالم ﷺ کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور یہ تو بہر حال ہمارا عقیدہ ہے ہی کہ ان کے غلام غوث، قطب، ولی، ابدال، اور صدیق و شہید ہوتے ہیں کلام تو برابری میں تھا کہیں کوئی ایسا لفظ نظر آیا۔

اگر ملائکہ کے متعلق روایت ملی تو دعا کرنے کی ملی اور وہ دعا تو کرتے ہی رہتے ہیں۔ یصلون علی النبی ہے تو نبی کے صدقے میں ﴿هو الذی یصلی علیکم وملائکته بھی وارد ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور ان کی امت پر اللہ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے دعائیں کرتے ہیں نیز قال الله تعالی ---الذین یحملون العرش ومن حوله یسبحون بحمد ربهم ویومنون به ویستغفرون للذین امنوا۔ (سورہ مومن) وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کا عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں وہ سبھی اپنے رب کی حمد و تسبیح بجالاتے ہیں اور اس کے ساتھ ایمان لاتے ہیں اور ایمان لانے والوں کیلئے استغفار کرتے ہیں۔ کہیۓ علامہ صاحب یہ صرف فتاوی برہنہ نہیں کلام مجید اور فرمان حمید ہے اور صرف ایمان پر یہ اعزاز ثابت ہے کہ ایسے مقدس ملائکہ جہاں اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہیں وہیں پر اہل ایمان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

لطیفہ

لگے ہاتھوں ڈھکو صاحب نے کلمہ توحید پڑھنے والے کو بھی متعہ کے اجر وثواب کی روایات کے جواب میں ذکر کر دیا کہ اگر ایمان لانے والا شخص جنتی ہو سکتا ہے تو متعہ کرنے والا کیوں نہیں ہو سکتا؟ دیکھا آپ نے یہ ہے شیعہ مذہب کہ اس میں متعہ کا وہی درجہ ہے جو اہل اسلام کے نزدیک لا الہ الا اللہ کہنے اور ماننے کا ہے۔ڈھکو صاحب کیا جو شخص کلمہ پڑھ لے اور حلقہ اسلام میں داخل ہو جائے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔کبائر کا بخشنا اللہ تعالیٰ کی مشیت میں داخل ﴿قال تعالی یَغْفِرُ مَادُوْنَکَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآء ﴾ شرک وکفر کے علاوہ تمام گناہ جس کے لئے چاہے گا بخش گا اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔﴿شفاعتی لاھل الکبائر من امتی ﴾ میری شفاعت اہل کبائر کے لئے ہے لہذا کلمہ پڑھنے والا دونوں پہلوؤں سے مستحق مغفرت ہو گیا اور بالآخر جنت میں داخل ہوگا اور یقیناً ہوگا لیکن صدیقین سے کندھا ملا کر یا شہدا سے یا صالحین سے یا نبی الانبیا ﷺ سے کندھا ملا کر جنت میں جانے تو کا ذکر نہیں ہے۔اور نہ کلمہ پڑھ لینے پر حسنین کریمین، علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور نبی الانبیا ﷺ کے ساتھ درجات ومراتب میں برابری کا کہیں تذکرہ ہے۔یہ تو آپ نے کھسیانی بلی کی طرح صرف کھمبا نوچنے کی ناکام اور بے سود کوشش کی ہے۔ورنہ اس جواب کو علم وفضل بلکہ عقل ودانش بلکہ فہم وشعور کی دنیا میں تو پرکاہ کی اہمیت بھی نہیں ہو سکتی۔

کہیں ناک کان کٹنے کا ذکر بھی ہے؟

نیز یہ بھی علامہ صاحب کو دکھلانا چاہیے تھا کہ کہیں ان مستحب امور میں اہل السنت نے ترک کی صورت میں کوئی وعید وتشدید ذکر کی ہو۔مگر آپ کے مذہب میں تو متعہ نہ کرنے پر قیامت کے دن کان کٹے ہوئے ہونے کی وعید سنائی گئی ہے۔مگر نکاح دوام نہ کرنے پر ناک ٹیڑھی ہونے

یا کان چھوٹے ہونے کا بھی کہیں ذکر نہیں آخران وعیدات کے ذکر کرنے میں کونسا نیک جذبہ کار فرما ہوسکتا ہے۔اور مذہب اہل السنت میں ایسے شہوانی جذبات کے نہ کرنے کی صورت میں ایسی سزاؤں کا عشر عشیر بھی کہیں نظر آیا؟ صاف ظاہر اور دوپہر کے اجالے کی طرح واضح کہ یہ سب یہود ومجوس کی ناپاک سازش ہے اور اہل اسلام کو غلط راہ پر ڈالنے کا ناپاک منصوبہ اور مقدس ہستیوں کی آڑ لینے کا موجب صرف اہل محرکین پر پردہ ڈالنے کی ناپاک کوشش ہے ورنہ یہ مقربان خدا اس قسم کے فتاوی اور احکام وارشادات سے قطعا منزہ ومبرا ہیں۔

کیا مذہب شیعہ اہل بیت کا مذہب ہے؟

(ف) یاد رہے کہ اہل تشیع کو یہ امر تسلیم ہے کہ کسی امام نے حدیث وفقہ کے اندر کوئی کتاب تالیف نہیں فرمائی اور جو کچھ ان سے ثابت کیا جاتا ہے یہ محض راویوں کی روایات کے ذریعے سے ہے اور ان راویوں کے نام لے لے کر ائمہ کرام نے کاذب، خائن، محرف، یہودی اور اہل تثلیث سے بدتر وغیرہ کے القابات سے انہیں نوازا ہے۔لہذا ایسے راویوں کے ذریعے ثابت ہونے والا مذہب قطعا اہل بیت کرام کا مذہب نہیں کہلا سکتا۔اس اجمال کی اگر تفصیل ملاحظہ کرنی ہو تو شیعی کتب رجال کشی اور تنقیح المقال وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ہم نے تحفہ حسینیہ میں مختصرا تبصرہ اس موضوع پر کیا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

باب دوم

عاریۃ الفرج یعنی لونڈی کے مالک سے

بغرض جماع مانگ لینا

شیعہ برادری نے تسکین نفس اور آتش شہوت بجھانے کا ایک بہت سستا اور بے ضرر طریقہ ایجاد کیا ہے جس میں نہ ایجاب وقبول نہ حق مہر نہ اجرت نہ نان ونفقہ بس پرائی لونڈی وغیرہ مانگ لی۔ شہوت نفس پوری کی اور مالک کا مال اس کو واپس کر دیا جس کو تحلیل اور عاریۃ الفرج کہا جاتا ہے۔

متعہ وراس میں اجارہ اور عاریت والا فرق ہے۔ کیونکہ اول الذکر میں اجرت مقرر ہوتی ہے۔ اور ایام منفعت بھی جیسے بستر رات کے وقت کرایہ پر لے لیا اور دوسری صورت میں مفت میں منفعت حاصل کی جاتی ہے۔ حقیقی ملک کسی کو بھی حاصل ہوتا نہ متعہ والے کو نہ عاریت والے کو۔ لہذا اس میں صرف لونڈی کے مالک کا احسان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اب اس ضمن میں عجیب وغریب روایات ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔ **عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیه السلام قلت له الرجل یحل لاخیه فرج جاریته؟ قال نعم لا باس به له ما احل له منها**

(استبصار ج ۲ ص ۷۴)

امام ابوجعفر محمد باقر علیہ السلام سے محمد بن مسلم نے دریافت کیا۔ کیا کوئی شخص اپنے مومن بھائی کے لئے اپنی لونڈی کا فرج حلال کر سکتا ہے؟ تو انہوں نے کہا، ہاں اس میں حرج نہیں اور اس کو اسی قدر استعمال کا حق ہوگا جس حد تک مالک نے اس کے لئے لونڈی حلال

ٹھہرائی۔

۲۔امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے اگر لونڈی کا مالک کسی مومن بھائی کے لئے اس کا بوسہ حلال کرے تو صرف وہی حلال ہوگا اور اگر فرج کے علاوہ جملہ امور مباح کرے تو تمام کے علاوہ سب کچھ حلال ہوگا۔ وان احل الفرج حل له جميعها اگر فرج کا استعمال حلال کردے تو پھر ساری لونڈی اس کے لئے حلال ہوگی۔

۳۔﴿عن ابی بصیر قال سالت ابا عبدالله علیه السلام عن امراة احلت لابنها فرج جاریتها. قال هو له حلال قلت افیحل له ثمنها؟ قال لا انمایحل له ما احلت له﴾

ابو بصیر کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت اپنے بیٹے کے لئے اپنی لونڈی کی شرمگاہ حلال کردیتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ اس کے لئے حلال ہے میں نے کہا کیا اسے بیچ کر اس کی قیمت اور ثمن بھی وصول کرسکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا! نہیں صرف اس کا فرج استعمال کرسکتا ہے (لونڈی تو اس کی ماں کی ملک میں رہے گی۔) (استبصار ج ۲ ص ۷۴)

۴۔احمد بن محمد بن اسماعیل بن بزیع کہتا ہے میں نے امام ابوالحسن علیہ السلام سے دریافت کیا ﴿عن امرلة احلت لی فرج جاریتها. فقال ذلک لک. قلت فانها کانت تمزج فقال کیف لک بما فی قلبها فان علمت انها تمزح فلا﴾

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۹۔استبصار ج ۲ ص ۷۴)

یعنی ایک عورت نے اپنی لونڈی کا فرج مجھ پر حلال کردیا ہے تو آپ نے فی الفور فرمایا! وہ تیرے لئے حلال ہے۔میں نے کہا وہ تو مزاح کررہی تھی۔آپ نے کہا! تجھے اس کی قلبی حالت کا کیا علم؟ اگر تجھے اس کا مزاح کرنے کا حتمی علم ہے تو پھر حلال نہیں۔

ائمہ کرام کا اپنی لونڈیوں کے فروج مومنین کے لئے مباح ٹھہرانا

۵۔﴿عن محمد بن مضارب قال لی ابو عبداللہ علیہ السلام یا محمد خذھذہ الجاریۃ تخدمک وتصیب منھا فاذاخرجت فارددھا الینا﴾

محمد بن مضارب کہتا ہے کہ مجھے امام جعفر صادق نے فرمایا یہ لونڈی لے جا تیری خدمت بھی کرے گی اور اس کے ساتھ جماع بھی کر لینا اور جب رخصت ہونے لگے تو پھر ہمیں واپس دیتے جانا (تا کہ کسی دوسرے مومن کا کام چل سکے۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی)

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۰۰۔ استبصار ج ۲ ص ۷۴)

۶۔﴿عن حسین العطار قال سالت ابا عبداللہ عن عاریۃ الفرج قال لاباس بہ. قلت وان کان منہ ولد ؟فقال لصاحب الجاریۃ الا ان یشترط علیہ﴾

حسین عطار کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرج زن بطور عاریت لینے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے میں نے دریافت کیا اگر اس سے بچہ پیدا ہو جائے تو آپ نے فرمایا وہ لونڈی والے کا ہوگا (تا کہ اس کا بھی بھلا ہو اور لونڈی بچہ لے کر دوبارہ اس کے پاس جائے۔ سیالوی) ہاں اگر شرط کر لے کہ جو اولاد پیدا ہوگی وہ بھی میری ہوگی تو پھر اولاد اسی عاریت پر لونڈی کا فرج استعمال کرنے والے کی ہوگی (یعنی دوہرا فائدہ اسی کو ہوا لذت نفس بھی حاصل ہوگئی اور پیداوار بھی حاصل ہوگئی۔ سیالوی)

حد تحلیل اور عاریت سے تجاوز کا حکم اور زنا کی حلت

فضل بن یسار کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا:

﴿رجل عندہ جاریۃ نفیسۃ وھی بکر احل لاخیہ مادون فرجھا لہ ان یقتضھا قال. لالیس لہ الا ما احل لہ منھا ولو احل لہ قبلۃ منھا لم یحل لہ

ماسوی ذلک. قلت. ارایت ان احل له مادون الفرج فغلبته الشهوة فافتضها قال. لاینبغی له ذلک قلت فان فعل یکون زانیاً؟ قال لا ولکن خائنا ویعزم لصاحبها عشر قیمتهاان کانت بکرا وان لم تکن بکرا فنصف عشر قیمتها﴾

ایک آدمی کے پاس نفیس ترین باکرہ لونڈی ہواور وہ اس کے فرج کو استعمال کرنے کی رخصت نہیں دیتا لیکن اس کے علاوہ ہر قسم کا انتفاع حلال ٹھہراتا ہے تو کیا ایک مرتبہ حاصل کر لینے کے بعد اس کے ساتھ جماع کر کے اس کی بکارت زائل کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ جس قدر نفع اٹھانا اس نے حلال کیا ہے بس اسی قدر حلال ہے۔ حتیٰ کہ صرف اس کا بوسہ لینا حلال کیا ہے تو صرف بوسہ لینے کا ہی حقدار ہے۔ میں نے کہا حلال تو اس نے فرج کے علاوہ سب کچھ کر دیا ہے لیکن اگر شہوت غالب آجائے اور وہ شخص اس کے ساتھ جماع کر کے اس کی بکارت زائل کر دے؟ آپ نے کہا اس کے لئے یہ اقدام مناسب نہیں۔ میں نے عرض کیا۔ کیا ایسا کرنے پر وہ زانی ٹھہرے گا (اور اس پر رجم یا کوڑوں کی سزا عائد ہو سکتی ہے؟) آپ نے کہا نہیں! زانی تو نہیں ہوگا لیکن امانت میں خیانت کا مرتکب ہوگا بس لونڈی کے مالک کو باکرہ ہونے کی صورت میں اس کی قیمت کا دسواں حصہ دے دے اور باکرہ نہیں تھی تو بیسواں حصہ (مقصد یہ کہ کچھ گنوا کر جائے تو مالک کے لئے کچھ لے کر جائے)

کسی لونڈی سے زنا کرنے کے بعد مالک سے معافی لے لینے پر مژدہ بخشش

۸۔ ابوشبل سے روایت ہے کہ میں نے امام ابوعبداللہ علیہ السلام سے دریافت کیا۔ ایک مسلمان شخص ہے جو کسی لونڈی سے زنا کا مرتکب ہو گیا ہے اس کی توبہ کی کیا صورت ہے؟ ﴿قال یاتیه فیخبره ویساله ان یجعله من ذلک فی حل ولایعود قلت فان لم یجعله من

ذلک فی حل قال رضی الله عزوجل وهوزان خائن قال قلت. فالنار مصيره قال شفاعة محمد ﷺ و شفاعتنا تحيط بذنوبكم يامعشر الشيعة ولاتعودون و تتكلون على شفاعتنا والله ماينال شفاعتنا اذاركب هذاحتى يصيبه الم العذاب ويرى هول جهنم﴾

(فروع کافی ج۲ص۲۰۰،۱۹۹ کتاب النکاح)

آپ نے کہا۔اس کے پاس جائے اسے صورتحال بتائے اور اس سے مطالبہ کرے کہ میرے لئے وہ کاروائی حلال کردے اور دوبارہ یہ حرکت نہ کروں گا۔میں نے کہا اگر وہ محض اپنی لونڈی کے ساتھ اس کے زنا کو حلال نہ ٹھہرائے اور اس فعل سابق کو مباح نہ ٹھہرائے؟ تو آپ نے فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بحیثیت زنا کار اور خیانت کار کے پیش ہوگا۔میں نے عرض کیا تو کیا (آپ کا شیعہ ہوکر بھی اتنی سی بات پر) دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا حضرت محمد ﷺ کی شفاعت اور ہماری شفاعت تمہارے گناہوں کا احاطہ کرے گی۔گروہ شیعہ تم گناہوں سے باز نہیں آتے اور ہماری شفاعت پر بھروسہ کرتے ہو ایسے شیعہ کا گروہ اور محبین کی جماعت محمد ﷺ کی اور ہماری شفاعت ایسے مجرموں اور بدکاروں کو نصیب نہیں ہوگی جب تک وہ عذاب کا رنج والم اور جہنم کی ہولناکی اور خوفناکی دیکھ نہیں لیں گے۔

مقام غور

عاریت اور تحلیل ماسوائے فرج کی ہو اور زنا کرے بھی تو دسواں اور بیسواں حصہ دے دینا کافی اور زنا کا جرم ختم اور پہلے فجور وزنا کرے بعد میں معافی مانگ لے۔اگر لونڈی کے مالک کی نگاہ کرم ہو جائے تو پاک صاف ہوگیا۔کیاان روایات کے بعد بھی کسی شخص کے لئے اس امر میں کسی شک وشبہ کی گنجائش رہ گئی کہ اس مذہب میں زنا حلال ہے اور اس مذہب کے پرستار

قضاء شہوت اور تسکین نفس کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

مقصود ہے کہ سیم تنوں سے وصال ہو

مذہب بھی وہ چاہیے کہ زنا بھی حلال ہو

حالانکہ فعل زنا ثابت ہونے کے بعد محض بندوں کے معاف کرنے سے یہ معاف نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہے جبکہ قصاص ثابت ہونے کے بعد اولیاء مقتول معاف کرسکتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ مگر واہ رے اس رنگیلا شاہی مذہب کے بانی کہ اس قبیح ترین فعل کو بھی مباح کر دیا ہے۔

شیعہ صاحبان ہر مسئلہ میں کوئی نہ کوئی روایت اپنے مخالفین کی پیش کر کے مومنین کی دلجوئی کر دیتے تھے کہ اس معاملے میں ہم اکیلے نہیں ہیں۔ لیکن اس مسئلہ میں تو ابوجعفر طوسی کو یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہ رہا۔ **ان هذا ممالیس یوافقنا علیه احد من العامة و ممایشفعون به علینا۔** (استبصار ج ۲ص ۴۷)

اس مسئلہ میں جمہور اہل اسلام میں سے کوئی بھی ہمارے ساتھ متفق نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن کی وجہ سے وہ ہم پر طعن و تشنیع کرتے ہیں (اور کیوں نہ کریں اسلام ایسی بے غیرتی اور بے حیائی کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔ سیالوی)

زنا کار لونڈی کا دودھ پاک کرنے کی ترکیب اور حیلہ

۱۔ **عن ابی عبدالله علیه السلام قال فی رجل کانت له مملوکة فولدت من فجور فکره مولاهاان ترضع له مخافة ان لایکون ذلك جائز افقال له ابو عبدالله ۔فحلل خادمك من ذلك حتی یطیب اللبن۔** (فروغ کافی ج ۲)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں مروی ہے جس کی

مملوکہ لونڈی نے زنا کاری سے بچے کو جنم دیا اور اس کا مالک اسی لونڈی کا دودھ اپنی اولاد کو پلانا اس اندیشہ کے تحت پسند نہیں کرتا کہ یہ ناجائز نہ ہو۔ تو آپ نے فرمایا۔ اپنے خادم کو یہ جرم معاف کر دے تاکہ دودھ پاکیزہ اور حلال ہو جائے۔

۲۔ ﴿عن محمد بن مسلم عن ابی عبدالله علیه السلام فی امراة الرجل یکون لها الخادم قد فجرت فیحتاج الی لبنها قال مرهافتحللها یطیب اللبن﴾

محمد بن مسلم نے امام صادق سے ایک شخص کی عورت کے متعلق روایت کا ہے جس کی خادمہ نے فسق و فجور کا ارتکاب کیا اور صاحب اولاد ہو گئی بعد ازاں اس گھرانہ کو اس کے دودھ سے استفادہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے فرمایا اپنی بیوی کو حکم دے کہ لونڈی کے جرم زنا کو معاف کر دے تو وہ دودھ پاک اور حلال وطیب ہو جائے گا۔ (فروع کافی ج ۲)

(ف) ماشاءاللہ دودھ پاک کرنے کا خوب طریقہ ہے اور ایسا ہی پاکیزہ دودھ پینے والے ہی مخلص شیعہ بن سکتے ہیں اور اصحاب رسول علیہ السلام کو سب وشتم کرنے والے۔ رہا یہ معاملہ کہ تحلیل صرف دودھ کو پاک کرے گی یا سابقہ زنا کو بھی تو یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ زنا اور ولادت اس دودھ کے تولد کا سبب ہیں اور وہ باقی ہے تو دودھ میں خبث بھی باقی ہے اور اس سے خبث ختم ہوا تو اس کا سبب بھی ختم ہو گیا اور اس مضمون کی روایت پہلے درج ہو چکی ہے کہ لونڈی سے زنا کرنے والا اس کے مالک سے معافی مانگ لے اور وہ معاف کر دے تو زانی نہیں سمجھا جائے گا اور معافی نہ ملنے کی صورت میں زانی اور خائن سمجھا جائے گا اور عذاب دیا جائے گا۔ لہذا ابو جعفر طوسی کا یہ کہنا کہ اس معافی سے صرف دودھ پاک ہوگا سابقہ فعل اور کرتوت دونوں حلال اور جائز نہیں ہوگا۔ (استبصار ج ۳ ص ۱۷۰) درایت اور روایت دونوں کے خلاف ہے جب مستقبل میں زنا کو حلال کر سکتا ہے وہ ماضی میں کیا ہوا زنا معافی دے کر کالعدم کیوں نہیں